پاکستان میں
اردو نعت کا ادبی سفر

ڈاکٹر عزیز احسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کہ بعد از تو ﷺ نبوت شد بہر مفہوم شرک
بزم را روشن زِ نورِ شمعِ ایماں کردہ ای

☆اقبالؒ

☆(کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر صابر کلوروی، ص۹۹)

پاکستان میں اردو نعت

کا

ادبی سفر

ڈاکٹر عزیز احسن

(پی ایچ ڈی، ایم فل، ایم اے، ایل ایل بی، بی کام، فاضلِ اردو فاضلِ فارسی)

نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

نام کتاب	:	پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر
مصنف	:	ڈاکٹر عزیز احسن (عبدالعزیز خان)
تاریخِ اشاعت	:	رمضان المعظم ۱۴۳۵ھ/مطابق: جولائی ۲۰۱۴ء
تعداد	:	500 (پانچ صد)
قیمت	:	300 روپے (تین سو روپے پاکستان میں)
ناشر	:	نعت ریسرچ سینٹر، B-306، بلاک 14، گلستانِ جوہر، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75290
سیل	:	0333-5567941 0333-2457575

email:abdulazizkhan49@gmail.com

ISBN-978-969-8918-24-8

انتساب

پیرزادہ سید خالد حسن رضوی الکرمانی امروہوی کے نام

عزیز احسن

اک صنفِ سخن جس کا تعلق ہے نبی ﷺ سے
صد شکر کہ نسبت ہے طبیعت کو اسی سے

عزیز احسن

فہرست

عنوانات		صفحہ نمبر
نعتیہ تبصرہ نگاری کے باب میں ایک اہم پیش رفت	پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید	11
تقدیم	پروفیسر انوار احمد زئی	16
کیا بنے بات	ڈاکٹر عزیز احسن	29
تخلیقِ پاکستان کے بعد کی ادبی فضا		31
نعت نگاری کی طرف شعراء کا مجاہدانہ اقدام		32
نعت نگاری میں بے احتیاطیوں کی نشاندہی کا رجحان		33
نعتیہ شاعری میں جدیدیت کے فکری عناصر		34
مقالے کے اہداف		35
نعتیہ ادب کی تخلیق کا پاکستانی پس منظر		36
پاکستان کے اولین نعت نگار		37
نعت میں ادبی جمالیات کی جلوہ گری		49
سادگی میں پُرکاری کی مثال		59
نعتیہ ادب میں تضمین نگاری کی جھلک		60
نعتیہ ادب کی تخلیقی رفتار میں اضافہ		62
نعت کا رزمیہ آہنگ		62
نعت سے ہمہ وقتی دلچسپی کے شواہد		63
آزاد نظم میں نعت کا قابلِ قدر نمونہ		70
کلاسیکی اصنافِ سخن میں نعت کی جلوہ گری کی مثال		71

ooo

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

نعتیہ تبصرہ نگاری کے باب میں ایک اہم پیش رفت

پاکستان میں نعت کے سفر کی رُوداد کو سمیٹنا، ایک طویل مضمون میں کیا ایک مفصل مقالے میں بھی بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ رُوداد نگاری کے دوران میں بھی نعت کا تخلیقی و تنقیدی کام سامنے آتا رہتا ہے۔ یوں مضمون نگار:

ہر قدم دوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

والی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ یہاں منزل کی جگہ 'مدحت' اور 'ہے بیاباں' کی جگہ ہیں 'ثنا خواں' کے لفظ رکھ لیں تو بات کو سمجھنے میں ذرا آسانی ہو جائے گی۔

وطنِ عزیز سے ماہ بہ ماہ نعت کے ذیل میں کوئی مقالہ، کتابچہ، گلدستہ اور کتاب شائع ہوتی رہتی ہے۔ ضعف رابطہ کے سبب ریسرچ سکالرز تک یہ سب معلومات فوری نہیں پہنچتیں کئی دفعہ تو عشروں تک اہم نعتیہ مطبوعات کی اطلاع نہیں ملتی ______ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ادارہ یا نعت کا رویب سائٹ، سرچ انجن یا نعتیہ معلومات پر مشتمل کوئی ایسا "نعت نما" الیکٹرونک گوشوارہ تیار کرے جو ترتیب وار (مصنف، کتاب، نعتیہ ادارہ، رسالہ، مقالہ بلکہ صنف وار تخلیقی نگارشات کے بارے میں بھی) ریسرچ سکالرز کو نہ صرف ہمہ وقت معلومات (حوالہ جاتی صحت کے ساتھ) فراہم کرتا رہے بلکہ ہفتہ بہ ہفتہ یا ماہ بہ ماہ اِن معلومات کو اپ ڈیٹ بھی کرتا رہے۔ ایسے 'نعت نما' کے بارے میں مَیں ایک تفصیلی مضمون قلم بند کرنے کا آرزومند ہوں۔ میں اپنے ذہن میں ایک ایسا خاکہ رکھتا ہوں۔ جس کی روشنی میں اب تک کی معلومات کے مطابق دُنیا بھر میں پہلی دستیاب نعتیہ تخلیق/اشعار سے اب تک نعت کے بارے میں ہو چکا۔ تخلیقی، تنقیدی، تحقیقی، تدوینی اور مقالہ جاتی کام کے بارے ڈیٹا (Data) تک رسائی آسانی سے ہو سکے۔ جہاں ایسی معلومات قرینے کے ساتھ موجود ہوں نیز آڈیو، ویڈیو، سی ڈیز وغیرہ کی صورت میں ممکن

حد تک دستیاب مواد کی نشان دہی بھی ہو۔ اس ڈیٹا بیس کا آغاز ایک فرد یا ادارہ کرے مگر جس میں دُنیا بھر کے نعت کاران (نعت سے دلچسپی رکھنے والے شائقین، قارئین، سامعین اور ناظرین وغیرہ) اپنا معلوماتی حصہ ڈالتے جائیں۔ اللہ صبیح رحمانی کے زیرِ اہتمام نعتیہ ریسرچ فورم کو ایسے ویب سائٹ کے اجراٗ کی توفیق دے۔ آمین

زیرِ نظر کتاب پاکستان میں سفرِ نعت کی رُوداد پر مشتمل ہے۔ جناب عزیز احسن نے پاکستان میں اُردو نعت کے ارتقا اور فروغ کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کو سمیٹتے ہوئے نمایاں نعت گو شاعروں کے ساتھ نعت کے منفرد میلانات اور رجحانات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ یوں ایک مضمون میں اُردو نعت کے کم و بیش چھ سات عشروں کا منظر نامہ پیش کیا ہے۔ عزیز احسن اُردو نعت کی وہ معروف شخصیت ہیں جنہوں نے نعت کی تخلیق کے ساتھ ساتھ صنف نعت کے آداب و مسائل اور نعت نگاروں کے بارے میں تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔ وہ 'نعت رنگ' کے مستقل مضمون نگاروں میں شامل ہیں۔ گزشتہ سالوں میں انہوں نے اپنی تنقیدی صلاحیتوں سے کئی ایسے مضامین لکھے جن میں نہ صرف کئی نعت نگاروں کے تخلیقی اثاثے کا تعارف کروایا گیا بلکہ ہر ایک کے اسلوبِ خاص کے بارے میں بھی معلومات فراہم کیں یہ مضامین اور نعتیہ کتب کے حوالے سے 'نعت رنگ' میں شائع ہونے والے تبصرے نہ صرف زیرِ جائزہ کتاب یا نعت نگار کے فکر و فن پر روشنی ڈالتے ہیں بلکہ نعت کی صنف کے بارے میں اہم امور و مسائل کے ذیل میں بھی کئی مفید مطلب نکات سامنے لاتے ہیں۔ جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ مصنف کی تحریر اس کے اپنے خیالات و افکار کا آئینہ بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح عزیز احسن کے مضمون و تبصرہ جات بھی نعت کے باب میں ان کے تصورات کے عکاس ہیں۔ ان کے درج ذیل مضامین کے عنوانات دیکھئے اس سے ان کے مطالعات کے تنوع کا اندازہ ہوتا ہے۔

شاہ انصار الہ آبادی کی شاعری (شمارہ ۱) جاذب قریشی، جدید تر لہجے کا شاعر، (شمارہ ۳) شاخِ غزل پہ مدحت کے خوشنما پھول (شمارہ ۵) صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری (شمارہ ۶) مظفر وارثی کا نعتیہ آہنگ (شمارہ ۷) کلامِ رضا میں مناقبِ صحابہؓ اور امہات المومنینؓ (شمارہ ۱۸) نظر لکھنوی، ایک گمنام قادر الکلام نعت گو (شمارہ ۱۹) قمر رعینی کی نعتیہ شاعری (شمارہ ۲۰) ______ ان مضامین کے علاوہ بھی نعت کے باب میں ان کا کام نعتیہ کتب پر تبصروں کی صورت میں شائع ہُوا ہے۔ اشاریہ نعت (شمارہ ۱ تا ۲۰) مرتبہ محمد سہیل شفیق نے صفحہ ۱۳۶۔۱۳۹) پر عزیز احسن کے

چھیاسٹھ تبصروں کی نشاندہی کی ہے جو نعت کے حوالے سے معاصر نعت گو شاعروں اور نعت کے متعلق چھپنے والی کتابوں پر ہیں۔ وہ 'نعت رنگ' کو تبصرہ و تعارف کے لئے ملنے والی کتابوں کے مستقل تبصرہ نگار ہیں۔ عزیز احسن کے یہ تبصرے ایک وقیع کتاب کا مواد اور ضخامت رکھتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کا مطالعہ جناب عزیز احسن صاحب کی نعت سے گہری وابستگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ ان کتابوں اور ان کے تخلیق کاروں کے مختلف نعتیہ میلانات و رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے نعت کے کم و بیش تمام قدیم و جدید رویوں، نعت کے ضمن میں اصناف کی رنگارنگی، اسالیب کا تنوع، نادرہ کاری، میلانات کے تجربے، شعری محاسن اور نعت کی صنف سے متعلق بیسوؤں ایسے موضوعات ہیں جو عزیز احسن کے زیر مطالعہ رہے ہیں۔ ان کی مصروفیات کا نمایاں حصہ نعت آثار مشاغل سے عبارت ہے۔ وہ دوسرے ناقدین نعت کے مقابلے میں زیادہ تجربہ کار ریسرچ سکالر ہیں۔ اس باب میں ان کا وقیع تحقیقی مقالہ ایک جداگانہ جائزے کا متقاضی ہے۔

اُردو نعت نے وطنِ عزیز میں اپنے ارتقاً کی جو منزلیں طے کی ہیں اور جن نعت نگاروں نے اس صنف کی تزئین و آرائش میں مقدور بھر حصہ لیا ہے عزیز احسن نے دستیاب معلومات اور محدود وقت میں انہیں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس سفر کا سال بہ سال، شاعر بہ شاعر، کتاب بہ کتاب اور شہر بہ شہر کا احوال نامہ مرتب کرنا ایک فرد کے بس کی بات نہیں۔ ادارے کا کام جب ایک فرد کے سپرد ہوتا ہے تو بعض اوقات کچھ پہلو تشنہ بھی رہ جاتے ہیں یہ ایک فطری امر ہے۔ بقول میرابائی:

کاگج تھوڑا ، ہتھ گھنا سو اب لکھا نہ جائے
ندیا بھیتر جل بہت ہے گاگر نہیں سمائے

[اے محبوب کاغذ تھوڑا ہے اور لکھنے کو بہت کچھ ہے۔ جذبات ندی کے پانی کی طرح ہیں ندی کا پانی گاگر میں کیسے سما سکتا ہے]

اور یہاں تو ممدوحِ کائنات کی توصیف و ثنا کو مرتب کرنے کا مسئلہ ہے۔ بقولِ غالب جس کی تخلیق 'بہ یزداں گزاشتیم' والا کام ہو اس کے مدح نگاروں کے ہمہ پہلو ترتیب و تدوین کا کام ایک مقالہ نگار کیسے کر سکتا ہے؟ اُردو نعت کے کئی حوالوں سے مطالعات ہو سکتے ہیں شاعر وار، کتاب وار، زمانہ اور سن وار، مسلک وار، اسلوب وار اور مقام وار______ گزشتہ تین چار عشروں سے کئی شہروں کے حوالے سے علاقائی مطالعاتِ نعت بھی سامنے آئے ہیں۔ ہر جائزہ مضمون اور مقالہ ____ نعت کے باب میں کوئی نہ کوئی تازہ معلومات دے جاتا ہے۔ یہ بات تو

طے ہے کہ یہ واحد صنف ہے جس کے بارے میں مضمون نگار سے مسلکی تعصب یا مذہبی وابستگی کی بنا پر کسی اخفا کی دانستہ توقع نہیں کی جا سکتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے محبت کا فطری تقاضا ہے کہ ان کے مدح نگاروں کے تذکار میں بھی حتی الامکان ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے اور پوری دیانتِ فکر سے کوشش کی جائے کہ یادنگاری میں 'حق بحقدار رسید' کا مرحلہ خوش سلیقگی سے طے ہو جائے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک مضمون میں نعت نگاروں کی سعی جمیلہ کو پورے طور پر سمیٹنا ایک کٹھن کام ہے۔ میں نے گزشتہ ربع صدی میں کئی ایسے مضامین دیکھے ہیں۔ جن میں سہواً نہایت اہم نعت نگاروں کا ذکر رہ گیا ہے، جناب عبدالعزیز خالد، بقول ڈاکٹر سید عبداللہ ایک مخترع نعت نگار ہیں اور اردو ہی نہیں اسلامی زبانوں اور مملکتوں میں جہاں کہیں بھی اور جب کبھی بھی نعت لکھی گئی اور اب بھی جو نعت لکھی جا رہی ہے۔ خالد اپنے فکروفن اور اسلوب کے اعتبار سے بالکل منفرد نعت نگار ہیں۔ نعت کی گزشتہ پندرہ صدیوں میں منحمنا، فارقلیط، حمطایا، طاب طاب اور عبدہٗ ____ عبدالعزیز خالد کی یک کتابی طویل نظمیں، نعت کے ضمن میں ان کی دیگر منظومات اور رباعیات اپنی تشریح و تفہیم کے لیے ایک ادارے یا سپیشل چیئر کی متقاضی ہیں۔ وہ عوام کے نہیں خواص کے نعت نگار ہیں۔ خواص میں بھی خاص علمی مزاج اور قاموسی مطالعہ رکھنے والے شاعروں کے شاعر ____ کئی نعتیہ مطالعات میں وہ نظر انداز ہو گئے ہیں اور کچھ تذکروں میں ان کی خدمات کو ایک دو سطروں میں نمٹا دیا گیا ہے۔ اسی طرح اُردو نعت کے دورِ جدید میں پچاس اور ساٹھ کی دہائی کے نمایاں اور اولین شاعروں میں ایک نام حافظ مظہر الدین کا ہے۔ نعت کے بعض تذکرہ جاتی مضامین میں ان کا نام بھی رہ گیا ہے ____ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ کسی دانستہ روّیے کا نتیجہ نہیں۔ نعت کے باب میں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

محبت چون تمام افتد رقابت از میاں خیزد
طوافِ شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازد

[محبت کی تکمیل کا نتیجہ رقابت کا ختم ہونا ہے۔ جب محبت مکمل ہوتی ہے تو (چاہنے والوں کے درمیان) رقابت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر پروانے ایک دوسرے سے مل کر ایک ہی شعلے کا طواف کرتے ہیں (ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے آپس میں لڑتے نہیں)۔

نعت اور صاحبِ نعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے طیب تذکرہ

نگاروں میں تو دُور دُور تک حسد و رقابت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ناموں کی کثرت کے سبب۔ محدود وقت میں نعت نگاروں کی فہرست مرتب کرنے میں البتہ سہو و نسیان ہو سکتا ہے کہ نعت کے منظر نامے پر پوری نظر نہ جائے اور اس کے کچھ پہلو تشنۂ اظہار رہ جائیں۔ جیسے عیدین کی نماز میں صفیں مرتب کرتے وقت عام طور پر پہلی دو چار صفوں ہی کی ترتیب کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کھلے میدانوں میں آخری صف کو ترتیب دینے کا نہ وقت ہوتا ہے اور نہ ہجوم اور کثرتِ افراد کے سبب ایسا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ نعت کاروں کے اسماء کو ترتیب دیتے وقت بھی بعض اوقات اہم اور منفرد نعت نگار شمار سے رہ جاتے ہیں یا اُن کی ترتیب و مرتبہ کا ذکر غیر متوازن ہو جاتا ہے۔

عزیز احسن اُردو نعت کے معاصر منظر نامے کی وہ سعید روح ہیں جنہوں نے نعت کے باب میں قلم اُٹھاتے ہوئے تو کیا نعتیہ مضامین کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی ہمیشہ احتیاط سے کام لیا ہے اور اس صنف سے وابستہ افراد کے تذکار میں ہمیشہ احترام و آداب کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کا ایک اہم مضمون 'نعت اور تصورِ مقصودِ کائنات' (مطبوعہ نعت نگار شمارہ ۲۰) اسی حوالے کا عکاس ایک اہم اظہاریہ ہے۔ جس میں نعت نگاروں سے بھی صنفِ نعت کے تقاضوں اور قرینوں کے اظہار کے بارے میں احوط (بہت محتاط) رہنے کا تقاضہ کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر طویل مقالہ پاکستان میں نعت کے سفر کے حوالے سے ایک اہم دستاویز ہے۔ اس میں کچھ ناموں اور کچھ کاموں کا تذکرہ رہ گیا ہوگا۔ لیکن سفرِ نعت کی اس رُوداد میں گزشتہ چھ سات عشروں کے اہم سنگ ہائے میل کی نشاندہی ضرور ہو گئی ہے جو اس عظیم پیش رفت کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو وطنِ عزیز میں نعت کے ثروت مند مستقبل اور ہمارے نعت نگاروں کے روشن اور بے کنار امکانات کی نورانی جھلک لیے ہوئے ہے۔ ان معروضات کا اختتام محبی عزیز احسن کے لئے دعائیہ رباعی پر کرتا ہوں:

تذکارِ مدحت گویاں کی نسبت
حاصل ہو دین و دنیا کی عزت
جیتے جی تو پائے سر افرازی
مر کر آقا کی آغوشِ رحمت

○○○

پروفیسر انوار احمد زئی

تقدیم

ڈاکٹر عزیز احسن کا نام نعتیہ ادب کے انتقادی حوالوں میں اب استناد کے درجے پر ہے۔ موصوف کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بھی نعت کی تاریخ کے ساتھ اس کے ارتقاء اور بطور صنفِ ادب جیسے موضوعات پر مشتمل تھا جسے موصوفؒ نے اس شان سے نبھایا کہ یہ مقالہ صنفِ نعت کی تفہیم اور تحسین کا حوالہ بن گیا۔

یہاں یہ بات کرنا غیر متعلق نہیں ہوگا کہ ڈاکٹر عزیز احسن کے یہاں نقد و نظر کے پیمانے بھی روایتی اور رواجی نہیں ہیں۔ ان کے انتقادی رویے میں جو ارتکازِ فن نظر آتا ہے وہ ان کے درون کے جذبوں کا آئینہ دار ہے۔ وہ محض تحقیق کی غرض سے فنِ نعت گوئی کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ وہ حُبِّ رسول کی سرشاری کی ناقابلِ بیان خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہیں اور پھر اپنے موضوع کو اسی کیفیت سے معنبر کرتے نظر آتے ہیں۔ اس قدر یقین سے یہ تاثر قائم کرنے کی وجہ میرے سامنے ان کی تازہ کاوش ہے جسے "پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر" کا عنوان دیا گیا ہے۔

نعت ریسرچ سینٹر کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی اس انتقادی دستاویز کو کیا نام دیا جائے؟ یہ سوال مشکل ہے۔ اس لئے کہ عموماً بعض تخلیقات کو آسانی کے ساتھ کسی ایک عنوان کے تحت لے آیا جاتا ہے اور پھر اسے تحقیقی کام، تنقیدی جائزے، تاریخی کاوش یا توسیعی، توصیفی، توجیہی نوعیت کی اصطلاح سے تعبیر کر دیا جاتا ہے مگر یہ سب تقاضے اگر یکجا نظر آئیں تو آپ اس نگارش کو کیا نام دیں گے۔ سوائے اس کے کہ اسے بھی نعت سے نسبت کا صدقہ یا تصرف تسلیم کر لیا جائے اس لئے کہ عزیز احسن کا منشورِ حیات ہی یہ ہے کہ

اک صنفِ سخن جس کا تعلق ہے نبیؐ سے
صد شکر کہ نسبت ہے طبیعت کو اسی سے

"پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر" میں موجود یہ اشارہ بجائے خود اہم ہے کہ ماضی قریب

تک اردو کے علمی خزینے میں نعتوں کی خوشبو تبرک کے طور پر محسوس ہوتی تھی۔ شاعری کے مجموعوں میں حمد و نعت سے آغاز کو ایمانی جمال سے آراستہ اور فکری جہت سے مرصع جان کر تبرک کا استعارہ سمجھا جاتا تھا، اور بس!! پھر یوں ہوا کہ نعت کو جو از منہ قدیم ہی سے بطور صنف ہمارے روحانی اور ایمانی ورثے میں اپنا خاص اور مقتدر مقام رکھتی چلی آئی ہے، اسے نئے جذبوں اور نئے اسلوب کے ساتھ کہا جانے لگا جس کے لئے ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنی جانب سے ایک عجب دعویٰ کیا ہے جس پر یقین کرنے کو جی چاہتا ہے، وہ کہتے ہیں ''میرے نزدیک اقبال کا یہ شعر جدید نعتیہ شاعری کا نقطۂ آغاز ہے۔''

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اگر ڈاکٹر عزیز احسن کا یہ دعویٰ درست مان لیا جائے تو اقبال کے تخصصات میں ایک امتیاز کا اور اضافہ ہوگا جس پر مزید کام کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عزیز احسن نے کچھ ایسے شعراء کے ایسے نعتیہ اشعار بھی اس کاوش میں شامل کئے ہیں جن سے ندرتِ اظہار کے نئے دریچے کھلتے ہیں...... فی الحال اس تعلق سے ایک حوالہ!

''بار یاب'' میں انور مسعود، جو شعری نسبتوں میں اپنی وجۂ شہرت مزاحیہ و فکاہیہ انداز سے رکھتے ہیں، جب نعت کہتے ہیں تو عجب رنگ کے ساتھ

وہ چاہتا تھا رہ و رسمِ زندگی بدلے
بگڑ گیا تھا جو اندازِ بندگی بدلے
بھٹک گیا تھا جو اسلوبِ آگہی بدلے
اُسے یہ دُھن تھی کہ اندر سے آدمی بدلے
وہ دورِ حضرتِ گردوں رکاب کیا کہنا
وہ انقلابِ سعادت مآب کیا کہنا

ندرتِ اظہار، شاعر کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے مگر اس کو استحسان کی منزل سے گزار کر تقابلی انداز میں نعت فہموں تک پہنچانا اپنی جگہ قابلِ تحسین بات ہے۔

عزیز احسن نے اپنی تازہ کاوش میں کمال یہ کیا ہے کہ پہلے تو آزادی کے بعد نعت کے تعلق سے پاکستان میں ہونے والی یا محسوس کی جانے والی یا تسلیم کی جانے والی ارتقائی کیفیت کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا۔ اس میں ایک طرف تو نعت گو شعراء میں سے ہر ایک کا مختصر ادبی تعارف اور فکری تاثر پیش کیا اور پھر التزام کے ساتھ ان کے نمونہ ہائے کلام دیئے ہیں، دوسری طرف ان تخلیقات کے پس منظر کو اور رسائل و جرائد کے حوالوں کو مرکوزِ نظر رکھا گیا ہے۔ پھر جن نعت گو شعراء کے مجموعہ ہائے کلام منصۂ شہود پر آچکے ہیں ان کے حوالے اور اشارے دیئے گئے ہیں جبکہ نہایت اہم اور موضوع سے ذرا مختلف مگر چونکا دینے والا بظاہر لازمی اور ضروری موضوع آخر میں شامل کیا گیا ہے اور یہ حصہ آدابِ نعت گوئی کے بارے میں۔ گویا کہ نعت کہنے کو طبیعت کس شاعر کی نہیں چاہتی مگر صرف رجحانِ طبع ہی کافی نہیں اس فن کو برتنے اور اس نعت کو حاصل کرنے کے لئے جس احتیاط، اہتمام، التزام اور احترام کی ضرورت ہے اس کا مختصر نصاب بھی دیدیا گیا ہے۔ اسی لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ نعت پر متذکرہ موضوع کا ہرگز یہ تقاضہ نہ تھا کہ اس آخری باب کو بھی ضبطِ تحریر میں لایا جاتا مگر سچ یہ ہے کہ یہی القائی کیفیت ہے جو عزیز احسن کے جذبۂ حُبِ رسول گا انعام ہے۔

اس تحقیقی اور تنقیدی (انتقادی) زاویوں پر مشتمل اس تخلیق میں کئی مراحل ایسے آتے ہیں جہاں رک کر بار بار زیرِ بحث ذیلی عنوان پر غور کرنے کو جی چاہتا ہے اور پھر اس میں مصنف کے اپنے خیال کی پرکھ کی داد کے ساتھ ساتھ موضوع کو آگے بڑھانے کو بھی جی کرتا ہے۔ ایسا ہی ایک مرحلہ دورانِ مطالعہ اس وقت آیا جب موصوف نے حضرت ابوالخیر کشفی کے ایک اعتراض کو محاکاتی انداز میں بیان کیا ہے۔ کشفی مرحوم کا اعتراض فیض احمد فیض پر تھا کہ انہوں نے (فیض نے) اتنا کہا اور شاعری کی دنیا میں اہم مقام حاصل کرلیا مگر انہیں نعت کہنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ اعتراض جب فیض تک پہنچا تو انہوں نے ہاجرہ مسرور کے گھر پر ہونے والی ملاقات میں کشفی مرحوم سے کہا ”آپ تو ادب کے استاد ہیں، کیا آپ اپنے طالب علموں کو اس بُتِ ہزار شیوہ سے متعارف نہیں کراتے جسے غزل کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمدردی اور دلِ بیدار کے ساتھ میری غزلوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو نعت کے اشعار مل جاتے“ اور پھر فیض نے اپنا یہ شعر پڑھا۔

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں، تری محفل سے آئے ہیں

بات یہاں تک ہوتی تو موضوع سے متعلق ان کے تقاضے پورے ہو جاتے مگر عزیز احسن نعت گو بھی ہیں اور نعت فہم بھی اس لئے ان سے نہ رہا گیا اور انہوں نے فیض اور کشفی مرحوم کے مکالمے میں خود کو شامل کر لیا (عملاً نہیں تبصرے اور انتقادِ فنِ نعت گوئی کی صورت، اس نگارش کو تکمیل تک لے جانے کے لئے) سو وہ رقمطراز ہیں۔

''فیض صاحب کے مکالمے کے بعد کشفی صاحب تو مطمئن ہو گئے تھے لیکن نعتیہ ادب کو معروضی انداز سے دیکھنے والے تو اس شعر میں بھی ''جگر کے داغ'' کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سے انتساب مناسب نہیں سمجھتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سراپا رحمت ہیں، ان کی محفل میں تو جگر کے داغ مٹائے جاتے ہیں۔ زخموں کے لئے نگاہِ لطف و کرم کا مرہم فراہم کیا جاتا ہے۔ وہاں داغ نہیں ملتے، داغوں کا مداوا کیا جاتا ہے۔''

یہ ہے معروضی انتقادی رویہ، جس میں بے لاگ تبصرہ اور بے غرض اور برملا اظہار تمنا صریر خامہ بن جاتا ہے۔ مجھے اس مرحلے پر یہ خیال بھی آیا کہ حضرت فیض نے اپنی غزلوں میں ایسے اشعار کی تلاش کا کام قاری پر کیوں چھوڑ دیا جہاں ان کے بقول بتِ ہزار شیوہ صفت غزل میں کوئی حوالۂ بت شکن بھی آ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے عزیز احسن کی فکری جہت کی تائید میں یہ خیال بھی آیا کہ خود ہم نے بطور سامع بھی اپنے انداز اور رویے سے ایسی غلطیاں کی ہیں جن کے باعث مجرد غزل اور نعت کی تفہیم میں الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ مانا کہ نعت گوئی کے لئے کسی بھی صنفی سانچے کی ضرورت نہیں۔ نعت غزل کے انداز میں بھی ہو سکتی ہے اور نظم یا کسی اور صنف کی صورت میں بھی، مگر اس کا اظہار اتنا واشگاف ہونا چاہئے کہ اسے نعت یا نعت کا شعر ہی سمجھا جائے، اسے سمجھانے کے لئے کسی شارح، کسی ناقد، کسی ناصح اور کسی استاد کی ضرورت پیش نہ آئے۔ یہ بات میں اس لئے بھی عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے بعض غزلوں کو اور خصوصاً فارسی غزلوں کو جو مقتدر شعراء اور اکابر سخنوروں سے منسوب ہیں انہیں قوالوں کے گائے جانے پر نعت سمجھ لیا ہے، اس کی تصحیح بہت ضروری ہے۔ ایسی

مثالیں کئی ہیں، خفیف سے اشارے کے طور پر تو حضرت امیر خسرو کی غزل کے اس مطلع کو بھی بنایا جاسکتا ہے کہ

خبرم رسیدہ ام شب کہ نگار خواہی آمد
دلِ من فدائے را ہے کہ سوار خواہی آمد

اس غزل کے اگلے اشعار صاف طور پر بلکہ چیخ چیخ کر اسے روایتی غزل بتا رہے ہیں اور قوالی میں غزل سن کر داد دینے پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ متدین اکابر اور صوفیا غزلوں کی سماعت بھی بڑی توجہ اور محبت سے کرتے رہے ہیں، مگر انہیں نعت سمجھ کر سننا، اپنی جگہ جواب طلب سوال ہے۔ ایسی دوسری مثال بھی حضرت امیر خسرو کی شہرہ آفاق غزل سے منسوب ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم

اس مطلع میں پھر بھی خفیف سے نعتیہ اشارے کی موجودگی کو قبول کر بھی لیا جائے تو اس غزل کے اگلے اشعار تو پھر توجہ اور سوچ دونوں کو دعوت دیتے ہیں، یعنی یہ کہ

پری پیکر نگارے سرو قدِ لالہ رخسارے
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم

خصوصاً آفتِ دل کی ترکیب، تفکرِ مزید کی دعوت دیتی ہے...... البتہ اس غزل کا مقطع یقیناً نعت ہے یعنی یہ کہ

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اسی طرح کسی غزل میں التزاماً نعت کا شعر آجائے تو اس کی وجہ سے پوری غزل کو نعت سمجھنا مناسب نہیں اس لئے یہ عمل عزیز احسن ہی کے انتقادی رویوں کا مطالبہ کرتا ہے۔

نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت امیر خسرو کی متذکرہ بالا غزل کے بارے میں ہمارے سوئے ظن ہی کے تناظر میں رحمٰن کیانی نے یہ اشعار تخلیق کیے جن کا تذکرہ کسی حوالے کے بغیر عزیز احسن نے بھی کیا ہے۔

ان کی توصیف میں بھی سوء ادب کی باتیں
نعت میں ساقی و مے، بزمِ طرب کی باتیں
بے محابانہ قد و عارض و لب کی باتیں
شام ہجراں کا بیاں وصل کی شب کی باتیں
ایسی باتیں کہ اگر منہ سے نکل جاتی ہیں
سن کے بے پردہ خواتین بھی شرماتی ہیں
باعثِ شرم و ندامت ہیں جو سوچیں سمجھیں
حسن اور عشق نگاراں کی رواجی باتیں
قافیوں اور ردیفوں کو بدل کر جن میں
شاعرانِ عجم و ہند کی بنتی نعتیں
تالیاں پیٹ کے سُر تال میں گانے کے لئے
زیرِ محرابِ حرم رقص دکھانے کے لئے

اس تعلق سے ذرا عزیز احسن کا تجزیاتی اور تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں کہ "حالی سے قبل کی نعتیہ شاعری کا وافر حصہ ایسے ہی مضامین پر مشتمل تھا۔ حالی نے مسدس میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو بدلنے کی کوشش کی اور یقیناً بعد کی شاعری پر حالی کے نظریہ نعت کے اثرات مرتب ہوئے اور سیرت النبیؐ کے جواہر نعتیہ اشعار میں اپنی چمک دکھانے لگے۔"

عزیز احسن نے اپنے طویل تجزیاتی مقالے میں خود ہی اپنی محدودات اور مقصودِ تحقیق کو بیان کر دیا ہے، وہ کہتے ہیں "اس مقالے میں ہمیں مختصراً یہ بتانا ہے کہ پاکستان میں نعت میں کن کن شعراء کی شعری کاوشیں منظرِ عام پر آئیں۔ کن کن شعراء نے اس صنف کو باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر

اپنایا اور کون کون سے اہل ہنر مدحیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نعت گوئی کا علمی سطح پر کن کن لوگوں نے تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیا۔ اور یہ کام کس حد تک اطمینان بخش ہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ مختلف شعراء کے انفرادی نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اجتماعی انتخاب مرتب کرنے میں کن کن اہلِ فکر ونظر نے دلچسپی لی اور ان کی ان کاوشوں سے نعت کو ادبی سطح پر روشناس کرانے میں کیا مدد ملی؟''

اپنے منشور کے اس واشگاف اعلان کے بعد جس طرح اس مقصد کے حصول کے لئے تحقیقی زاویے بنا کر عزیز احسن نے اپنے اہداف پورے کئے ہیں انہیں دیکھ کر مسرت بخش حیرت ہوتی ہے اور رشک بھی آتا ہے۔ کتنا بڑا ذخیرہ نعت ہے۔ جس سے گزرنے کی ہمت کی گئی ہے اور کس قدر وسیع جولانگاہِ فکر ہے۔ جس کا احاطہ کیا گیا ہے اس تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ عزیز احسن کا تازہ کام بھی تحقیقی منصب کے جملہ تقاضے پورے کرتا نظر آتا ہے اور کسی بھی طرح پی ایچ ڈی کے مقالے کا ہم سر ہے۔ خدا کرے کہ انہیں اس کام پر ڈی لٹ کی سند کا مستحق سمجھا جاسکے۔

عزیز احسن کے موجودہ کام میں جو ایک اور امتیازی شان محسوس کی جاسکتی ہے وہ ایک جیسے مضامین یا ایک ہی زمین کی تعریف میں آنے والی نعتوں کا خوبصورت اور بدیہی حوالہ، اکابر شعراء اور خصوصاً فارسی سرمایے سے تعلق کا اشارہ کرتے ہوئے گزرتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ہی نظر میں قاری کو اساتذہ کے کلام سے ہم رنگ جدید شعراء کے انداز کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان میں خسرو، سعدی، جامی، امیر مینائی، غالب، حالی اور اقبال سب آجاتے ہیں، کچھ اشارتاً کچھ کنایتاً...... اور کچھ صراحتاً اسی طرح عزیز احسن نے غیر مسلم شعراء اور خصوصاً صاحبانِ کتب شعراء کی نعتوں کا بالالتزام تذکرہ کیا ہے جس سے اندازا ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ کی شخصیت بلا امتیازِ مذہب و مسلک سب کے لئے نمونہ علم وعمل ہے۔ اس نوع کے حوالے تشکیل پاکستان سے قبل بھی ملتے ہیں اور بعد میں بھی۔ یہاں عزیز احسن نے بطور خاص مسیحی نعت گو نذیر قیصر کی شاعری کو بھی موضوع بنایا ہے اور اس ضمن میں جو خلاقانہ فقرہ تشکیل دیا ہے اسے شاعر کے جملہ کلام پر اجمالی تبصرہ کہا جاسکتا ہے، وہ کہتے ہیں ''نذیر قیصر کی مدحیہ شاعری کا محرک آرزوئے تخلیق کا بے ساختہ پن ہے جس نے اس شاعری کو

پرکشش بنادیا ہے' ان کے صرف دو اشعار ۔

چوموں پاؤں ہجرت والے
ہجرت والے برکت والے
کونپل کونپل شبنم شبنم
لمحے بھیج، بشارت والے

منفرد انداز، حسّی کیفیت، محسوساتی منصب اور عقیدت سے آراستہ تمنا۔ مجھے یہاں ایک اور غیر مسلم شاعر یاد آرہا ہے جس کا مولود پاکستان ہے، خطہ نوشہرہ ہے اور جو پاکستان کی تشکیل کے بعد بہت برے حال میں نقل مکانی پر مجبور ہوا تھا اور جس نے اور نعتوں کے ساتھ ایک نعت، نظم کی صورت میں، جدّہ کے مستقر پر اس دوران کہی جب وہ ریاض جانے والی پرواز کے انتظار میں تھا، اس نعت کا روپ اور آہنگ بھی جدا ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ اس قدر و قیع اور بسیط کاوش سے آراستہ اس کتاب میں یہ نعت بھی آجائے۔ شاعر کا نام ہے ستیہ پال آنند اور نعت یوں ہے!

حضور اکرمؐ
فقیر اک پائے لنگ لے کر
سعادتِ حاضری کی خاطر
ہزاروں کوسوں سے آپؐ کے در پر آگیا ہے
نبیؐ برحق
یہ حاضری گرچہ نامکمل ہے
پھر بھی اسے قبول کیجئے
حضورؐ، آقائے محترم
یہ فقیر اتنا تو جانتا ہے
کہ قبلۂ دید صرف اک فاصلے سے اس کو روا ہے

اس کے نصیب میں مصطفیٰؐ کے در کی تجلیاں دور سے لکھی ہیں
نبی اکرمؐ
وہ سایۂ رحمتِ پیمبرؐ
جو صف بہ صف نمازیوں کے سروں پہ ہے
اس کا ایک پرتو
ذرا سی بخشش
ذرا سا فیضانِ عفو و رحمت
اسے بھی مل جائے
جو شہہ مرسلیںؐ
دست دعا اٹھائے کھڑا ہے اک فاصلے پہ، لیکن
نمازیوں کی صفوں میں شامل نہیں ہے آقا

عزیز احسن نے یوں تو ہر شاعر اور اس کی خدمات کا نہایت عمدہ اور مربوط طرز میں احاطہ کیا ہے مگر خصوصیت سے جن شعراء کی کاوشوں کا تفصیلی ذکر کرنا مناسب سمجھا ان میں دیگر کے علاوہ لالہ صحرائی اور صبیح رحمانی شامل ہیں۔ ان دونوں کی علمی کاوشوں کا تقاضہ بھی یہی تھا تاہم میں یہاں بطور خاص ترویج نعت اور تفہیم نعت کے تعلق سے جو کام عزیز گرامی قدر صبیح رحمانی نے انجام دیا اور مسلسل دے رہے ہیں اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ موضوع متعلقہ کا تقاضہ ہے کہ اسے بطور خاص سمجھا جائے۔ صبیح رحمانی نہ صرف نعت گو ہیں بلکہ انہوں نے اپنے فن کو صرف حمد و نعت گوئی ہی کے لئے وقف کر رکھا ہے اور پھر جب وہ نعت کہتے ہیں تو حسن و جمال کے سارے تقاضے پورے کرنے کے بعد وجدان و شعور کے در وا کرنے کا بھی غیر محسوس اہتمام کرتے ہیں جس کا صرف ایک حوالہ ان کے فن کی گہرائی اور گیرائی کا شاہد بن سکتا ہے۔ مطلع ہے۔

ہوش و خرد سے کام لیا ہے
انؐ کا دامن تھام لیا ہے

اس کے ساتھ ہی ان کے کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' نے جو عالمی ادب پر اثرات مرتب کیے ہیں اور جویانِ علم کے لئے سامان سیرابی فراہم کیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے اس لئے پاکستان میں اردو نعت کے ادبی سفر میں اس پرچے کا تذکرہ مردف غزل میں ردیف جیسا لازمی درجہ رکھتا ہے۔

عزیز احسن نے اپنے مقالے کے لئے موجود منابع سے ممکنہ حد تک استفادہ بھی کیا ہے اور ان کا احاطہ بھی۔ اس ضمن میں خود عزیز احسن معترف ہیں کہ ''پاکستان میں نعتیہ ادب کی رفتار کا سال بہ سال جائزہ لینے کی روایت حفیظ تائب مرحوم نے قائم کی تھی۔ راجا رشید محمود، غوث میاں، چودھری محمد یوسف ورک قادری اور طاہر قریشی وغیرھم نے نعتیہ کتب کی فہرستیں تیار کیں۔'' عزیز احسن نے ان حوالوں کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اس ذخیرۂ عظیم و بسیط کا احاطہ ایک مقالے میں ممکن نہیں اس لئے چیدہ چیدہ اشعار کو حوالہ بنایا جا رہا ہے مگر میرا خیال ہے کہ اس خزینۂ بے بدل کا جس طور عطر کشید کیا گیا ہے وہ اس مقالے کو طبلۂ عطار بنا رہا ہے۔

عزیز احسن نے ہر صنفِ سخن میں کہی جانے والی نعتوں سے اپنے مقالے کو مرصع کیا ہے۔ ان میں نظمیں بھی ہیں، غزلوں کے رنگ میں کہی گئی نعتیں بھی، رباعی، مخمس، مسدس کے انداز میں آراستہ نعتیں اور پھر سرناموں کے اعتبار سے سلام اور قصیدے کے آہنگ میں کہی گئی نعتیں بھی۔ سلام میں اکبر وارثی میرٹھیؒ، احمد رضا خاں بریلویؒ، حفیظ جالندھری اور ماہر القادری کے مشہور عالم سلاموں کا حسین و جمیل تاثراتی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ اسی طرح قصائد کی طرز میں پیش کئے گئے ہدایہ نعت کا خصوصیت سے تذکرہ ہے۔ جس میں قدماء کے ساتھ عہد حاضر کے شعراء میں صبا اکبر آبادی کا قصیدہ (دست دعا میں) عبدالعزیز خالد کا منحمنا (طویل میمیہ قصیدہ) اور سبطین شاہ جہاں پوری کا قصیدہ (قلزمِ انوار میں) کی طرز ادا کو اہتمام و احترام سے موضوع سخن بنایا ہے۔

اسی طرح عزیز احسن نے نہایت محنت اور کاوش سے نعت گو شعراء کی فہرست بھی مرتب کی ہے اور اُن کے مجموعہ ہائے کلام کے ناموں کو بھی ضبطِ تحریر میں لائے ہیں تاہم بعض نام ایسے ہیں جنھیں اس فہرست کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ ان میں نیر حامدی شامل ہیں جو احمد رضا فاضل بریلوی کے شہرۂ آفاق سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی تضمین کے حوالے سے مشہور ہونے والے

اختر الحامدی کے بڑے بھائی تھے اور ان کا نعتیہ مجموعہ ''نعت نیر'' کے زیرِ عنوان موجود ہے۔ جن کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ہوتا ہے دم زدن میں وہ عاصی خطا سے پاک
جس پر ذرا ہو چشم عنایت رسولؐ کی

ان کے برادر اختر الحامدی کی نعت کے مجموعے کا نام ''فکر جمیل'' اور ''نعت نگر'' ہے اس کے علاوہ ان کے دو مجموعے مثنوی کی طرز میں ذکر ولادت اور ذکر سفر معراج کے موضوعات پر بھی نظم کیے گئے اور شائع ہوئے ہیں ان میں سے پہلے کا نام جمالِ رسولؐ ہے اور دوسرے کا کمالِ رسولؐ۔

خلیل مارہروی جو مفتی محمد خلیل خاں برکاتی کے نام سے ایک متدین اور مقتدر شخصیت تھے اور جنہوں نے تقسیم کے بعد حیدر آباد میں پہلا دینی مدرسہ قائم کیا جو آج تک فیض رسانِ خاص و عام ہے او جس کا نام جامعہ احسن البرکات ہے۔ ان کا مجموعہ نعت بھی ''جمالِ خلیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس کی تقدیم معروف محقق ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تحریر کی تھی۔

درد اسعدی، اسعد شاہ جہاں پوری کے شاگردِ رشید تھے، ان کی نعتوں کا مجموعہ ''چراغ کعبہ'' کے نام سے شائع ہوا اور راقم نے اس کی تقریظ لکھی تھی جبکہ درد اسعدی نے 77 شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب بھی شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا ''ثنائے خواجۂ کونین''۔ بسمل آغائی کی نعتوں کا مجموعہ ''سلسلہ خواب'' مجلس مصنفین نے 1980ء میں شائع کیا تھا۔ حبیب نقش بندی کے مجموعے کا نام ''نذرِ حبیب'' ہے اور اسے رضوی کتب خانہ اردو بازار لاہور نے 1990ء میں شائع کیا تھا۔ تہور زیدی کے نعتیہ مجموعے کا سرنامہ ''نمودِ صبح'' تھا اور یہ مجموعہ 1988ء میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔

آباد محمدی کی نعتوں کے مجموعے کا نام ''ایوانِ نعت و سلام'' ہے جسے منظر بک ڈپو حیدر آباد نے شائع کیا۔ خادمی اجمیری کے مجموعۂ نعت کا نام ''نکہت و نور'' ہے جسے بزم فروغ ادب حیدر آباد نے شائع کیا۔ بدر ساگری کا مجموعۂ نعت و حمد ''القلم'' کے زیرِ عنوان 1985ء میں شائع ہوا۔ پیکر اکبر آبادی کے مجموعۂ نعت کا نام ''خیر الوریٰ'' ہے۔ ضامن حسنی کے نعتیہ کلام کے مجموعے کا نام ''ضامنِ حقیقت'' ہے جسے بزمِ فروغ ادب حیدر آباد نے 1986ء میں شائع کیا۔ اسی طرح مقبول شارب کا مجموعۂ نعت

بعنوان ''مہرِ جہاں تاب'' 1986ء میں بزم فروغِ ادب حیدر آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

ان سب شعراء اور ان کے مجموعہ ہائے نعت کا تفصیلی تذکرہ اور تعارف سہ ماہی ادبی مجلّہ ''عبارت'' کے حیدر آباد ادب نمبر میں موجود ہے تاہم اس وقیع مقالے میں ان ناموں کا اعادہ یقیناً اس موضوع پر تحقیق مزید کرنے کے لئے سود مند بھی ہو سکتا ہے اور شاید محرک بھی!!

دراصل نعت گوئی کا سفر کائنات فہمی کا سفر ہے۔ جیسے جیسے زمانہ ارتقاء پذیر رہے گا ویسے ویسے عالمِ امکاں احاطۂ تسخیر میں آتا رہے گا اور یہ ادراک حقیقت میں محتاج وجدان ہوگا۔ جسے عرفان کی ضیا ملے گی صرف وہی ذاتِ رسالت مآب سے وابستگی اور سیرت رسول ختمی مرتبت کی تفہیم وتقلید سے منزل یاب ہوگا۔ یہ کام ایک طرف محراب ومنبر سے ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے، ہوتا رہے گا۔ مگر دوسری طرف عہد موجود کے نوجوان کو نئے امکانات سے روشناس کرانے اور طبیعات سے مابعد الطبیعات تک کے سفر سے آشنا کرنے کے لئے نعت گو شعراء کے لفظ ومعنٰی، صوت وآہنگ اور دہان سپاس گزاراں ہی کو ذریعہ بنایا جائے تو تاثیرِ افکار جمیل سے نشاۃ الثانیہ کی سبیل ہو سکے گی۔

اس حوالے اور تعلق سے ہر نعت گو کی سعی جمیل وحسین اور اس ارتقائی سفر کو تجزیاتی تحقیق اور انتقادی استناد سے گزارنے والی شخصیات کو توفیق الٰہی اور کراماتِ رسول محترم ﷺ سے یقیناً مقبولیت کی منزلت نصیب ہوگی (انشاء اللہ) .... اور ان میں عزیز احسن جیسے سرتاپا فدائے حب نبی ﷺ کا نام شامل ہو یہ تمنا اس کتاب کے ہر قاری کی ہوگی جو میری بھی ہے اور یہ آرزو بھی اس عزم کے ساتھ جو خاطر غزنوی کی زبان سے یوں ہے۔

آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبدِ خضریٰ کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسمِ دل پر چھائی بہاریں نعت کہیں
ذکر نبیؐ کی شبنم شبنم چلی ہوا
رحمت کی ہر سو ہیں پھواریں نعت کہیں

ایک سفر ہے عشق سمندر صحرا کا
آؤ کشتی پار اتاریں، نعت کہیں

ooo

کیا بنے بات.........؟؟؟

مضمون اور کتاب میں جو فرق ہے وہ اہلِ علم و دانش کی نظر سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔ میں اپنے مضمون کو کتابی شکل دینے میں ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کرتا رہا ہوں۔ لیکن صبیح رحمانی کی خواہش تھی کہ یہ مضمون کتابی شکل میں بھی شائع ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اپنی قلم برداشتہ تحریر کو کچھ عنوانات دے کر اس قابل بنانے کی کوشش کی ہے کہ اگر قاری کسی خاص حصے سے دلچسپی لے تو فہرست سے اسے مدد مل جائے۔

اس مضمون کا ایک طویل پس منظر ہے۔ ۱۹۸۱ء میں، میں نے نعتیہ انتخاب ''جواہر النعت'' مرتب کیا تھا۔ اسے دیکھ کر سٹی کالج کے استاد پروفیسر وسیم فاضلی (مرحوم) نے ''پاکستان میں نعت گوئی'' کے عنوان سے ایک مضمون سپردِ قلم کرنے کا حکم دیا جو ۱۹۸۳ء میں کالج کے مجلے میں شائع ہوا۔
۱۹۹۵ء میں جب صبیح رحمانی نے ''نعت رنگ'' کا اجراء کیا تو میں نے اس میں مضامین لکھے جن کو ہندو پاک کے بہت سے اہلِ علم نے سراہا۔ ۱۹۹۹ء میں مولانا ملک الظفر سہسرامی، مدیر: سہ ماہی الکوثر، سہسرام، بھارت، کی فرمائش پر اپنا مضمون ''پاکستان میں نعت گوئی'' از سرِ نو لکھا اور انہیں بھجوا دیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ مضمون انہوں نے شائع کیا یا نہیں؟ لیکن کراچی سے آفتاب کریمی کی ادارت میں شائع ہونے والے کتابی سلسلے ''سفیرِ نعت'' میں وہ شائع کر دیا گیا۔ مارچ ۲۰۰۳ء میں ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' منظرِ عام پر آئی تو مذکورہ مضمون اس کتاب میں بھی شامل تھا۔

دسمبر ۲۰۱۳ء کے وسط میں پاکستان اکادمی ادبیات، اسلام آباد، سے عاصم بٹ صاحب نے اطلاع دی کہ ''ادبیات'' کا نعت نمبر نکل رہا ہے......... پھر مجھے ''پاکستان میں اردو نعت'' والے مضمون میں عصری نعتیہ ادب کی صورتِ حال کے تناظر میں کچھ اضافے کرنے کی ترغیب دی۔ بعد ازاں میرا مضمون کمپوز کروا کے مجھے برقی ڈاک سے بھجوا دیا۔ عاصم بٹ صاحب کی تحریک پر میں نے کچھ اضافے کر دیئے اس طرح ان سے کیا ہوا وعدہ پورا ہو گیا۔ لیکن ''ادبیات'' کے نعت نمبر میں صفحات کی گنجائش کی کمی کے باعث بہت سارے اشعار حذف کرنے پڑے۔ ایک آدھ جگہ کمپوزر نے تحریف بھی کر دی۔ مثلاً صفحہ نمبر 247 پر احسان دانش کے اشعار اور کتب کو نیساں اکبر آدی سے

منسوب کر دیا۔

میری تحریر کو ادبی تاریخ یا تذکرے کے طور پر دیکھنے سے اس میں بہت سی خامیاں نظر آئیں گی اس لیے عرض کردوں کہ میں نے پاکستان میں نعت گوئی کی نہ تو تاریخ لکھی ہے نہ تذکرہ نگاری میرا میدان ہے۔ میں نے تو صرف صاحب کتاب اور نمایاں نعت گو شعراء کے تخلیقی میلانات کا خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مستقبل کا کوئی باہمت لکھاری، اپنی تنقیدی بصیرت بروئے کار لا کر مجھ سے بہتر انداز میں پاکستان میں اردو نعت کے ادبی سفر کا احوال قلم بند کر سکے گا...............ان شاء اللہ!!!

محمد عاصم بٹ صاحب (مدیر سہ ماہی ''ادبیات'' اسلام آباد) کی تحریک پر میں نے اپنی پرانی تحریر کو نئی شکل دی ہے اس لیے وہ میرے شکریے کے مستحق ہیں۔ محترم ڈاکٹر ریاض مجید اور محبی پروفیسر انوار احمد زئی نے میری کاوش کو سراہا، ان دونوں حضرات کا رسمی طور پر صرف شکریہ ادا کر دینا کافی نہیں ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ لفظوں میں احساسات کی حرارت منتقل کرنے کی کوئی اور صورت بھی تو نہیں ہے۔ اللہ ان حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے (آمین)!

کمپوزنگ کے اصولوں کے لیے میں نے ہمیشہ اپنے استاد بھائی معراج جامیؔ (تلمیذ فدا خالدی دہلوی) سے مدد لی ہے۔ کتاب کی تزئین کے سلسلے میں بھی ان کی کاوش قابلِ قدر ہے۔ اس لیے وہ بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں۔ صبیح رحمانی، شہیدِ نعت ہیں۔ ان کی محبتوں کا صلہ اس شہید کے صلے سے کیا کم ہو سکتا ہے جس کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا ع

صلۂ شہید کیا ہے؟ تب تابِ جاودانہ!

.........اللہ انہیں صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے (آمین)!

عزیز احسن

ڈائرکٹر نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

جمعرات: ۲۷؍شعبان ۱۴۳۵ھ مطابق: ۲۶؍جون ۲۰۱۴ء

A-12، بلاک 13، گلستانِ جوہر، کراچی۔ 75290

سیل: 0333-5567941

تخلیقِ پاکستان کے بعد کی ادبی فضا:

کرہ ارض پر، پاکستان کا وجود مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا عکس ہے۔ کیوں کہ اس کا خواب دیکھنے والوں نے اسے اسی طرح اپنے تصورات کا حصہ بنایا تھا۔ خطبہ الہٰ آباد میں اقبالؒ نے فرمایا تھا:

''ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے'' (خطباتِ اقبالؒ۔ ص ۸۳)

علامہ اقبالؒ کی تمنا تو بر آئی لیکن پاکستان میں ''اسلام'' ایک تمدنی قوت کے طور پر 65 سال گزر جانے کے بعد بھی نہیں اُبھر سکا۔ عملی سیاست کے حصہ لینے والوں میں بیشتر اسلام گریز حکمتِ عملی اپناتے رہے اور پاکستانی ادب کی تخلیق میں بیشتر شعراء وادباء کی تخلیقی صلاحیتیں لادینی ادب تخلیق کرنے میں صرف ہوتی رہیں۔ اس فضا میں نعت کی تخلیق شعراء کے لیے عار ٹھہری۔ یہاں تک کہ فیض جیسے مقبول اور دینی پس منظر رکھنے والے شاعر کے ہاں نعت نہیں ملتی۔ لیکن جب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی نے ایک ٹی وی پروگرام میں اس کمی کا ذکر کیا تو ایک محفل میں فیض صاحب نے ان کی توجہ اپنی غزلوں کے ایسے اشعار کی طرف مبذول کروائی جن کے مفاہیم میں نعت کا پہلو بھی نکلنے کی گنجائش تھی۔ ڈاکٹر کشفی لکھتے ہیں:

''ہوا یوں کہ ٹیلی ویژن کے ایک مذاکرے میں، میں نے کہا کہ اردو کے ہر بڑے شاعر کے کلام میں ہمیں نعت نظر آتی ہے...... عہد حاضر کے ایک بڑے اور اہم شاعر کے کلام میں ہمیں نعت کا جلوہ نظر نہیں آتا...... اس واقعے کے کچھ عرصے بعد بہن ہاجرہ مسرور نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی.......... (نعت اور تنقیدِ نعت ص ۱۰۵)

وہاں فیض صاحب نے کشفی صاحب سے کہا:

''آپ تو ادب کے استاد ہیں۔ کیا آپ اپنے طالب علموں کو اس بتِ ہزار شیوہ سے متعارف نہیں کراتے جسے غزل کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمدردی اور دلِ بیدار کے ساتھ میری غزلوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو نعت کے اشعار مل جاتے، اور اس مختصر گفتگو کے بعد فیض صاحب نے اپنا یہ شعر پڑھا:

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ

جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں'' (ایضاً)

فیض صاحب سے مکالمے کے بعد کشفی صاحب تو مطمئن ہو گئے تھے لیکن نعتیہ ادب کو معروضی انداز سے دیکھنے والے تو اس شعر میں بھی ''جگر کے داغ'' کا حضورِ اکرم ﷺ کی محفل سے انتساب مناسب نہیں سمجھتے۔ حضور ﷺ اکرم تو سراپا رحمت ہیں اُن ﷺ کی محفل میں تو جگر کے داغ مٹائے جاتے ہیں۔ زخموں کے لیے نگاہِ لطف و کرم کا مرہم فراہم کیا جاتا ہے۔ وہاں داغ نہیں ملتے، داغوں کا مداوا کیا جاتا ہے۔

نعت نگاریِ کی طرف شعراء کا مجاہدانہ اقدام:

بہرحال، اس واقعے سے اندازہ ہوا کہ پاکستان میں ادب کی ملحدانہ فضا کے باعث، فیض جیسا بڑا شاعر بھی نعت لکھنے سے کتراتا رہا۔ غزلوں میں اتفاقیہ طور پر کسی شعر کا نعتیہ آہنگ اختیار کر لینا اور بات ہے اور بالقصد نعت کہنا اور بات ہے۔ نسخہ ہائے وفا میں فیض کی ایک فارسی نعت موجود ہے جو غالباً ان کی زندگی کے آخری دور کی یادگار ہے لیکن اردو میں ان کی نہ تو کوئی نعت ہے اور نہ ہی غالب اور اقبال کی طرح فیض کی کسی غزل میں واضح طور پر کوئی نعت کا شعر وارد ہوا ہے۔

با ایں ہمہ، ادب کی اس فضا میں بھی فکرِ اسلامی کے علم بردار کچھ مجاہدین نے نعتیں کہیں اور خوب کہیں ان کا ذکر شمیم احمد نے بڑے اچھے پیرائے میں کیا ہے:

''قیامِ پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ کا طرزِ عمل اپنے ہی نصب العین کے خلاف حرکت کرتا ہے، اور اس سے مایوسی اور شکست خوردگی پیدا ہوتی ہے، تو ادب کے ایک طالب علم کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ادب کے جدید علمبرداروں کی

صفوں سے مختار صدیقی، یوسف ظفر، قیوم نظر نکل نکل کر اس ذاتِ گرامی کے حضور نذرانہء عقیدت پیش کر رہے ہیں، جس کا پرتو بھی چند سال قبل تک ان کی شاعری پر نہیں پڑا تھا۔ نعت گوئی نے اردو شاعری کے جدید اسلوب میں اس طرح اپنی لازوال قوت کا ثبوت دیا ہے"(سیارہ ڈائجسٹ، رسول ﷺ نمبر، جلد دوم، ص ۴۷۴، نومبر ۱۹۷۳ء)

فضا کی اس تبدیلی میں قلم کے ان مجاہدین کا وافر حصہ تھا جن کو"رفعنا لک ذکرک"([اے نبی ﷺ] ہم نے تمھاری خاطر تمھارے ذکر کا آوازہ بلند کردیا) کے اعلانِ ربانی کے تحت نعت گوئی کی خصوصی توفیق ارزانی ہوئی تھی۔ دراصل اللہ رب العزت نے حضورِ اکرم کے رفعِ ذکر کے دیگر طریقوں کے ساتھ ساتھ تمام سعید روحوں کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی تعریف و توصیف کرنے کا وظیفہ سونپ دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں تو ابتدا ہی سے تمام حق شناس لوگ بلا امتیازِ مذہب و ملت، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدحت گزاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد جس نئی زبان کا یہاں پودا لگا اور اس کی کونپلیں نکلیں تو ان میں حرف مدحتِ خیر البشر ﷺ کی مہک تھی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اس خطے کی جانب سے حضور رسول اکرم ﷺ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔۔۔ جسے اقبال نے یوں نظم کیا ہے:

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

نعت نگاری میں بے احتیاطیوں کی نشاندہی کا رجحان:

لیکن جیسا کہ ہر صنف سخن کے ساتھ ہوتا ہے، اردو نعت بھی اپنی ابتدا سے حالی کے عہد تک روایتی مضامین اور مخصوص شعری اسالیب کی اسیر رہی جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سے والہانہ عشق کا اظہار ہوتا تھا۔ بیش تر نعتیں غزل کی طرح ہجر و وصال کے مضامین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مدحت

نگاری کی یہ روش بہت بعد تک قائم رہی اور آج بھی زیادہ تر نعت گو شعراء اسی روش پر قائم ہیں۔ اسی لئے ایک مجاہد نعت رحمٰن کیانی کو یہ کہنا پڑا تھا کہ:

اُن کی توصیف میں بھی سوء ادب کی باتیں
نعت میں ساقی و مے، بزم طرب کی باتیں
بے حجابانہ قد و عارض و لب کی باتیں
شام ہجراں کا بیاں وصل کی شب کی باتیں
ایسی باتیں کہ اگر منہ سے نکل جاتی ہیں
سن کے بے پردہ خواتین بھی شرماتی ہیں
باعث شرم و ندامت ہیں جو سوچیں سمجھیں
حسن اور عشقِ نگاراں کی رواجی غزلیں
قافیوں اور ردیفوں کو بدل کر جن میں
شاعران عجم و ہند کی بنتی نعتیں
تالیاں پیٹ کے سُر تال میں گانے کے لئے
زیر محرابِ حرم رقص دکھانے کے لئے

نعتیہ شاعری میں جدیدیت کے فکری عناصر:

حالی سے قبل کی نعتیہ شاعری کا وافر حصہ ایسے ہی مضامین پر مشتمل تھا۔ حالی نے مسدس میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو بدلنے کی کوشش کی اور یقیناً بعد کی شاعری پر حالی کے نظریہء نعت کے اثرات مرتب ہوئے اور سیرت نبوی ﷺ کے جواہر نعتیہ اشعار میں اپنی چمک دکھانے لگے۔ حالی سے قبل صرف محسن کاکوروی ایسے شاعر نظر آتے ہیں جن کی شاعری نے ادبی مکالمے (literary discourse) کی راہ ہموار کی۔ لیکن نعتیہ ادب کو زندگی سے قریب کرنے کی کوشش حالی ہی کے ہاں

نظر آتی ہے۔ پھر اقبال نے نعت کے نئے آفاق دریافت کئے۔ میرے نزدیک اقبال کا یہ شعر جدید نعتیہ شاعری کا نقطہء آغاز ہے:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں!

اس کے باوجود ایک طویل عرصے تک نعت کو ادبی صنفِ سخن کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ نعتیہ شاعری کو ادبی سطح پر قابل قبول صنف بنانے میں کچھ عوامل بھی مانع تھے مثلاً اس صنف سخن کی طرف ہر کہہ ومہ کا مائل ہو جانا اور مستند شعراء کا اس طرف کم کم آنا۔ اس طرح نعتیہ ادب میں مقدار کا تو اضافہ ہوا لیکن معیاری کام کی حد درجہ کمی نے نقادانِ ادب کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ اب تک اس میدان میں مردان کار کی کمی محسوس کی جارہی ہے۔ گو تنقید کا کام شروع ہو چکا ہے لیکن ابھی تو صرف ابتدا ہوئی ہے۔

مقالے کے اہداف:

اس مقالے میں ہمیں مختصراً یہ بتانا ہے کہ پاکستان میں نعت میں کن کن شعراء کی شعری کاوشیں منظر عام پر آئیں۔ کن کن شعراء نے اس صنف کو باقاعدہ صنف سخن کے طور پر اپنایا اور کون کون سے اہل ہنر مدحیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نعت گوئی کا علمی سطح پر کن کن لوگوں نے تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیا، اور یہ کام کس حد تک اطمینان بخش ہے؟ اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ مختلف شعراء کے انفرادی نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اجتماعی انتخاب مرتب کرنے میں کن کن اہل فکر ونظر نے دلچسپی لی اور ان کی ان کاوشوں سے نعت کو ادبی سطح پر روشناس کرانے میں کیا مدد ملی؟......... اختتام پر نعتیہ شاعری کی نزاکتوں کے حوالے سے بھی کچھ معروضات پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو نعت پر اب تک جو کام ہوا ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان بننے کے بعد جس قدر کام اس صنف شریف پر ہوا، پاکستان کے قیام سے پہلے اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں تو زیادہ تر محافل میلاد کی

ضرورتوں کے پیشِ نظر نعتیں کہی جاتی رہی تھیں یہی وجہ ہے کہ ادبی افق پر محسن کاکوروی کے سوا کوئی اور نعت گو مخصص نہ ابھر سکا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا نام شعراء سے زیادہ علماء اور عوام میں چمکا۔ عشقِ رسول ﷺ کی صداقت اور نعتیہ ادب میں مسلسل محنت نے بہرحال انہیں قبولیت عام اور بقائے دوام کا درجہ دلوا دیا۔ اکبر میرٹھی کے سلام کے بعد سب سے زیادہ مقبولیت مولانا ہی کے سلام (ع مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام) کو حاصل ہوئی۔

نعتیہ ادب کی تخلیق کا پاکستانی پس منظر:

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کچھ عرصہ قبل خواجہ محمد اکبر خان وارثی میرٹھی نے "میلادِ اکبر" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جسے پاکستان میں بھی سب میلاد ناموں سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بالخصوص اکبر وارثی کا لکھا ہوا سلام اس قدر مقبول ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی اس کی گونج سنائی دے رہی ہے:

یا نبی ﷺ سلام علیک یا رسول ﷺ سلام علیک
یا حبیب ﷺ سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

مولانا ظفر علی خان تحریک پاکستان کے جواں ہمت سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قلمی جہاد میں صرف کر دیں، وہ خود فرماتے ہیں:۔

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصے۔۔۔!
مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

مولانا کے نعتیہ کلام میں اسوۂ حسنہ کے نمونے اور پیامِ محمدی ﷺ کے پرتو سے لفظ لفظ جگمگا رہا ہے۔ اگرچہ بہارستان اور چمنستان، علی الترتیب ۱۹۳۷ء، ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکی تھیں لیکن پاکستان کی فضاؤں میں مولانا کی نعتوں کی گونج کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آپ کا سن وفات ۱۹۵۶ء ہے:۔

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے چھوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ ﷺ

فقط دو حقائق پہ دنیا ہے قائم
بقائے خدا ہے دوامِ محمد ﷺ

اے کہ آرائش ہماری داستاں کی تجھ سے ہے
اے کہ افزائش ہماری عز و شاں کی تجھ سے ہے
ملت بیضا کی رونق تیرے دم سے برقرار
تمکنت اس باتجمل کارواں کی تجھ سے ہے
تیرے آب و رنگ سے رنگیں ہے ایراں کا چمن
جلوہ ریزی گلشنِ ہندوستاں کی تجھ سے ہے
سایہ پرور تیری رحمت کا حرم بھی دیر بھی
سود اور بہبود بہمان و فلاں کی تجھ سے ہے
امت مرحوم کے درد جگر کے چارہ ساز
ساری تاثیر اس کی فریاد و فغاں کی تجھ سے ہے
ساری دنیا بن گئی ہنگامہ زارِ کشت و خوں
کچھ اگر امید ہے امن و اماں کی تجھ سے ہے

فتنہء قادیانیت کے خلاف جو قلمی جہاد ہوا، اس میں بھی مولانا ظفر علی خاں پیش پیش تھے:۔

نبی ﷺ کے بعد نبوت کا ادعا ہو جسے
ہر ایسے بطل خرافات سے خدا کی پناہ

پاکستان کے اولین نعت نگار:

پاکستان کے ابتدائی دور کے نعت نگار شعراء میں ماہر القادری، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، محشر رسول نگری، علامہ ضیاء القادری بدایونی، علامہ سیماب اکبر آبادی، اثر صہبائی، اختر

الحامدی، صبا اکبر آبادی، رعنا اکبر آبادی، صبا متھراوی، اقبال صفی پوری، ادیب رائے اور وفا ڈبائیوی کے نام آتے ہیں۔ یہ تمام شعراء شعر و سخن کی کلاسیکی قدروں کے محافظ تھے۔ ان کی نعتوں میں زبان کی صفائی بھی ہے اور قادرالکلامی کی شان بھی۔ ان کی شاعری میں حضورﷺ کے حسن صوری سے زیادہ حسن معنوی کا بیان ہے۔

ذکر جمیل کی اشاعت نے ماہرالقادری کو نعت گو شاعر کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا۔ ان کی مدحیہ شاعری میں سب سے زیادہ شہرت ان کے لکھے ہوئے سلام کو ملی جو منظر عام پر آتے ہی گویا کلاسیک کا حصہ بن گیا:۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
کلا حرا کے غار سے وہ نازشِ مسیح
سارے جہاں کے درد کا درماں لئے ہوئے
کھول دیئے اک آن میں تو نے حقیقتوں کے راز
ایک نظر میں توڑ دی تو نے حدِ تعینات
تیرے جلال کے حضور سطوت روم سجدہ ریز
تیرے قدم پہ جبہ سا شان و شکوہ سومنات

حفیظ جالندھری نے شاہنامہء اسلام میں حضورﷺ کی سیرت اور آپﷺ کے غزوات کا

تفصیلی ذکر کیا ہے۔ شاہنامہ کے حصہ اول میں سلام کے اشعار میں حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں ملتا ہے۔ یہ بھی سلام ہی ہے:۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب ﷺ سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہراک ذرے کو تابانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خلق کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

بہزاد لکھنوی کی شاعری میں ہجر مدینہ سے پیدا ہونے والی تڑپ ہے، انہوں نے ایک مجبور مدینہ کی دلی کیفیات کو بڑے موثر طریقے سے شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور بیان تصنع سے پاک ہے اس لیے ان کی شاعری جذبوں کی زبان بن گئی ہے:۔

دل یہ کہتا ہے ہر دم مدینے چلو
دور ہو جائیں گے غم مدینے چلو
یا تو دل تھام کر ضبط کرتے ہوئے
یا تو بادیدۂ نم، مدینے چلو
چاہتے ہو اگر چارۂ زخمِ دل

مل ہی جائے گا مرہم مدینے چلو
میرے کانوں میں بہزاد جیسے کوئی
کہہ رہا ہے یہ پیہم مدینے چلو

اے درد کے مارے تجھے اک راز بتادوں
ہر غم کو بھلاتی ہے فقط یادِ مدینہ
اب لکھنوئی رہنے کی تمنا نہیں مجھ کو
اللہ بنادے مجھے بہزاد مدینہ
مرا حال دیکھو! مرا حال سمجھو
صدائے دلِ بے صدا ہے مدینہ
میں ذوق طلب تیرے قربان جاؤں
تصور میں جلوہ نما ہے مدینہ

علامہ ضیاء القادری بدایونی ایک عالم دین تھے، ان کی شعری دانش نعت گوئی کے لئے وقف تھی۔ اس صنف شریف کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ آستانہ دہلی میں ان کی نگارشات باقاعدگی سے شائع ہوتی رہیں۔ پاکستان میں ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ تھا جو نعت گوئی کے فروغ میں منہمک تھا۔ ''خزینہء بہشت'' موصوف کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ''دربار نبی ﷺ'' کے نام سے ان کا منظوم سفرنامہء حجاز بھی شائع ہوا تھا۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:۔

ہے سرخیِ روداد جہاں نور محمد ﷺ
افسانہء تخلیق بعنوانِ نبی ﷺ ہے
کلمہ میں تشہد میں نمازوں میں اذاں میں
ہر نغمہء توحید میں اعلان نبی ﷺ ہے
چراغ حریم نظر ہے مدینہ

شبستانِ خیرالبشر ﷺ ہے مدینہ
جہاں سر کے بل آتے جاتے ہیں قدسی
محبت کی وہ رہگذر ہے مدینہ
ہے دوری میں لطفِ حضوری میسر
رگِ جاں سے نزدیک تر ہے مدینہ

علامہ سیماب اکبر آبادی، شعر و سخن کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی شاعری زبان و بیاں کے اعتبار سے قابل توجہ اور قادر الکلامی کے حوالے سے قابل رشک ہے۔ نعت میں بھی ان کی سخنوری کی خصوصیات مضمون کی عظمت اور آہنگ کی موزونیت کے ہم قدم چلتی ہیں:۔

آدمی کو اپنی نوعِ آدمیت پر ہے ناز
فخر ہے ذات محمد ﷺ آدمیت کے لئے
وہ نبی کل کہ جس کے دست حق پیوست پر
پیڑ اور پتھر بھی جھک جاتے تھے بیعت کے لئے
بوریے پر فقر کے بیٹھے گدایانِ رسول ﷺ
تھی یہ کوشش دل کی دنیا پر حکومت کے لئے
عازمِ طیبہ ہوں جب سیمابؔ اہلِ کارواں
مجھ کو بھی ہمراہ لے لیں اپنی خدمت کے لئے

سلام اے صبحِ کعبہ! السلام اے شام بت خانہ
تو چمکا بزمِ آذر میں بہ انداز خلیلانہ
حریمِ پاک تیرا وہ بلند ایواں حقیقت کا
جہاں جبریل بھی ناچیز سا ہے ایک پروانہ
کہیں تو زندگی پیرا، بہ اندازِ لب عیسیٰ
کہیں تو خطبہ فرما، اوج طائف پر کلیمانہ

اگر پیرو ترا یہ عالمِ ایجاد ہو جائے
تو اک انساں ہی کیا، کل کائنات آزاد ہو جائے
خراب فردِ عمل ہو نہ جائے اے سیماب
اسے جنابِ رسالت مآب ﷺ دیکھیں گے
نہ آئیں جا کہ وہاں سے یہی تمنا ہے
مدینے جا کہ نہ لائے خدا مدینے سے

(سازِ حجاز)

محشر رسول نگری نے فخر کونین کے زیرِ عنوان ایک طویل مسدس لکھا جس میں رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت مطہرہ کو نظم کا جامہ پہنایا، اردو نعت کی تاریخ میں یہ ایک اہم اور منفرد کارنامہ ہے۔ قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور موزوں پیرایہ بیاں کے حوالے سے یہ کاوشِ ہنر لائق صد ستائش ہے۔ فخر کونین کو اردو کے کسی بھی معروف مسدس کے ساتھ رکھ کر پڑھا جا سکتا ہے۔ اس مسدس میں واقعاتی صداقتیں، حسیاتی صداقتوں سے ہم آہنگ ہو کر تخلیقی سطح پر ابھر کر سامنے آئی ہیں:۔

کوئی حسب میں آپ سے بڑھ کر نہیں ہوا
کوئی نسب میں آپ سے بہتر نہیں ہوا
تبلیغ حق میں آپ کا ہمسر نہیں ہوا
عیسیٰ کا اور کوئی مبشر نہیں ہوا
روزِ ازل سے پہلے بھی مولائے کل تھے آپ ﷺ
آدم تھا ماء وطیں میں کہ ختم الرسل تھے آپ ﷺ
حضرت کے بعد آ نہیں سکتا کوئی نبی
عاقب بھی ہیں حضور ﷺ بہ صد شانِ دلبری
اس پر بھی ہو جو کوئی نبوت کا مدعی
جھوٹا ہے نابکار ہے، کاذب ہے، مفتری!

خیر الرسل ﷺ ہی ماحئ کفر و ضلال ہیں
آئینہ دارِ شانِ جلال و جمال ۔۔۔ ہیں

کامل جونا گڑھی کا ''مسدس کامل'' بھی ۱۹۵۴ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا جو عقیدت کے جذبات سے لبریز اور متن کے اعتبار سے خاصی حد تک مستند ہے۔ سلام کے چند بند ملاحظہ ہوں:

الصلوٰۃ والسلام اے محفلِ امکاں کے صدر
الصلوٰۃ والسلام اے آسمانِ دیں کے بدر
الصلوٰۃ والسلام اے آفتابِ چرخِ قدر
الصلوٰۃ والسلام اے ماحیء طغیان و غدر
الصلوٰۃ والسلام اے گوہرِ دُرجِ شرف
الصلوٰۃ والسلام اے نیّرِ برجِ شرف
اے شہِ یٰسیں لقب اے سرورِ طٰہٰ خطاب
اے خدا کی شان کے نورِ مجسم بے نقاب
اے نذیرِ بے نظیر اے مانعِ قہرِ عذاب
اے نویدِ سر بلندی ہادیء اوجِ صواب
شافعِ محشر محمدؐ الصلوٰۃ والسلام
ساقئ کوثر محمدؐ الصلوٰۃ والسلام

چاہتا ہے جس کو خود خالق وہ ہے صورت تری
خود ثنا خواں ہے خدا جس کا وہ ہے سیرت تری
دل پہ جباروں کے ہے چھائی ہوئی ہیبت تری
کر رہی ہے دنگ اہلِ عقل کو حکمت تری
اے مجسم عقلِ کُل اے خضرؑ کے رہبر سلام

ہادیء لقمان بن داؤد کے افسر سلام
خالق و مخلوقِ باایماں کی جانب سے مدام
تم پہ ہے ہر دم تحیہ اے شہِ ذوالاحترام
کاملِ عاصی بھی ہے اک آپ کے در کا غلام
ہونگاہِ لطف سے منظور اس کا بھی سلام
الصلوٰۃ والسلام اے صاحبِ حسن و جمال
الصلوٰۃ والسلام اے آمنہؓ بی بی کے لال

(مسدسِ کامل، کامل جوناگڑھی، کراچی)

ذہین شاہ تاجی ایک بزرگ شاعر تھے، جن کا سارا کلام تصوف کے رموز و غوامض سے پر تھا۔ ان کی تحریروں میں وحدۃ الوجودی فکر اور عملی متصوفانہ زندگی کی جھلک تھا۔ ان کی نعتیہ شاعری بھی فکری بلندی اور فلسفیانہ طرزِ اظہار کا استعارہ بن گئی۔ گو ان کا کوئی نعتیہ مجموعہ طبع نہیں ہوا لیکن اس صنف میں ان کے رشحاتِ قلم، معیارِ سخن کے اعتبار سے بڑے وقیع ہیں:۔

تعبیر شب غیب شبستانِ محمد ﷺ
والفجر طلوعِ رخِ تابانِ محمد ﷺ

ہے کوئی جو دیکھے رخِ تابانِ محمد ﷺ
ہر دم نگہِ حق ہے نگہبانِ محمد ﷺ

تھے مشک فشاں پیکرِ جاں خلد بداماں
اللہ رے گل ہائے گلستانِ محمد ﷺ

ہر آن نئی شان میں اللہ نمایاں
ہر شان ہے اللہ کی شایانِ محمد ﷺ

نقابِ ہستی الٹ رہے ہیں حجابِ ہستی اٹھا رہے ہیں
وہ ہر تعین سے دور رہ کر ہر اک تعین پہ چھا رہے ہیں

کہیں زمان و مکاں سے باہر حدودِ وہم و گماں سے باہر
تعینِ جسم و جاں سے باہر وہ آپ اپنے کو پا رہے ہیں
فلک ہے لرزاں ملک ہیں ترساں کلیم غش، برقِ طور سوزاں
جلالِ حق کی تجلیوں کو وہ دیکھ کر مسکرا رہے ہیں

ادیب رائے پوری نعت خوانی کے ذریعے نعت گوئی اختیار کی اور سادہ اور عوامی جذبات سے مملو شاعری کر کے فضائے نعت پر چھا گئے۔ انہوں نے نعتیہ ادب میں کچھ نثری کتب کا بھی اضافہ کیا اور نعت گوئی و نعت خوانی بھی جاری رکھی۔ ان کی بعض نعتیں بڑی مشہور ہوئیں۔ ''مقصودِ کائنات ﷺ''، اور ''نذرانہء اشک'' ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰؐ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے
مدینہ جا کے نکلنا نہ شہر سے باہر
خدا نخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے
آج اشک مرے نعت سنائیں تو عجب کیا
سن کر وہ مجھے پاس بلائیں تو عجب کیا
دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
لیکن وہ کبھی خواب میں آئیں تو عجب کیا
کرو جو ذکرِ نبیؐ اشک بار ہو کے کرو
کہ ان کا لطف و کرم بس اسی سے ملتا ہے
ہزار بار بگڑ کر بنی ہے بات مری
جو میں نے رو کے پکارا محمدؐ عربی
درِ مصطفےٰؐ کا منظر مری چشمِ تر کے اندر
کبھی صبح آ گیا ہے کبھی شام آ گیا ہے

اقبال صفی پوری نے کراچی میں بڑے بڑے نعتیہ مشاعرے منعقد کر کے نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملی حصہ لیا۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ''رحمت لقب'' سادہ زبان میں اچھی شاعری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

چاہیے آپؐ ہی کا سہارا ہمیں
اور کوئی سہارا نہیں چاہیے
بس یہی ہے مری انتہائے طلب
ان کے کوچے میں دو گز زمیں چاہیے
مجھ کو ہر لفظ نعتِ نبیؐ کے لیے
پھول سے بھی زیادہ حسیں چاہیے
لے لیا بڑھ کے رحمت نے آغوش میں
میرا دیوانہ پن میرے کام آ گیا
سفرِ حجاز کی منزلیں، بڑی محترم ہیں مسافرو
اے چشمِ دل میں سمیٹ لو یہ غبار کوئے رسولؐ ہے
جاں نثاری کی شان ملتی ہے
بس محمدؐ کے جاں نثاروں میں
اقبال کہاں گم ہیں یہ اہلِ قلم آئیں
نعتِ شہِ دیں لکھیں اعجازِ قلم دیکھیں

آخری شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ اقبال صفی پوری نے عملاً کر کے دکھائی ہے۔ ان کی دعوت پر نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرنے والے بہت سے اہلِ قلم کو واقعی، ان کی تحریک پر، نعت کہنے کی سعادت ملی۔

صبا اکبر آبادی کلاسیکی مزاج کے استاد شاعر تھے۔ ''دستِ دعا'' کے نام سے ان کا ایک نعتیہ مجموعہ شائع ہوا تھا۔ ان کے اشعار ان کی قادر الکلامی کے مظہر ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال دیا
خود مشیت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

قصیدہ شاعری کی مشکل ترین صنف ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ کا شکوہ، بیان کی صفائی، خیال کی بلندی، تخیل کی رنگینی اور تسلسل بیان میں فنی خوبی مطلوب ہے۔ صبا اکبر آبادی کے جو قصیدے ''دست دعا'' میں شامل ہیں ان کے مطالعے سے ان کی فن شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہوں چند اشعار:

صاحب لوح و قلم، سرور و سردار اُمم
سیّد عرش حشم منتخب ہر دو سرا
پیکر نور ازل، تکملۂ علم و عمل
نقش بے مثل وبدل، سارے جہاں میں یکتا
وہ رسول عربی، ہاشمی و مطلبی
جانِ عالی نسبی، رہبر نوحؑ و موسیٰؑ
جس کے دامان عطوفت میں زمانے کو پناہ
وہ یتیموں کا سہارا ہے، ضعیفوں کا عصا
جس کے اخلاق نے تسخیر کیے قلب و نظر
جس کے انصاف کا ہے سارا جہاں مدح سرا
وہ امیں جس کی امانت کے تھے قائل دشمن
وہ سخی جس نے سخاوت کے بہائے دریا

چند اشعار اور دیکھیے:

صباؔ وہ دولت دنیا پہ کیوں نظر ڈالے
جسے نصیب سے حاصل ہو خاک در اس کی!
دور دنیا سے نظام تیرگی اس نے کیا
بزم جاں میں اہتمام روشنی اس نے کیا

جو ملا حکم خدا اس کو، وہی اس نے کیا
مرضیٔ خالق سے کار بندگی اس نے کیا
آدمی پہلے تھے لیکن آدمیت سے الگ
آدمی کو در حقیقت آدمی اس نے کیا
جتنی زنجیریں ہوا و حرص کی تھیں توڑ دیں
ہر مصیبت سے زمانے کی، بری اس نے کیا
اس نے دل میں روشنی بھر دی خدا کے نور کی
گم رہوں کو افتخار رہبری اس نے کیا

۱۹۵۷ء۔۱۹۶۶ء کے عشرے میں چالیس پینتالیس نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ ان شعری مجموعوں کے تخلیق کاروں میں صابر براری، راسخ عرفانی، عزیز حاصل پوری اور عبدالعزیز خالد کے نام نمایاں ہیں۔

صابر براری کے دو نعتیہ مجموعے ''فردوس عقیدت'' اور ''آمنہ کا لال'' تو اسی عشرے میں چھپے۔ ''جام طہور'' بعد کے دور میں آیا۔

حالات جہاں بھر کے الم نشرح ہیں ان پر
رکھتے ہیں وہ ہر گوشۂ عالم کی خبر بھی
ذرات کف پا سے بنے اختر و انجم
روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی
اشجار بھی دیتے ہیں شہ دیں کی شہادت
گویا ہیں ابوجہل کے ہاتھوں میں حجر بھی
مہک پھیلی ہوئی ہے دو جہاں میں
قصیدہ پڑھ رہا ہوں شاہ دیں کا

راسخ عرفانی ایک کہنہ مشق شاعر اور جید عالم دین تھے۔ وہ نعت گوئی کی نزاکتوں سے آگاہ

تھے۔اس لئے اس راہ میں بڑی احتیاط سے قلم اٹھاتے تھے۔''غبارِ حجاز''، ''ارمغانِ حرم'' اور ''ذکرِ خیر'' کے نام سے ان کے مدحیہ کلام کے مجموعے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں:۔

حضور سید عالم ﷺ کا ذکر خیر کرو
خزاں کے دور میں چھیڑو ذرا بہار کی بات

ہوا جو ان کا وہ دنیا سے بے نیاز ہوا
متاعِ دہر کا طالب نہیں گدائے رسول ﷺ

راسخ سخن کے لاکھ حوالے سہی مگر
قائم ہے مدحِ ختم رسل ﷺ سے وقارِ فن

ختم ہے سلسلۂ وحیِ مبیں اے راسخ
کیسے آئے گا نبی کوئی نیا آپ ﷺ کے بعد

''جامِ نور'' کے خالق عزیز حاصل پوری نے بھی اسی عشرے میں نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا اور پھر وہ مسلسل اسی میدان میں رخشِ فکر و ہنر دوڑاتے رہے۔ان کے ایوانِ شعر میں فن کی کلاسیکی قندیلوں کے اجالے پھیلے ہوئے ہیں:۔

عاصیو! رحمتِ عالم کا وسیلہ ڈھونڈو
حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

سب میں ترے کمال کی پرچھائیاں ملیں
پیغمبروں کو معجزہ آرائیاں ملیں

ذکر رسول ﷺ پاک کا دریا ہے موجزن
فکرِ عزیز میں بڑی گہرائیاں ملیں

نعت میں ادبی جمالیات کی جلوہ گری:

عبدالعزیز خالد نے مضامین نعت کو وسعت دی اور اپنی قادر الکلامی، ندرتِ بیاں، لہجے کی

انفرادیت اور زبان دانی کی وجہ سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو اس سے پہلے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کسی کو نہیں ملا تھا۔ ان کی شاعری میں عالمی ادب کی فکری بوقلمونی عکس ریز ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں قدیم و جدید علوم اور السنہ سے ماہرانہ آگاہی رکھنے والا اس قدر اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کا حامل عبدالعزیز خالد کے علاوہ شاید ہی کوئی اور شاعر ہو۔ خالد کا طویل نعتیہ قصیدہ ''فارقلیط'' ۱۹۶۴ء میں کتابی صورت میں آیا تھا۔ بعد میں ان کی کتابیں ''منحمنا''، ''حمطایا''، ''ماذ ماذ''، ''طاب طاب'' اور ''عبدہ'' کے نام سے بھی شائع ہوئیں۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقف سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو موج ہوا ہے
قلمبند ہو کس طرح برگ نے سے
بیاں تیرے حسن گلو سوز کا ہے
شہنشاہ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے
تری ذات فخر بنی نوع انساں
تو صل علیٰ خیر خلق خدا ہے
سنی ام معبد سے تعریف تیری
بہت تجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے
دم گفتگو منہ سے کرنوں کی بارش
دہن مہر تاباں کو شرما رہا ہے
فصوص الحکم تیری پر مغز باتیں
نہاں ان میں رمز دوام و بقا ہے
نہ یہ قول شاعر نہ یہ قول کاہن
یہ میزان و معیار حسن و بہا ہے

(فارقلیط)

عبدالعزیز خالد کی متعدد تصانیف ان کے فن اور قدرتِ اظہار کی آئینہ دار ہیں۔ "مُنْحَمَنّا" ایک طویل میمیہ قصیدہ ہے۔ اس قصیدے کی لغت میں بھی کثیر اللسانی ہنر کے نمونے ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

وہ خوش لقب نبی صالح و رسولِ کریم
عرب کا سید و دیّانِ مرز بومِ عجم
خطاب جس سے ہے اقرء باسمِ ربک کا
ہے جس کے فیض سے معجز نوا صریرِ قلم
نظر جھکا کے کہے مَا اَنَا بِقَادِرٍ
علیم و عالم و اعلم کے لب پہ لَا اَعْلَمُ
لَقَدْ خَشِیْتُ عَلیٰ نَفْسِی اس کے ہونٹوں پر
ہے جو فروغِ تجلّی سے مبشّر و مؤدم
ہے بزمِ راز میں رندوں کے لب پہ ہُو ہُو ہُو
ہے چشمِ مردمِ آگاہ میں وہ پُر شوتم
پُرتیُرنگ مہامد سے جس کو یاد کرے
ہے خلق و خلق و شمائل میں وہ گُرو بزہم
ہے ایلیاہ وہی اور اتتی بھی وہی
وہ درس گاہِ جہاں کا معلّمِ اعظم
مدھو متی کہیں اس کو محمّیم کہیں
وہ تاجدارِ مدینہ، وہ شہر یارِ حرم
وہ نورِ تیُر اکبر، وہ برزخ کُبریٰ
زبانِ پالی میں جو ہے تتھا گتھا سُتّم

(مُنحمَنّا)

ایک سادہ سی نعت بھی ملاحظہ ہو:

گو ہوں یکے از نغمہ سرایانِ محمدؐ

شاید کہ مری لے نہیں شایانِ محمدؐ
میں اور مرا داعیہء عرضِ ہنر کیا
خود ربِ تبارک ہے ثنا خوانِ محمدؐ
ہے پاسِ ادب شرطِ نخستینِ محبت
بد مست نہ ہوں زمزمہ سنجانِ محمدؐ
مرد افگنیء دُردِ تہِ جام کے باوصف
کرتے نہیں گم ہوش کو مستانِ محمدؐ
جو بھی ہے تجلی کہیں، پھوٹی ہے یہیں سے
ہے مطلعِ ہر مہر، گریبانِ محمدؐ
ظلمت کدہء دہر میں لو دیتی رہے گی
تا صبحِ ابد شمعِ فروزانِ محمدؐ
سورج کی طرح یہ بھی دلیل آپ ہے اپنی
محتاجِ نظائر نہیں برہانِ محمدؐ
کیا جانیے کس بات پہ دنیا کو گماں ہے
خالد بھی ہے منجملہء خاصانِ محمدؐ

(ماذماذؐ)

عبدالعزیز خالد وہ خوش نصیب نعت نگار ہیں جن کے فن کی مہک ان کے حینِ حیات نہ صرف پھیلی بلکہ اس کی پذیرائی بھی ہوئی۔ نعتیہ ادب کو ثقہ روایات، اعلیٰ فنی اقدار، زبان و بیان کے مسلمہ معیارات اور اسلوب کی متانت سے روشناس کروانے والے اور کثیر اللسانی تجربات سے نعتیہ شاعری کو باثروت کرنے والے شعراء کی صفِ اول میں عبدالعزیز خالد ہی نظر آتے ہیں۔

اسی اثناء میں آرزو اکبر آبادی، حکیم امانی، وفا ڈبائیوی، اختر الحامدی، سکندر لکھنوی اور ہلال جعفری وغیرہ کی نعتیہ شاعری بھی کتابی صورت میں منظر عام پر آئی۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۶ء تک تقریباً ستر نعتیہ مجموعے طبع ہوئے جن کے مصنفین میں بعض تو ایسے تھے جن کے مجموعے اس عشرے سے قبل بھی منصۂ شہود پر آ چکے تھے۔ جب کہ بعض شعراء پہلی بار

حرم نعت میں داخل ہوئے تھے۔ معروف شعراء میں رعنا اکبر آبادی، حافظ لدھیانوی، ساغر صدیقی، جعفر طاہر، احسان دانش، عاصی کرنالی، عبدالکریم ثمر، عبداللہ ہلال صدیقی اور حافظ مظہر الدین کے نام نمایاں ہیں۔

''تسبیح رعنا'' کے شاعر رعنا اکبر آبادی کا اسلوب، روایت سے پیوستہ ہے:۔

گل معنی کھلا جب رحمۃ للعالمین آئے
مشیت تھی کہ آخر میں بہار اولیں آئے
بڑھایا اور بھی سوز محبت شانِ ہجرت نے
جہاں روشن ہوئی یہ شمع، پروانے وہیں آئے
رسولؐ اللہ کا عرفاں ہے عرفان خدا رعنا
اگر ایماں نہ ہو ان پر خدا کا کیا یقیں آئے

حافظ لدھیانوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''ثنائے خواجہ'' آیا تھا۔ پھر ان کی متعدد کتابیں سرمایہ نعت میں اضافے کا سبب بنیں۔ حافظ لدھیانوی نظم گوئی کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں بھی نظم کا سا تسلسل ہوتا ہے۔ درج ذیل نظم ملاحظہ ہو:۔

ہو نعت اس درجہ حسیں
ہر شعر ہو وجد آفریں!
لیکن تری مدح و ثنا
الفاظ میں ممکن نہیں
اے نازش پیغمبراں ﷺ
اے تاجدار مرسلیں ﷺ
اے مہبط انوار حق
اے محرم اسرار دیں
اے رونق بزم جہاں

اے زینت عرش بریں
اے دولت قلب و نظر
سرمایہ سوز یقیں
خیرالبشر، خیرالوریٰ ﷺ

اے صادق الوعد و امیں
سیرت ہے تیری سر بہ سر
تفسیر قرآن مبیں
تیرے قدم سے ضو فشاں
ہے چاند تاروں کی جبیں
فطرت کا تو شہکار ہے
ثانی ترا کوئی نہیں!
لولاک تیری شان ہے
افلاک ہیں زیر نگیں
تو آخری پیغامبر!
تجھ پر ہوئی تکمیل دیں!

ساغر صدیقی کا مختصر سا مجموعہ نعت ''سبز گنبد'' کے نام سے چھپا تھا۔ ان کا رنگ کلام بھی دیکھتے چلئے:۔

غار حرا کو یاد ہیں سجدے رسول ﷺ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسول ﷺ کی
دامان عقل و ہوش سہارا نہ دے مجھے
چاہت خدا کی بن گئی چاہت رسول ﷺ کی
ساغر تمام عالم ہستی ہے بے حجاب

آنکھوں میں بس رہی ہے وہ خلوت رسول کی

جعفر طاہر قادر الکلام اور ذی علم شاعر تھے، ان کی شاعری کا آہنگ بڑا توانا تھا اور شگفتہ بیانی ان کا طرۂ امتیاز تھی:۔

نہ جلوہ گاہ خطا میں نہ دل ختن میں لگے
ہمارا دل تو شہ دیں کی انجمن میں لگے
وسیلہ بن گئے آخر مری شفاعت کا
ترے جنوں میں جو پیوند پیرہن میں لگے
ہزار داغ ترے عشق میں نصیب ہوئے
ہزار پھول تری نعت کے چمن میں لگے
میں نعت خواں جو ترا ہوں تو پھر عجب کیا ہے
شمار میرا بھی ہونے جو اہل فن میں لگے

احسان دانش اساتذۂ سخن میں شامل تھے۔ ان کے نعتیہ مجموعے "دارین" اور "ابر نیساں" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں جدید لہجوں، اسالیب اور نئے ادبی میلانات اور تازہ رجحانات کو سمجھنے اور اپنانے کا جذبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخری عمر تک ان کی شاعری بوسیدگی کا شکار نہیں ہوئی۔

یوں اس گلی میں چشم تمنا سجائی جائے
پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی جائے
جب میں بجز حضور ﷺ کسی کا نہیں غلام
پھر کیوں کسی کی نازشِ بے جا اٹھائی جائے
عشق رسول ﷺ ہے تو سکوں کی دعا نہ مانگ
یہ آگ لگ گئی ہے تو پھر کیوں بجھائی جائے
اے زہے تقدیر یہ نکلا محمد ﷺ کا مقام
کوئی انسان و خدا کے درمیاں درکار تھا

زندگی پر کیسے کھل جاتے رموز زندگی
قول حق کو ان کا انداز بیاں درکار تھا

احسان دانش کا ایک مسدس ۸۰ صفحات کے کتابچے کی شکل میں طبع ہوا تھا۔ مسدس نویسی کے لئے جس قادر الکلامی، زبان دانی، تاریخی شعور اور فصاحت و بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے، احسان دانش کے مسدس سے مترشح ہیں:۔

ذروں میں تو نے بھانپ لیا خون آفتاب
خود راز ہائے زیست اُلٹنے لگے نقاب
دوڑی ضمیر برف میں خود روح التہاب
مفلوج دست و پا میں مچلنے لگا شباب
ہر بے زباں کو قوت گویائی مل گئی
گم گشتگان جہل کو دانائی مل گئی
بخشا وہ تو نے اپنے غلاموں کو افتخار
حسرت سے دیکھتے ہیں گداؤں کو شہر یار
تیری گلی سے مانگنے آتی ہے گل بہار
تاروں کو اپنا عکس سمجھتا ہے ریگزار!
تلخی کو حق کی، شہد بنایا زبان سے
رشتہ زمیں کا جوڑ دیا آسمان سے

عاصی کرنالی موضوع کے ادراک کے ساتھ ساتھ طرز ادا میں ایک قسم کی اعلیٰ سنجیدگی کے قائل ہیں اور بات کو خوب صورت بنا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ خاصی حد تک کلاسیکی مزاج کی تشبیہات اور استعارات استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے انداز نگارش سے نئے پن کا احساس جنم لیتا ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ ''مدحت'' ۱۹۷۶ء میں منظر عالم پر آیا۔ پھر ''نعتوں کے گلاب'' اور ''حرف شیریں'' کے نام سے دو کتابیں آئیں۔ بعد ازاں یہ کتابیں ان کی کلیات ''تمام و ناتمام'' میں

شامل کر دی گئیں۔

ظاہر ہوا قلم تو محمد ﷺ کے لفظ پر
شیریں ہوئی زباں تو محمد ﷺ کے نام سے
عشاق کو ترے نہ چھوئے گا فنا کا ہاتھ
ہے ان گلوں کا ربط بہار دوام سے
پودوں کے قد نکلتے ہیں کس کی نظر کے ساتھ
تاروں میں جان پڑتی ہے کس کے پیام سے
کہسار سے ثبوت ہے کس کے ثبات کا
موج ہوا میں لوچ ہے کس کے خرام سے
ہے راستوں میں کس کی ہدایت سے راستی؟
منزل میں منزلت ہے کس ارفع مقام سے؟
پہنچوں درِ سرکار ﷺ پہ چاہا تو یہی ہے
آگے مری تقدیر تمنا تو یہی ہے

عاصی کی نعتیہ نظمیں بھی فن پر ان کی بھرپور قدرت اور موضوع کی کامل تفہیم کی عکاس ہیں۔ نعت گو شعرا نے اکثر اظہار عجز کیا ہے، لیکن عاصی نے جس خوب صورتی سے مکالماتی انداز میں اظہار عجز کیا ہے اس کی مثال پوری اردو نعت کی تاریخ میں نہیں ملتی:۔

ثنائے خواجہ میں اے ذہن! کوئی مضموں سوچ
جناب! وادیٔ حیرت میں گم ہوں کیا سوچوں؟
زبان! مرحلہ مدح پیش ہے، کچھ بول
مجال حرف زدن ہی نہیں ہے کیا بولوں؟
قلم! بیاض عقیدت میں کوئی مصرع لکھ
بجا کہا، سرِ تسلیم خم ہے کیا لکھوں؟

حضور ﷺ! عجزِ بیاں کو بیاں سمجھ لیجیے!
تہی ہے دامنِ فن، آستاں پہ کیا لاؤں؟

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے "تجلیات"، "جلوہ گاہ" اور "بابِ جبریل" کے نام سے شائع ہو چکے تھے۔ 2013ء میں ارسلان احمد ارسل نے "کلیاتِ مظہر" بھی مرتب کر دی جس میں ان کا نعتیہ اور عمومی کلام شامل ہے۔ حافظ مظہر الدین نے نعتیہ شاعری میں اپنی پوری تخلیقی صلاحیت صرف کر دی ہے۔ ان کے کلام سے سوزِ دروں، جبرِ اندروں [Internal Urge]، اور فنی در و بست مترشح ہے۔ نعتیہ غزل کا رکھ رکھاؤ اور اسلوب کی دلکشی ملاحظہ ہو:

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل
یہ ہے راہِ سرورِ کون و مکاں آہستہ چل
اے حدی خواں، اے امیرِ کارواں آہستہ چل
ہے شریکِ کارواں اک خستہ جاں آہستہ چل
ملنے والا ہے مرے اشکوں کو بھی رنگِ قبول
ختم ہو لینے دے میری داستاں آہستہ چل

اے شاہِ امم، سرورِ دیں جانِ دو عالم ﷺ
قرباں نگہِ ناز کے ایمانِ دو عالم ﷺ
سمٹی ہے ترے سامنے کونین کی وسعت
پھیلا ہے ترے سامنے دامانِ دو عالم

سید و سرور وقارِ حرم
عظمتِ کعبہ و دیارِ حرم
نقشِ رنگیں، صانعِ قدرت
روغنِ روئے زرنگارِ حرم
مہبطِ وحی و مخزنِ اسرار

غیب آگاہ و رازدار حرم
حسن تخلیق و باعث تخلیق
نازش دو جہاں قرار حرم
اولیں نور، اولیں انعام
آخری جلوۂ بہار حرم
فقر سرمایہ، بوریہ بستر
بے زر و سیم، تاجدار حرم
کیف افروز محفل ہستی
وجہ سرمستی بہار حرم

اسی عشرے میں اعظم چشتی، عبداللہ ہلال صدیقی، ہلال جعفری، سکندر لکھنوی، عبدالکریم ثمر، ساجد اسدی، یوسف ظفر، زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی، اختر الحامدی، خالد محمود خالد نقشبندی، سروسہارن پوری، ضمیر جعفری، شمس وارثی اور منور بدایونی کے نعتیہ مجموعے بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔

سادگی میں پرکاری کی مثال:

منور بدایونی کا نعتیہ کلام ''منور نعتیں'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعدازاں ''کلیاتِ منور'' میں ان کا تمام کلام شامل کردیا گیا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں احوالِ دل بیان کرنے کا سادہ سا انداز ہے۔ اسی سادگی کے باعث ان کا کلام عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے۔ منور بدایونی کی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور علامتوں کا ایچ پیچ نہیں ہے وہ بیانیہ انداز میں شعری حسن پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے شعری عمل میں ان کے قلب کی گرمی اور عشقِ رسول ﷺ کی تپش محسوس کی جاسکتی ہے۔

دیکھنے کو تو کیا کیا نہ دیکھا
تجھ کو دیکھا تو تجھ سا نہ دیکھا
روئے روشن جب ان کا نہ دیکھا

سب برابر ہے دیکھا نہ دیکھا
ان کو پایا تو کیا کیا نہ پایا
ان کو دیکھا تو کیا کیا نہ دیکھا

جب وہ دل کے قریب ہوتے ہیں
وہ بھی عالم عجیب ہوتے ہیں
جن کو ہوتی ہے ان کی دید نصیب
ان کے کیسے نصیب ہوتے ہیں
دور رہ کر بھی ان کے دیوانے
ان سے کتنے قریب ہوتے ہیں

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں، نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے یہ درِ حبیب ﷺ کی بات ہے
ترے حسن سے تری شان تک، ہے نگاہ و عقل کا فاصلہ
یہ ذرا بعید کا ذکر ہے، وہ ذرا قریب کی بات ہے!
تجھے اے منور بے نوا درِ شہ ﷺ سے چاہیے اور کیا؟
جو نصیب ہو کبھی سامنا، تو بڑے نصیب کی بات ہے

نعتیہ ادب میں تضمین نگاری کی جھلک:

ہلال جعفری نعت گوئی کا طویل تجربہ رکھتے تھے اور خوشا نصیب کہ اسی حوالے سے دنیائے ادب میں پہچانے جاتے ہیں۔ ''کشکولِ ہلال'' میں نعتیہ تضامین ہیں اور ''توشۂ ہلال'' ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

تضمین نگاری ایک مشکل فن اور تخلیقی حوالے سے دوسرے درجے کا کام ہے، کیوں کہ اوّل درجے کی تخلیق ہمیشہ طبع زاد ہوتی ہے۔ لیکن یہی دوسرے درجے کا تخلیقی کام بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیتا ہے، کیونکہ جس شاعر کے کلام کی تضمین کی جاتی ہے، تضمین نگار کو اس کے تخلیقی تجربے کو پہلے اپنے تخلیقی مزاج سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے، پھر اصل شاعر کے ہر شعر پر کم از کم تین مصرعے

ایسے بہم پہنچانے ہوتے ہیں، جو تضمین نگار کے مصرعوں سے پیوستہ ہو کر من وتو کا احساس دور کر دیں اور معنوی سطح پر ایک نئی دنیا وجود میں آسکے۔ ہلال جعفری نے یہ کوشش کی ہے کہ لگ بھگ ایک سو پانچ شعراء کے کلام پر بالالتزام تضامین کہی ہیں اور بیش تر ان کی کاوش کامیابی سے ہم کنار ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

طیبہ کی وادیوں کے درو بام چوم کے
واللیل کی اداؤں سے دامن بھرے ہوئے
والفجر کی متاعِ ضیا دوش پر لیے
"ہر روز رونمائی آقا ﷺ کے واسطے!
ہر صبح لے کے آتی ہے پھول آفتاب کا"

(تضمین بر نعت مذاق العیشی)

مرا حسنِ طلب اس رہ گزر تک لے ہی جائے گا
کرم ان کا مدینے کی سحر تک لے ہی جائے گا
دعاؤں کو مری بابِ اثر تک لے ہی جائے گا
"مرا ذوقِ فراواں ان کے در تک لے ہی جائے گا
نہیں ہے فکر راہیں ہیں اگر پیچیدہ پیچیدہ"

(تضمین بر کلامِ سرور انبالوی)

تضامین کے ان نمونوں سے ہلال جعفری کے فنِ تضمین نگاری کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہلال جعفری کا نعتیہ مجموعہ "توشۂ ہلال" بھی نعتیہ ادب میں ان کے ستھرے contribution کا عکاس ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رات بھر کہتے رہو نعتیں شہِ ابرار کی
اک فقط صورت یہی ہے صبح کے آثار کی

پڑھو درود پڑھو ساربان درود پڑھو
کہ اب پہنچنے کو ہے کارواں مدینے میں

ذرے بھی آفتاب ہیں ریزہ بھی ماہتاب
جلوہ گہہِ رسول ﷺ کے قربان جایئے!

اسے بھیک غارِ حرا کی دے اسے بھیک نانِ جویں کی دے
تری کل خدائی کی خیر ہو یہ گدا گدائے رسولؐ ہے
یہاں جلوے وہاں جلوے ادھر جلوے ادھر جلوے
مرے مولا! ترے محبوب کے ہیں کس قدر جلوے؟

ان اشعار سے ہلال جعفری کے اسلوب کا نعتیہ روایت سے گہرا اور مضبوط رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔

نعتیہ ادب کی تخلیقی رفتار میں اضافہ:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تخلیق کی رفتار بھی تیز ہوتی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۶ء کے عشرے میں دو سو تیس (۲۳۰) شعری مجموعے شائع کیے گئے۔ اسی عرصے میں ادبی رسائل میں بھی نعتوں کے لئے اوراق وقف کیے جانے لگے۔ مدحت مصطفیٰ ﷺ کی طرف شاعروں کی توجہ مبذول ہونے میں اس دور کے مقتدر طبقے بالخصوص صدر ضیاء الحق مرحوم کی، فروغ نعت میں دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال جذبہ محرکہ کوئی ہو، نعت کو اس عہد میں خوب خوب فروغ ملا اور ادبی سطح پر اس صنف شعر کی پذیرائی ہونے لگی، جبکہ اب تک شعراء و ادباء مدحیہ شاعری کی طرف سے مجرمانہ غفلت کا شکار تھے۔

نعت کا رزمیہ آہنگ:

''شمشیر ضیا بار'' رحمان کیانی کا مجموعہ کلام ہے۔ انہیں ۱۹۶۵ء میں رجز خوانی کے باعث اچانک شہرت مل گئی۔ اس کے بعد انہوں نے مسلسل انقلاب اسلامی کو اپنا موضوع بنالیا اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام کے حرکی نظریۂ حیات کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جہاد اسلامی کے حوالے سے اردو شاعری میں رحمان کیانی سے بہتر شاعری اب تک سامنے نہیں آسکی ہے۔ رحمٰن کیانی اردو کے پہلے شاعر تھے جو نہ صرف نعت گو تھے بلکہ بالغ نظر نقاد کی طرح مدح

رسول ﷺ کے مروجہ اسالیب اور آہنگ سے اپنی بے اطمینانی کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ رحمٰن کیانی، نعتیہ شاعری کے اسقام ہی نہیں گنا تے تھے بلکہ ایک نیا تخلیقی شعور بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی شاعری ان کے تخلیقی آدرش کا بھرپور نمونہ پیش کرتی ہے۔ مروجہ اور مقبول نعتیہ مضامین کی تکرار اور مدحت مصطفیٰ ﷺ میں رنگ تغزل کی آمیزش پر وہ اس طرح تنقید کرتے ہیں:۔

رقص کرنے کی جگہ منبر و محراب نہیں
بار یاب اس میں کوئی بربط و مضراب نہیں
بزم لولاک ہے یہ حلقۂ احباب نہیں
جنبش چشم یہاں داخلِ آداب نہیں!
گفتگو اس میں روا لہجۂ حسانؓ میں ہے
رقص کرنے کی جگہ بدر کے میدان میں ہے

اس کے علاوہ انہوں نے ایک مجاہد کی طرف سے نعت پیش کرنے کا ڈھنگ بھی اپنی شاعری ہی کے ذریعے عام کرنے کی سعی کی۔ مسدس کا ایک بند ملاحظہ ہو:۔

لوگو سنو! جناب رسالت مآب ﷺ میں
شانِ رسول ﷺ صاحب سیف و کتاب میں
ماحی لقب، نبی ﷺ ملاحم ﷺ کے باب میں
کرتا ہوں فکر مدح تو جوش خطاب میں
مصرع زباں پہ آتا ہے زورِ کلام سے
تلوار کی طرح سے نکل کر نیام سے

نعت سے ہمہ وقتی دلچسپی کے شواہد:

راجا رشید محمود ہمہ تن نعت کے فروغ میں مصروف ہیں۔ وہ کئی سال سے ماہنامہ ''نعت'' نکال رہے ہیں، جس کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ''نعت کائنات'' ایک ایسا نعتیہ انتخاب ہے جس کی تدوین پر انہیں جتنی داد دی جائے کم ہے۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد مجموعوں کی شکل میں

مرتب کی جا چکی ہیں مثلاً حدیثِ شوق، محمد ﷺ، ورفعنا لک ذکرک، شہرِ کرم، حرفِ نعت، فردیاتِ نعت، مدحِ رسول ﷺ وغیرہ۔ ان کی نعتوں میں پیغام بھی ہے اور ذکرِ رسول ﷺ کی حلاوت بھی۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

ہدیہ آقا کو دو وفاؤں کا
زور پھر دیکھنا جزاؤں کا
باغِ طیبہ بہار ساماں ہے
اس کو خدشہ نہیں خزاؤں کا
دل سے نکلیں دلوں تلک پہنچیں
ذکر ہے نعت کی صداؤں کا

ذہن میں دشتِ مدینہ کا تصور آیا
پھول الفت کے مری شاخ نظر پر چمکے
جب بھی آیا ہے کوئی زائرِ طیبہ واپس
کتنے تارے مری پلکوں کے افق پر چمکے
ذکر ان کا ہے تو ہر لب کا مقدر بن جائے
یاد ان کی ہے تو سینوں میں اتر کر چمکے

۱۹۷۸ء میں حفیظ تائب کا مجموعہ نعت ''صلوا علیہ وآلہٖ'' مدحِ رسول ﷺ کے افق پر چمکا اور اس کی اشاعت کے ساتھ ہی حفیظ تائب نعت کے متخصص ہو گئے۔ اس عہد کے نعت گو شعراء میں حفیظ تائب وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے نعت گوئی کے تقاضوں کو بھرپور طریقے سے سمجھا اور شعر کے ادبی پہلوؤں کو جان کر نعتیہ شاعری میں ایک دلکش اسلوب کی بنا رکھی ہے۔ ''وسلموا تسلیما'' کے نام سے حفیظ تائب کا جو دوسرا مجموعہ نعت شائع ہوا اس میں اصناف سخن کے ہیئتی تجربات کی بوقلمونی اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر، نعت کو محض عقیدت ہی کے زاویے سے نہیں بلکہ شعریات (Poetics) کے حوالے سے بھی مرکوزِ نگاہ دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس مجموعے میں ترجیع بند، مثلث، آزاد اور پابند نظمیں، سانیٹ اور سی حرفی جیسی بھی اصناف شامل ہیں، جن کی تخلیق میں شعری جمالیات پر شاعر کی توجہ اور اسلوبیاتی حسیت کا بھرپور تاثر جھلک رہا ہے۔ حفیظ تائب کی کلیات میں ان کے اردو اور پنجابی کلام کو

یکجا کر دیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کی آرزو اور نہ پہنچ سکنے کے احساس نے کیسے کیسے شعر کہلوائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

دیارِ محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دلکشا مناظر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
قبا میں جب ہوں ادا نوافل، سکون پائیں جو دیدہ و دل
جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
غمِ جدائی میں چور ہو کر، مواجہ سیدالوریٰ پر
جو پیش کرنا سلام آخر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

رحمتِ حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہرِ پیمبر ﷺ دیکھنا اور سوچنا
اس کے ہوتے کس اجالے کی ہے دنیا کو تلاش
سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا

ایک نظم کا یہ ٹکڑا دیکھئے:۔

مگر ایک زریں افق
ہر مسافر کے ذہن و دل و جاں پہ چھایا ہوا ہے
وہ زریں افق آستانِ نبی ﷺ ہے
جہاں رفعتیں سر جھکائے ہوئے ہیں
جہاں فصلِ گل کا تبسم سمٹ کر امر ہو گیا ہے (زریں افق)

عجزِ طبیعت حفیظ
رنگِ محبت حفیظ
شوق و عقیدت حفیظ
عزت و شہرت حفیظ
صدقہ ہے اس جناب ﷺ کا

صلِ علیٰ نبینا!

صلِ علیٰ محمد ﷺ!

(زمزمۂ درود۔سی حرفی)

مسرور کیفی کا پہلا شعری مرقع ''چراغِ حرا'' تھا، پھر اس کے بعد ان کے کئی نعتیہ مجموعے منصۂ شہود پر آئے مثلاً ملجا و ماوا، جمالِ حرم، مولائے کل ﷺ، میزابِ رحمت، نورِ یزداں ﷺ، سید الکونین ﷺ، سجدۂ حرف، حرفِ عطا، آئینۂ انوار، نقشِ جمال، عکسِ تمنا، کرم در کرم، دیارِ نور، رنگِ ثنا، ہالۂ نور، مرحبا اور سلام ان ﷺ پر...... مسرور کیفی وہ خوش نصیب نعت گو تھے جن کا نعتیہ کلام متعدد انتخابوں کی شکل میں بھی منظرِ عام پر آیا مثلاً سفینۂ نعت مرتبہ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، محمدِ عربی ﷺ مرتبہ محمد ابرار حسین، شافعِ محشر مرتبہ ارسلان کیفی۔

مسرور کیفی کی شاعری میں سادگی، سلاست اور چھوٹی بحر میں بڑے مفاہیم کے شعری پیکر نظر آتے ہیں۔ان کے ہاں حبِ رسول ﷺ اور اتباعِ رسول ﷺ کا داعیہ بھی ہے اور دعوت بھی۔کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

رنگینیٔ حیات بھی ہے آپ سے حضور
تخلیقِ کائنات کا منشاء بھی آپ ہیں

ڈوب جاؤں خیالِ بطحا میں
اس طرح کچھ قرار ہوتا ہے

سبز گنبد کو دیکھنے والا
خلد سے ہم کنار ہوتا ہے

وہ ہے مسرور صاحبِ عظمت
عجز جس کا شعار ہوتا ہے

مرے دل کی وادی مہکنے لگی ہے
چلی آئی ہے پھر ہوائے مدینہ

پلکوں کی مسرور نمی سے لگتا ہے
مجھ کو پھر سرکار بلانے والے ہیں

نعت لکھتے ہوئے لیتا ہوں حضوری کے مزے
نعت گوئی بھی تو الطاف و عطا ہے سائیں

ہوسکے تو دل کی آنکھوں سے کبھی
گنبدِ خضریٰ کا جلوہ دیکھنا
ورد کرنا پہلے اُن کے نام کا
اور پھر جی بھر کے جلوہ دیکھنا

اندھیرا ہے آقاﷺ ضیا چاہیے
ہمیں آپ ﷺ کا نقش پا چاہیے

اعتبارِ آدمیت تھا کہاں
آدمیت معتبر ہے آپﷺ سے

دو عالم تھے مسرور قدموں تلے
مدینے کا جب راستہ مل گیا

کرتا رہے وہ پیرویٔ سید البشرﷺ
منصب پہ اپنے اپنے جہاں جو بحال ہے

مظفر وارثی "بابِ حرم" کے ذریعے شہر نعت گویاں میں داخل ہوئے۔ پھر تو نعت ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہوگئی۔ مظفر وارثی کی شعری کائنات میں ان کی گیت نما نظمیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کا ایک خاص اسلوب ہے، جس کے حوالے سے ان کی انفرادیت مزید نمایاں ہوگئی ہے۔ ان کی نظمیں اور نعتیہ غزلیں سب ہی مترنم بحروں میں ہیں اور تازہ کاری کے ہنر سے آراستہ بھی۔ مظفر وارثی کے اسلوب کی دلکشی اور بیان کی خوبی ان کے کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لحن کی گونج سے بھی ان کا آہنگ فضائے نعت پر چھایا ہوا لگتا ہے۔ ان کے متعدد مجموعے شائع ہوئے مثلاً دل سے درِ نبیﷺ تک، کعبۂ عشق، میرے اچھے حضور، صاحب تاجﷺ، نورِ ازل وغیرہ۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

تو امیر حرم
میں فقیر عجم

تیرے گن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب۔ تو
عطا ہی عطا
تو کجا من کجا

حق نما، حق صفات، آپ ﷺ کی ذات
شاہکارِ حیات آپ ﷺ کی ذات
خالقِ کائنات، ذاتِ خدا!
مقصدِ کائنات، آپ ﷺ کی ذات
شرحِ تہذیب، ایک ایک عمل
روحِ اخلاقیات آپ ﷺ کی ذات
میرا منشور، میرا پیمانہ!
آپ ﷺ کی بات بات آپ ﷺ کی ذات
قدموں سے پھوٹتی ہے چمک ماہتاب کی
دہلیز پر کھڑا ہوں رسالت مآب ﷺ کی

''اعجازِ مصطفیٰ ﷺ''، ''پہلی کرن آخری روشنی''، ''افکار کی خوشبو'' اور ''چراغِ مدحت'' کے مصنف اعجاز رحمانی کی شاعری سراپا دعوت عمل ہے۔ سیرت رسول اکرم ﷺ کی خوشبو ان کی نعتوں میں رچی بسی ہے۔ ان کی شاعری سادہ زبان اور پیغام کے براہ راست ابلاغ کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔

رہنما ہے آپ ﷺ کا کردار بھی اور ذات بھی
راستے کا راستہ ہے، روشنی کی روشنی!
جتنا ہوتا جائے گا انساں تمدن آشنا!
پھیلتی جائے گی تعلیم نبی ﷺ کی روشنی
یہ دنیا اسوۂ خیر البشر ﷺ سے
تمدن آشنا ہوتی رہے گی

اسوۂ مصطفیٰ ﷺ بتائے گا
کون ہے دوست کون دشمن ہے
وہ اجالوں کے ہیں سفیر کہ جو
اتباعِ رسول ﷺ کرتے ہیں

سلامتی کا سفر، اعجاز رحمانی کا طویل مسدس ہے جس کا موضوع ''تاریخِ اسلام'' ہے۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ تاریخ اسلام مسدس کی ہیئت میں لکھنے کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ مسدس کی زبان رواں دواں ہے اور تاریخی استناد کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اختتام پر اسلامی تمدن کے حوالے سے چند بند لکھے گئے ہیں جن میں وہی جذبہ کارفرما ہے جو اقبال کے اس مصرع سے جھلک رہا ہے

ع ....بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل!

ملاحظہ ہوں یہ دو بند:

حضورؐ سا کوئی آیا بشر نہ آئے گا
کسی کی بات میں اتنا اثر نہ آئے گا
کوئی خدائی میں ان سا نظر نہ آئے گا
اب ایسا اور کوئی راہبر نہ آئے گا
ہمارے واسطے تفویض کر کے قرآں کو
جناں کا راستہ دکھلا دیا ہے انساں کو

رہیں گے یاد ہمیں جب تلک نبیؐ کے اصول
رہے گی دور بہت ہم سے شرک و کفر کی دھول
پڑے گا ماند نہ جب تک چراغِ عشقِ رسولؐ
نصیب ہوتے رہیں گے ہمیں خلوص کے پھول
بتایا ہے جو نبیؐ نے حیات کا رستا
وہی تو رستا ہے لوگو! نجات کا رستا

اسی اثناء میں خالد احمد کی کتاب ''تشبیب'' منظر عام پر آئی جس میں تین نعتیہ قصائد ہیں۔ جدید شعرا میں قصیدہ گوئی کی طرف مائل شعراء میں خالد احمد بہت نمایاں ہیں۔ فروغ نعت کے سلسلے میں ادیب رائے پوری کی مساعیٔ جمیلہ قابلِ تحسین ہیں۔ ''تصویر کمال محمد ﷺ'' کے نام سے ان کا مجموعہ

نعت بھی آ چکا ہے۔اس کے بعد بھی ان کی کچھ کتابیں نثر و نظم میں اسی موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔وہ نعت میں ایک طویل ترین (پابند) بحر کا تجربہ بھی کر چکے ہیں۔ان کا بیش تر کلام محافل نعت میں پیش کرنے کی غرض سے وجود میں آتا ہے، اس لئے وہ نعت کے مروجہ مضامین دائرے میں ہی رہتے ہیں۔ان کا کلام غنائی آہنگ کی وجہ سے نعت خوانی کی محفلوں میں گداز قلب پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ستار وارثی ایک صوفی شاعر تھے۔ان کا مجموعہ ''آیہ رحمت'' مدحت مصطفیٰ ﷺ میں متصوفانہ رنگ کلام کا آئینہ دار ہے۔طفیل دارا کا مجموعہ ''المزمل'' مضامین کی بوقلمونی کے باعث لائق توجہ ہے۔انہوں نے شعوری طور پر مدحت رسول ﷺ کو متنی (Text) کے تنوع سے آشنا کیا ہے۔خالد عرفان نے طنز و مزاح کی روش بدل کر دنیائے نعت میں قدم رکھا اور نعتیہ ادب میں ''الہام'' کا اضافہ کیا۔

آزاد نظم میں نعت کا قابلِ قدر نمونہ:

''مرسل آخر ﷺ'' کے نام سے سید قمر ہاشمی نے مختلف آہنگ و بحور کی نظموں کو فکری اکائی میں شیرازہ بند کیا ہے۔نعتیہ ادب میں یہ تصنیف اپنے ادبی اسلوب اور ہنر کی تازہ کاری کے باعث ایک منفرد تصنیف ہے۔تاریخ کے بہاؤ کے حوالے سے شاعر کی موضوعیت (Subjectivity) تو بعض مقامات پر ذرا کھٹکتی ہے۔تاہم سخن مندی کے سلیقے اور اسلوب کی جدت نے اس کوشش کو وقیع بنا دیا ہے۔

''آپ ﷺ سے سیکھا ہے، ہم نے
حب انساں کا سبق
ورنہ درد و داغ محرومی میں
کب تھا سوز دل
آپ ﷺ سے پہلے جہاں میں یہ خلش کب عام
تھی؟
اہل دنیا نے بہت زخموں کو
پہنچائی ہے ٹھیس
آپ ﷺ کی تکلیف کو سوچا تو

سارے زخم ٹھنڈے پڑ گئے
اہلِ طائف نے بہت پھینکے ہیں پتھر آپ ﷺ پر
اہلِ زر مکے کے، لاگو ہو گئے تھے جان کے
آپ ﷺ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال
آپ ﷺ کے اخلاق نے فولاد کو پگھلا دیا"

(مرسلِ آخر ﷺ)

کلاسیکی اصنافِ سخن میں نعت کی جلوہ گری کی مثال:

فدا خالدی دہلوی کہنہ مشق شاعر اور سیکڑوں شعراء کے استاد ہیں۔ بیخود دہلوی کے جانشین ہونے کے باعث آپ داغ اسکول کے نمائندہ غالباً اس رنگِ سخن کے واحد شاعر ہیں۔ فدا خالدی کا نعتیہ مجموعہ "م ص" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس نام میں حروفِ مقطعات کی پیروی جھلک رہی ہے۔ نام کی اس تجرید (Abstraction) نے معانی کے دائرے کو وسیع تر کر دیا ہے۔ "م ص" میں قدیم اصنافِ سخن کی بھرپور نمائندگی ہے۔ روایت آگاہی اور سلیقہ مندی اس کتاب کے ہر شعر سے مترشح ہے۔ غزلوں میں نعت کے موضوع کے احترام اور حدودِ مدح کے شعور کے ساتھ ساتھ رنگِ تغزل اور سوز مجبوری بھی ہے اور نظموں میں پختگی اور مشق و ریاضت کی جھلک بھی۔ کتاب میں ایک ہی قصیدہ ہے لیکن بھرپور فنی شعور کے ساتھ۔ رباعی پر فدا خالدی کی گرفت ملاحظہ ہو:۔

عالم انہیں محبوب ﷺ خدا کہتا ہے
اک آئینۂ صدق و صفا کہتا ہے
کیا شان محمد ﷺ ہے کہ اللہ اللہ
جو نام سنے صلِ علیٰ کہتا ہے

ہے کون بیاں کس سے ہو ان ﷺ کی توصیف
مداح صداقت کے ہیں خود ان ﷺ کے حریف
پڑھتا ہوں درود یا محمد ﷺ کہہ کر!
ظاہر ہے اسی نام سے ان ﷺ کی توصیف

نعت کے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:۔

ہشیار کہ چھٹ جائے نہ دامان محمد ﷺ
اس راہ میں بھٹکا تو نہ دنیا کا نہ دیں کا

مجھے ان کے ذکر سے کام ہے مرے لب پہ ان کا ہی نام ہے
وہی میرے دل میں مکین ہیں وہی بس گئے ہیں نگاہ میں

ہے وہی تو عاشقِ صادق فدا
جس نے اپنایا ہے کردارِ رسول ﷺ

ملا وہ نور ہمیں شہ ﷺ سے لو لگانے میں
چراغ بن کے اجالا کیا زمانے میں

جو ان کا ذکر کرتے ہیں وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں
حقیقت سے فدا خالی یہ افسانے نہیں ہوتے

ان اشعار سے شاعر کا احوالِ دل اور نعت گوئی کا سلیقہ جھلکتا ہے۔

نعتیہ ادب میں فکری وفنی تنوع کی امثال:

شعر وادب اور فکر و فلسفے کی دنیا میں عارف عبدالمتین کا نام یوں تو پہلے بھی قابل اعتبار تھا لیکن جب سے انہوں نے نعت گوئی شعار کی ان کا نام زیادہ روشن ہوگیا۔ عارف عبدالمتین کی مدح نگاری کسی خارجی تحریک سے شروع نہیں ہوئی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صداقت کی تلاش میں مادیت کے فلسفوں سے تنگ آکر انہیں پیغام نبوی ﷺ نے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس طرح ان پر مدحت گزاری کے در وا ہو گئے۔ ''بے مثال'' عارف عبدالمتین کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں ادب شناسی کا رچاؤ اور فنی سبھاؤ نسبتاً جدید لہجے کے ساتھ جلوہ گر ہے:۔

بجز خدا کوئی جچتا نہ تھا نگاہوں میں
خدا کے بعد فقط تو بسا نگاہوں میں
طلوع نور ہوا جس کی تیرگی سے کبھی

سما گیا ہے وہ غار حرا نگاہوں میں
کھلے گلاب و سمن جس طرف سے تو گزرا
ترے خرام سے آئی صبا نگاہوں میں
میں شرق و غرب کے ہر غم گسار تک پہنچا
کوئی سنا نہ سکا تجھ سے مہرباں کی حدیث

اس نظم کا یہ ٹکڑا دیکھئے:۔

وہ نور جس کو ازل سے انساں کی آنکھ ترسی
وہ نور جس کا وجود محسوس ہو رہا تھا
مگر جو نظروں کی زد سے باہر کہیں نہاں تھا
تری بصیرت کے صاف منشور سے جو گزرا
تو سات رنگوں میں ڈھل کر ابھرا
دھنک کی صورت
نگاہ کے راستے سے انساں کے دل میں اترا

(نور، منشور اور دھنک)

(روشنی کی کرن کو دھنک رنگ بنا کر دکھانے والے شیشے کو منشور Prism اور ان رنگوں کو طیف منشوری Spectrum کہتے ہیں۔ع۔ا)

صہبا اختر نے اپنا ارژنگ شاعری لفظوں کی خوب صورت تصاویر سے سجایا تھا۔ نعت کے اسالیب میں انہوں نے اپنے کرارے لہجے اور پرشکوہ الفاظ کے ساتھ ساتھ مضمون آفرینی کے حوالے سے خاصا اچھا اضافہ کیا۔ ''اقرا'' میں شامل ان کی شاعری ان کی قادر الکلامی کی عکاس ہے۔ وہ طویل طویل پابند نظمیں لکھتے تھے۔ نظموں کے چند بند ملاحظہ ہوں:

صبح دم جب بزم گل میں چہچہاتے ہیں طیور
پو پھٹے جب لہلہاتا ہے فضائے شب میں نور

روشنی جب پردۂ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورﷺ
اذان بھی، امان بھی، سلام بھی، درود بھی
قیام بھی، قعود بھی، رکوع بھی، سجود بھی
ریاضتوں کا مدعی، عبادتوں کا منتہی
نبیﷺ نبیﷺ نبیﷺ نبیﷺ
مصطفیٰؐ وہ نام ہے جس نام کی حد کچھ نہیں
خاکِ لالہ رنگ و آفاقِ زبرجد کچھ نہیں
قلزمِ آب رواں ، کہسار مجمد کچھ نہیں
صبح ہائے روشن و شب ہائے اسود کچھ نہیں
---جز محمد کچھ نہیں
آپؐ ہی سر چشمۂ تکریم ہیں بعد از خدا
آپؐ ہو سکتے ہیں کیسے عظمت حق سے جدا
آپؐ ہی صدر العلیٰ ہیں آپؐ ہی نورالہدیٰ
آپؐ ہی وہ نور ہیں جس نور کی حد کچھ نہیں
---جز محمد کچھ نہیں
خلقتِ عالم کا باعث ہے محمدؐ کا جمال
وہ ازل ہو یا ابد ہو، ماورائے ماہ و سال
کہہ رہا ہے آپؐ کے نورِ مبارک کا کمال
یہ زمیں یہ آسمانِ ہفت گنبد کچھ نہیں

۔۔۔جز محمدﷺ کچھ نہیں

امید فاضلی بھی جدید شعراء میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔نعت میں ان کی کاوش ہنر نے ''میرے آقاﷺ'' کے عنوان سے صورت اظہار پائی ہے:۔

حرم، یقین کی منزل ہے اور مدینے میں!
اسی یقین کو حسنِ یقین ملتا ہے!
جو دیکھ پاتے انہیں ہم تو حال کیا ہوتا
نہ دیکھنے پہ یہ عالم کہ جیسے دیکھا ہے
کلام پاک کی آیات میں پسِ الفاظ!
ہمیں حضورﷺ کا چہرہ دکھائی دیتا ہے

نعت خوانی کو ادبی آہنگ سے آشنا کرنے کی کوشش:

''قاب قوسین'' اقبال عظیم کا پہلا مجموعہ نعت تھا۔اس کے بعد بھی ان کے دو مجموعے اور ایک کلیات نعت ''زبور حرم'' منصہء شہود پر آئے۔اقبال عظیم سادہ لفظوں میں اپنے دل کی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ان کی شاعری کسی قسم کی امیجری، علامت یا استعارے کے استعمال سے گریز کی عکاس ہے۔خیال کا ابلاغ اور مفہوم کی ترسیل کی شعوری کوشش بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔سہل و سادہ زبان اور مترنم بحروں کے باعث ان کی شاعری عوام میں بھی مقبول ہوئی اور خواص نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

ہم نے بھی کبھی جلوے آنکھوں میں سمیٹے ہیں
انوار کا اک عالم زنجیر ہے آنکھوں میں
ان کا خیال ، ان کی ثنا، ان کا ذکرِ خیر
وارفتگانِ عشق کو اپنی خبر کہاں
میں کر رہا ہوں جراءتِ توصیفِ مصطفٰےﷺ
اس وقت کیا ہے قلب کی حالت ، نہ پوچھیے

وہ معجزہ ہے فسانہ نہیں شبِ اسریٰ
وہ ایک زندہ حقیقت ہے، کوئی خواب نہیں

بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعت گوئی نے ان کے احوال کو خوش گوار بنا دیا تھا۔

سوتے میں نعتِ پاک ہوئی ہے کبھی کبھی
صد شکر یوں بھی آنکھ لگی ہے کبھی کبھی
خوشبو سے یک بیک مرا کمرہ مہک گیا
اقبالؔ یوں بھی آنکھ کھلی ہے کبھی کبھی

ان کے درج ذیل اشعار بھی ان کی نعت شناسی کے گواہ ہیں:

کعبے سے اٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
مقبول ہوئیں تشنہ نصیبوں کی دعائیں
اس در کے غلاموں کی ہے افتاد، فقیری!
راس آتی ہیں ان کو نہ عبائیں نہ قبائیں
بس خاک کفِ پائے محمد ﷺ کی طلب ہے
اقبال کا مقصود، دوائیں نہ دعائیں
کرتے ہیں عرض حال زبان قلم سے ہم
یوں بھیک مانگتے ہیں امام امم سے ہم
نعت میری! مرے اشکوں کی زبانی سن لو
اس سے بہتر لب تقریر کہاں سے لاؤں

نعتیہ ادب میں اساتذہ فن کی شمولیت:

راغب مراد آبادی اپنے عہد کے اساتذۂ سخن میں شمار ہوتے تھے۔ نعت کے حوالے سے انہوں نے پہلے پہل غالب کی زمینوں میں کاوش سخن گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ''مدحت خیر البشر ﷺ'' ان کی ایسی ہی نعتوں پر مشتمل کتاب ہے۔ بعد ازاں ان کے اور بھی نعتیہ مجموعے طبع ہوئے۔ ''بہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ'' میں راغب مراد آبادی کی ساٹھ غیر منقوط، رباعیات چھپی ہیں۔ غیر منقوط شاعری لکھنے کی

کوشش کوئی قادر الکلام شاعر ہی کر سکتا ہے، چنانچہ یہ فنی کوشش بھی ان کی استادانہ افتادِ طبع کی غماز ہے:۔

علم و حلم و عمل کا ہے اک کہسار
اسلام کا داعی وہ رسول ﷺ احرار
والہ ہے اسی کا حاکم و مالک ملک
عالم عالم کو ہے محمد ﷺ درکار
مولیٰ، دل ہے ملول، ارحم ارحم
ہو عوس کی دور دھول ارحم ارحم
دارد مسدود راہ طالع عاصی
اعلم، اعدل، رسول ﷺ ارحم ارحم

راغب کی نعتیہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عشق ہے سرورِ کونینؐ کا دولت میری
للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت میری
میں تو جنت کا سزاوار نہیں ہوں سرکارؐ
حشر میں آپ ہی فرمائیں شفاعت میری
مجھ پہ بھی ایک نظر سیدِ مکی مدنیؐ
شکوۂ گردشِ دوراں نہیں عادت میری
نعت گوئی کی حدیں مجھ کو ہیں راغبؔ معلوم
کہ نگاہوں میں ہیں احکامِ شریعت میری

رباعی کے انداز بھی ملاحظہ ہوں:

کیا عقل کرے گی شرح قابَ قوسین
راغبؔ اس راز کے ہیں محرم طرفین
حاصل ہے خدا سے ہم کلامی کا شرف

اللہ رے معراجِ رسول الثقلین
کھلتا نہیں یہ راز بصیرت کے بغیر
فیضانِ مشیت و رسالت کے بغیر
ایمان کی تکمیل ہو ممکن ہی نہیں
سرکارِ دو عالمؐ کی محبت کے بغیر

تابش دہلوی منفرد لہجے اور مخصوص اسلوب کے شاعر تھے۔ بیان کی ندرت، فکر کی نفاست اور زبان کی سلاست نے ان کی شاعری کو پروقار بنا دیا۔ روایت سے ہم رشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی شعری کاوشوں میں تجدد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نعت میں انہوں نے اپنے دھیمے لہجے، ایجاز بیان اور قدرے فلسفیانہ شعری رویئے کے باعث انفرادیت حاصل کر لی:

محورِ ہستی فقط ذات رسول ﷺ
دین و دنیا مصطفیٰ ﷺ تا مصطفیٰ ﷺ
سارے عالم کا خدا پروردگار!
رحمت عالم سراپا مصطفیٰ ﷺ

☆

پس انداز اسے بھی کر اے عمر باقی
سرکوئے طیبہ جو ساعت ملی ہے

ان ﷺ کی رحمت نامرادی میں زیادہ چاہیے
تشنگی کا یہ تقاضا ہے کہ دریا چاہیے
ان ﷺ کے اوصاف حمیدہ ہی رہیں پیش نظر
آئینہ خانے میں اپنا بھی تماشا چاہیے

میں عاصی آپ ﷺ سر تا پا شفاعت
یہ رشتہ آپ ﷺ سے محکم بہت ہے

''نورحرا'' کے خالق نصیر آرزو کا لہجہ سادہ اور دل نشین ہے۔ ان کی نعتیہ غزلیں رنگ تغزل سے مملو بھی ہیں اور ان میں احترام کے ساتھ ساتھ موضوع کی تفہیم کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں:۔

قرار ہے یہی دنیا میں غم کے ماروں کا
تمہاری یاد سہارا ہے بے سہاروں کا
تمہاری یاد سے ہوتے ہیں آفتاب طلوع!
کہ اس فضا میں گزارا نہیں ستاروں
خدا نے اس کو بنایا مقام نکہت و گل
مدینہ مرکز تخلیق ہے بہاروں کا!
بہ فیض عشق سرکار دو عالم ﷺ
نہیں ہوں میں غم دنیا کا شاکی
یہ حال تھا تصور ذات حضور ﷺ میں
دل میرا ڈوب ڈوب گیا موج نور میں

حنیف اسعدی نے وادیٔ نعت میں قدم رکھا تو ان کے پر اعتماد لہجے اور سلیقۂ ہنر کے باعث انہیں جلد قبول عام حاصل ہو گیا اور وہ ''ذکر خیر الانام'' کے سہارے مدحت گزاران سرکار دو جہاں ﷺ میں ممتاز مقام پر فائز ہو گئے۔ ''آپ ﷺ'' ان کا دوسرا شعری مرقع ہے۔ عجز ہنر کے احساس سے مملو اشعار ملاحظہ فرمایئے:۔

مجال مدح رسالت مآب ﷺ کس کو ہے؟
شعورِ مرتبۂ بے حساب کس کو ہے؟
کسی کسی کا مقدر ہے خواب میں دیدار!
سو خواب میں بھی نظارے کی تاب کس کو ہے؟
شعور و فکر کہیں بھی تو کیا کہیں گے حنیف
یہی کہ معرفتِ آں جناب ﷺ کس کو ہے؟

وہ قدم اٹھے تو بہ یک قدم ہمہ کائنات تھی زیرِ پا
یہ بلندیاں کوئی چھو سکا؟ نہیں ان کے بعد کوئی نہیں
جب دیدہ و دل حلقۂ رحمت میں سمٹ آئیں
اس وقت بجز صلِ علیٰ کچھ نہ کہا جائے
(''آپ ﷺ'' حنیف اسعدی)

حافظ افضل فقیر بھی ہمہ تن نعتیہ ادب کی خدمت کے لئے وقف رہے۔ وہ موضوع کے ابعاد (Dimensions) سے پوری طرح آگاہ بھی تھے اور ثنائے سرورِ کونین ﷺ کے قرینے سے بھی واقف تھے۔ ان کی شاعری آداب شیفتگی اور زبان و بیاں کی طرفگی کی عکاس ہے۔ ''جان جہاں'' اور ''عطائے محمد ﷺ'' ان کی شاعری کے مجموعے ہیں:۔

دور انعام و عطا یاد آیا
درِ محبوب خدا یاد آیا
عرق آلود جبیں یاد آئی
کچھ مرے پاس نہ تھا، یاد آیا
غم کی تاثیر عجب دیکھی ہے
غم گسار دو سرئ یاد آیا
شایان بارگاہ پیمبر ﷺ نہ تھی فغاں
آنسو بنا دیا ہے اسے احترام نے
تمہید التفات بنی لغزش قدم
آیا جب ان کا دست کرم مجھ کو تھامنے
سرکار ﷺ کی نگاہ کرم ہے فقیر پر
سرکار ﷺ کی ثناء جو لکھی ہے غلام نے
ہوتا نہیں اداس کبھی زائر حرم

شوق زیارت شہ ﷺ طیبہ لیے ہوئے
اٹھتی ہے سوئے گنبد خضرا نگاہ شوق
دامن میں اک تلاطم دریا لیے ہوئے!

''میان دو کریم'' اور ''فیضان کرم'' کے مصنف ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی اپنی نعتوں میں ادبیت اور عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ ان کے لہجے کی متانت بیان کی سلاست، محبوب رب العالمین سے ان کی والہانہ شیفتگی اور احترامات کا پتا دیتی ہے۔

جو خود کو ان کی گلی کا گدا سمجھتے ہیں
سکندر وجم و قیصر کو کیا سمجھتے ہیں
خدا کی ذات کا عرفاں انھی کو حاصل ہے
جو لوگ عظمت خیرالوریٰ سمجھتے ہیں
ہمیشہ منزلیں خود چومتی ہیں ان کے قدم
شہ ﷺ مدینہ کو جو رہنما سمجھتے ہیں
اس ﷺ نے چاند کیا دو ٹکڑے
حکم سے اس ﷺ کے پلٹا سورج
جو فاراں کی اوٹ سے ابھرا
سب کے دل میں اترا سورج
آپ ﷺ کی خاطر رب نے بنائے
چاند، زمین، ستارا، سورج!

ان شعرا کے علاوہ اسی عشرے میں قیوم نظر کی کتاب ''نعت مصطفیٰ ﷺ''، نعیم تقوی کا مجموعہ ''بصیرت''، قمر انجم کا نذرانہ عقیدت ''حسنت جمیع خصالہ''، بسمل آغائی کا نعتیہ کلام ''سلسلہ خواب''، قمر یزدانی کا شعری مرقع ''مہر درخشاں''، صبا متھراوی کا مدحیہ کلام ''مصدر الہام''، عبدالکریم ثمر کی کتاب ''احسن تقویم''، قیصری کانپوری کا ہدیہ نعت ''نور ازل''، اثر زبیری کا مجموعہ مدحت رسول

علیہ وسلم ''سلسبیل'' اور وحیدہ نسیم کا ہدیہ عقیدت ''نعت وسلام'' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا۔ اس عشرے میں مدحیہ ادب کی تخلیقی رفتار قابل لحاظ حد تک تیز رہی۔

''نورِ ازل'' کے خالق، قیصری کانپوری کے شعری آہنگ میں ان کی مناجات آمیز نعتیہ غزل کے اشعار لائقِ تحسین ہیں:

شعورِ فن جو دیا ہے تو یہ کمال بھی دے
کہ نعت لکھوں تو لفظوں کو خدو خال بھی دے
جو ان کی ذات سے وابستگی مسلّم ہے
تو ان کی شان کے شایاں کوئی خیال بھی دے
اگر گدائی مدینے کی ہے مقدر میں
تو میرے ہاتھ میں اک کاسہء سوال بھی دے
جو لمحے یادِ رسالت مآب میں گزریں
انہیں پھر عہدِ رسالت کے ماہ سال بھی دے
ابھی یہ گوشہء مدحت ہے تشنہء اظہار
جو ان کی عظمتیں سمجھے وہی مثال بھی دے
غمِ فراقِ محمدؐ عطا کیا ہے تو پھر
نشاطِ جاں کے لیے مژدہء وصال بھی دے
دیا گیا ہے جو قیصری کو منصبِ مدحت
تو اے خدا، اُسے اسلوبِ عرضِ حال بھی دے

عبدالکریم ثمر کے دو نعتیہ مجموعے ''احسنِ تقویم'' اور ''شاخِ سدرہ'' منصہء شہود پر آئے تھے۔ ان کا شعری لہجہ روایت اور جدت کے امتزاج سے عبارت ہے۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

حدودِ وسعتِ کون و مکاں سے ملتی ہے
مرے خیال کو وسعت کہاں سے ملتی ہے
مری زباں پہ ہے نامِ محمدؐ عربی
مری نوا بھی بلالؓ اذاں سے ملتی ہے

یہ آستانِ محمدؐ ہے، اس طرف آؤ
سکونِ قلب کی دولت یہاں سے ملتی ہے

ثمر کی ایک نظم ''یہ شہر ہے کملی والےؐ کا'' بڑی مترنم بحر میں ہے۔

یہ شہر ۔ مدینہ ہے جس کا
کونین میں ڈنکا بجتا ہے
وجدان کی ناقہ چلتی ہے
عرفان کا محمل سجتا ہے
اس روضے پر دربانی کی
قدسی بھی تمنا کرتے ہیں
اس خوابِ گہہِ محبوبی کے
انوار سے دامن بھرتے ہیں
اس در پہ سلامی کے گجرے
جبریل بھی لے کر آتے ہیں
فیضان کی محفل جمتی ہے
اور نعت فرشتے گاتے ہیں
یہ شہر ہے کملی والےؐ کا

شعرِ عقیدت میں شعریت وشریعت کی آمیزش کی مثال:

اثر زبیری نے قرآنِ پاک کا منظوم ترجمہ ''سحرالبیان'' کے نام سے کیا تھا جسے اہلِ علم کے حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔ ''سلسبیل'' ان کی نعتیہ نظموں اور مناقبِ اصحابؓ وصحابیاتؓ کا مجموعہ ہے۔ اس شعری عمل میں متن کی استنادی شان بھی ہے اور شعری جمال بھی۔ ملی زوال وانحطاط پر شاعر کے دل سے نکلنے والی آہ بھی ہے اور ملت کو کمال کے درجے پر فائز دیکھنے کے لیے دعاؤں کی سسکی آمیز التجا بھی۔ نعتیہ ادب میں ملی درد کے اظہار کا یہ رجحان حالی سے اقبال اور ظفر علی خاں تک اور وہاں سے اثر زبیری تک پہنچا جسے اثر زبیری نے صدق دل سے اپنایا ہے۔ ''التجاء بحضورِ سید بطحا ﷺ'' ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں تشبیب کے بجائے براہِ راست تخاطب کا انداز اپناتے ہوئے

شاعر نے عرضِ مدعا کیا ہے:

فاتحِ عجم خانماں برباد ہوئے ہیں
اے حجلہ گزینِ حرم خانۂ ارقم
ہیہات سرِ کنگرۂ قصرِ مسلماں
اڑتا نہیں اب صولتِ صدیقؓ کا پرچم
آمادۂ پیکار ہے پھر لشکرِ باطل
رخصت ہوا وہ شوکتِ فاروقؓ کا عالم
وہ سوزِ عبادت وہ تورّع وہ تضرّع
وہ جذبِ دعائے لبِ عثمانِؓ معظم
وہ فقر و تواضع وہ قناعت وہ شجاعت
وہ شانِ علیؓ جو ہے زمانے میں مسلّم
پھر روم و سمرقند و خطا زیرِ نگیں ہوں
پھر اسود و احمر پہ اڑے دین کا پرچم
پھر مشغلۂ درسِ احادیث و بیاں ہو
پھر دور میں ہو جامِ جنیدؒ و ادہمؒ
بچھڑی ہوئی امت ہو تری سمت روانہ
سینہ ہو مدینہ کا مساوات کا سنگم
اس مطلعِ انوار میں با سینۂ صد چاک
اس مجمعِ عشاق میں با دیدۂ پُر نم
اک سمت کھڑا ہو آخرِ سوختہ دل بھی
دل دادۂ جاں باختۂ گیسوئے پُر خم
ہوں وردِ زباں نعت و مناجات کے نغمات
تسکینِ دلِ زار ہو روضہ کا وہ عالم
وہ روضہ کہ فردوس بھی قربان ہے جس پر
وہ قصر کہ جبریلؑ بھی ہیں جس سے مکرم

اس بارگہہِ ناز میں یوں عرض کناں ہو
با حسرت و اندوہ و بہ زخمِ خلشِ غم
چیزے کہ سزاوارِ قبول است نہ دارم
نذرانہ سیپارۂ دل را بگوارم

''توفیقِ نیاز'' کے تحت لکھتے ہیں:

مہہ و انجم کی تابانی محمدؐ کی بدولت ہے
وجودِ بزمِ امکانی محمدؐ کی بدولت ہے
انھیں کے نام سے ہے خیمہء افلاک استادہ
ثباتِ عالمِ فانی محمدؐ کی بدولت ہے
عروجِ علم و حکمت فیض ہے ان کے اشاروں کا
شکستِ جہل و نادانی محمدؐ کی بدولت ہے
اثرؔ محوِ ثنائے مصطفیٰؐ رہیے کہ دنیا میں
دماغ و دل کی جولانی محمدؐ کی بدولت ہے

شاعری کے یہ چند نمونے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اثر زبیری کو نعت کے مافیہ [content]، اسلوب [style] اور شعری ضرورتوں کی آگاہی نے قادر الکلامی کا امتیاز عطا کر دیا ہے۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۷ء تک کے دھے میں تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی سطحوں پر کام مزید آگے بڑھا۔ تنقیدی جہت تو بالخصوص اسی عشرے میں روشن ہوئی۔ اس دورانیے میں کم و بیش پونے چار سو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ اس عہد میں چھپنے والا کلام، ادبی خوبیوں کے لحاظ سے وقیع تر، آہنگ، لہجے اور اسلوب کے حوالے سے جدید تر اور نئی شعریات کے شعور کے پھیلاؤ اور نعت میں اس کے بھرپور ادراک کے سلسلے میں لائق اعتنا ہے۔ اس دہائی میں سامنے آنے والی کتب میں دنیائے ادب میں معروف اور مستند شعرا کے شعری مجموعے اس بات کا اشاریہ مرتب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اب باقاعدہ سنجیدہ ادب تخلیق کرنے والے شعراء بھی صف نعت گویاں میں شامل ہونے کو سعادت سمجھنے لگے ہیں۔ شعرا کی اس فہرست میں اختر ہوشیار پوری (برگ سبز)، سعید وارثی (ورثہ)، سلیم

گیلانی (سیدنا علیہ‌السلام)، سہیل غازی پوری (شہر علم)، نعیم صدیقی (نور کی ندیاں رواں)، اختر لکھنوی (حضور علیہ‌السلام)، منیر قصوری (چادرِ رحمت)، جعفر بلوچ (بیعت)، سرشار صدیقی (اساس)، لالہ صحرائی (لالہ زارِ نعت)، احمد ندیم قاسمی (جمال)، نذیر قیصر (اے ہوا مؤذن ہو)، محشر بدایونی (حرفِ ثناء)، خاطر غزنوی (سلسلہ انوار کا)، حسن رضوی (جمال احمد مرسل)، نسیم سحر (یہ جو سلسلے ہیں کلام کے)، جاوید اقبال ستار (رحمت بے کراں)، محسن احسان (اجمل و اکمل)، خالد شفیق (عالم افروز)، ریاض مجید (اللھم صل علیٰ محمد علیہ‌السلام)، صبیح رحمانی (ماہ طیبہ اور جادۂ رحمت)، ریاض حسین چودھری (زرِ معتبر)، سید سلمان رضوی (خیر کثیر)، قمر وارثی (کہف الوریٰ)، شوکت ہاشمی (سارے حرف گلاب)، مبارک مونگیری (ذکر ارفع)، احمد شہباز خاور (قندیل مدحت)، افسر ماہ پوری (طور سے حرا تک)، طفیل ہوشیار پوری (رحمت یزداں)، بقا نظامی (شہپر جبریل)، غوث متھراوی (بلاوا)، ع س مسلم (زمزمہ درود، زمزمہ سلام، کاروانِ حرم، حمد و نعت)، لطیف اثر (صحیفۂ نعت)، اثر فاضلی جے پوری (تجلیات حرم)، حیرت الٰہ آبادی (نور بے مثال، منارۂ نور)، اے کے طالب (یا اللہ۔ یا رسول اللہ علیہ‌السلام)، شاہ انصار الٰہ آبادی (سراج السالکین، صلوٰۃ و سلام)، آفتاب کریمی (آنکھ بنی کشکول) اور ریحانہ تبسم فاضلی (خطیب الامم علیہ‌السلام) وغیرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

جدید اسالیب اپنانے کا رجحان:

سعید وارثی کی کتاب "ورثہ" جدید لہجے میں نعتیہ شعر تخلیق کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں روایت کے سہارے اسلوب کی جدت کے شواہد ملتے ہیں۔ بیدم وارثی کی معروف نعت

ع عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول علیہ‌السلام...... کی طرح میں سعید وارثی نے اچھے شعر نکالے ہیں:

جبیں پہ اپنی سجالوں تو آسماں جھک جائے
خدا کرے مجھے مل جائے خاکِ کوئے رسولؐ
بڑھی ہے درد کی لذت جلی ہے شمعِ سکوں
چھڑی ہے جب کہیں گلشن میں گفتگوئے رسولؐ

درِ حضور ﷺ پر حاضری کی تمنا کا اظہار نعتیہ شاعری میں تقریباً ہر شاعر کرتا ہے۔ سعید وارثی نے بھی یہ آرزو شعر میں ڈھالی ہے، لیکن ذرا دوسرے انداز سے:

یہ تو بجا وہ شہرِ گل رشکِ بہشت ہے مگر
مژدۂ اذنِ حاضری ، موجِ صبا سُنا مجھے

''ورثہ'' میں آزاد نظم کی صورت میں بھی نعتیہ مضامین کا روپ چمکا ہے۔ ایک نظم کی چند لائنیں دیکھیے:

''وہ ذات جس کے بھروسے پہ
گھر سے نکلے تھے
وہ ذات اپنی محافظ
وہ ذات اپنی کفیل
اٹھو کہ۔۔۔ رحمتِ عالمؐ کے ساتھ ہو تم بھی
ڈرو نہیں کہ خدا ساتھ ساتھ ہے اپنے'' [لاتحزن ان اللہ معنا]

سلیم گیلانی کا مجموعہ مدح سید الکونین ﷺ موسوم بہ ''سیدنا ﷺ'' نعتیہ ادب میں ایک معتبر اضافہ تصور کیا جائے گا۔ وہ کلاسیکی شاعری کے آہنگ سے مانوس بھی ہیں اور جدید رنگ سخن کا شعور بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں روایت کو ساتھ لے کر جدت کی طرف قدم بڑھانے کا رجحان جھلکتا ہے:۔

ذرہ ہوں پہ خورشید سے ہے ربط تجلی
قطرہ ہوں پہ نسبت ہے مجھے وسعت یم سے
کبھی لفظوں کے پیکر میں، کبھی اشکوں کی صورت میں
درود ان ﷺ کے لئے پیہم رقم ہوتے ہی رہتے ہیں
کونین میں وہ ایک ہی رہبر ہے کہ جس کی
تابانی نقشِ کفِ پا سب کے لئے ہے
(''سیدنا ﷺ ۔۔۔ سلیم گیلانی)

سلیم گیلانی نے استعاراتی زبان بھی شعرِ عقیدت کے لیے بڑی کامیابی سے استعمال کی ہے:

جب وہ چاند نہ ابھرا تھا

کتنا گھور اندھیرا تھا
پورن ماشی کا چندا
پہلی رات کا لگتا تھا
صبح کے چڑھتے سورج پر
شام کا دھوکا ہوتا تھا
راہیں کتنی ویراں تھیں
جیون کتنا سونا تھا
آنکھیں جاگتی رہتی تھیں
پر دل سویا سویا تھا
دریا طوفاں طوفاں تھے
ساحل در یا دریا تھا
پنچھی گاتے تھے لیکن
شاخون پر سناٹا تھا
رم جھم برکھا ہوتی تھی
پھر بھی انساں پیاسا تھا

ثنائے خواجہ کونین ﷺ کو مسلمانوں کی حیات اجتماعی سے ہم آہنگ کر کے امت مسلمہ کو آئینہ دکھانے کا کام جس فنی شعور کے ساتھ نعیم صدیقی نے کیا ہے، وہ منفرد بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ عشق رسول ﷺ کو اتباع رسول ﷺ سے مشروط کر کے پیش کرنے کا جذبہ، ان کا رہنما ہے۔ مدحت سرکار ﷺ کو ادب کے عصری تقاضوں کے لحاظ سے شعری پیکر دینے کے سلسلے میں نعیم صدیقی کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا:۔

اے عشق محمد ﷺ اب اتنی سی تمنا ہے
باطل کے طلسموں سے ایماں کو بچا لے چل
ہاں اے سبق اقرأ ہاں اے سفر اسرا

جنت سے گراہوں میں پستی سے اٹھا لے چل
رزم حق و باطل نے کھولا دیا خوں میرا
اے دل مجھے اب سوئے میدان وغا لے چل

تو رسول حق، تو قبول حق، ترا تذکرہ ہے فلک فلک
تو ہے مصطفیٰ ﷺ، تو ہے مجتبیٰ ﷺ، ترا نعت خواں ہے ملک ملک
ابھی غار میں، ابھی بدر میں، ابھی فرش پر، ابھی عرش پر
کبھی وہ ادا، کبھی یہ ادا، کبھی وہ جھلک، کبھی یہ جھلک

("نور کی ندیاں رواں"۔۔۔نعیم صدیقی)

منیر قصوری کی شاعری میں فن کی پختگی منعکس ہے۔ شعور مقام محمدی ﷺ کی تابناکی سے ان کے اشعار خورشید بداماں ہیں اور پیام رسالت کی روشنی سے حرف حرف منور ہے:۔

محفل جاں سجی ہوئی آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
میری تو کائنات ہی آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
ماہ جمیل نیم شب، مہر جلیل نیم روز
چاندنی ہو کہ روشنی، آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
میری اذان دل نواز، میری نماز جاں گداز!
میرا شعور بندگی، آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
میرا جمال فکر و فن، میرا جلال فکروفن
میرا کمال شاعری آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
اب تو بتان عصر سے زندگی بھر لڑوں گا میں
میرا یہ عزم آہنی، آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے

("چادر رحمت"۔ منیر قصوری)

اختر لکھنوی مدح نبوی ﷺ کو غزل کے عصری تقاضوں سے ہم کنار کرنے میں کامیاب

بھی رہے اور ان کی شاعری میں احترامِ نعت بھی قائم رہا۔ انہوں نے مدحتِ سرکارِ دو عالم بڑی جگر کاوی سے کی۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے، "حضورﷺ" اور "سرکارﷺ"۔

ان ﷺ کے در پر گئے گرد راہ سفر جسم پر رکھ کے ہم
اور پھر یہ ہوا، پہروں روتے رہے در پہ سر رکھ کے ہم
راستوں کی ہوا رہنما بن گئی، ساربان بن گئی
جب چراغ ان ﷺ کی چاہت کا لے کر چلے ہاتھ پر رکھ کے ہم
اپنی ہر رات رکھتے ہیں روشن بہت اور معطر بہت
اک چراغ وفا ان ﷺ کی یادوں بھرے طاق پر رکھ کے ہم
(سرکارﷺ)

تخلیقِ نعت اور نعت خوانی:

پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ اور نعت خوانی کے احیا کے لیے ریاض سہروردیؒ کی خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ ریاض سہروردیؒ نے محافلِ نعت کے لیے کثیر تعداد میں کلام لکھا اور ان کا کلام محافل میں پڑھا گیا۔ ان کے حینِ حیات متعدد مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے اور اب ڈاکٹر شہزاد احمد نے ان کی کلیات بھی شائع کردی ہے۔ یہ کلیات ان کے بسیار نویس ہونے کی دلیل ہے۔ صوفی، صافی دل ہونے کے باعث ان کی نعت میں والہانہ پن جھلکتا ہے۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

مجھے نہ دیکھو شہِ بحر و بر کی بات کرو
گناہگار پہ ان کی نظر کی بات کرو
کسی بھی شے کے اثر کا کرو نہ ذکر ریاضؔ
کرو تو اسمِ نبیؐ کے اثر کی بات کرو
نظر آنے لگا ہے اپنی آہوں کا اثر مجھ کو
درِ رحمت دکھاتی ہے یہ میری چشمِ تر مجھ کو
ممدوحِ خدا حامدِ رب نورِ مجسم، اے رحمتِ عالم

ہیں آپ کے مداح بنی آدم و آدمؑ، اے رحمتِ عالم

علامہ ریاض سہروردی، سلسلہء طریقت کے مسند نشین بھی تھے اس لیے انہوں نے پیر و مرشد کی مطلوبہ شان، یا qualification بھی بتا دی ہے۔ نعت کو زندگی کے عملی معاملات سے ہم کنار کرنے کی یہ کوشش لائق تقلید ہے۔

کوئے سرکارؐ تک جو پہنچا دے
وہ حقیقت میں پیر ہوتا ہے
بارگاہِ رسولِ اکرمؐ کا
ہر ولی، اک سفیر ہوتا ہے
مصطفیؐ کے غلام ہیں ہم لوگ
کیسے عالی مقام ہیں ہم لوگ

جداگانہ شعری آہنگ:

اپنے مجموعہ نعت "بیعت" کے ذریعے جعفر بلوچ نے تازہ اسلوب اور فکری اجتہاد کی قابل قدر مثال پیش کی ہے:۔

اسے بھی ڈھانپ لے گی رحمت آقائے دو عالم ﷺ
پکارا حسن نیت سے انہیں جب عصر حاضر نے
وجہ باران کرم پہلے بھی ان ﷺ کا نام تھا
ان ﷺ کا نام آتے ہی لگ جاتی ہیں جھڑیاں آج بھی
صاحب کوثر ﷺ ان سب کا سر چشمہ ہیں
خیر کثیر کے جتنے دریا بہتے ہیں!
مری نظر میں بہار جاوید کی علامت ہے سبز گنبد
رہیں گی ہر قریۂ محمد ﷺ میں تا ابد خیمہ زن بہاریں

"مطلع" کے عنوان سے جو نظم کتاب کی زینت بنی ہے وہ اپنی رمزیت اور تاریخی و عقیدتی

اشاریت کی علامت ہے۔اس نظم میں شاعر پہلے دریائے سندھ کی بات کرتا ہے جس کے کنارے اس نے پرورش پائی ہے۔اس کے بعد وہ دریائے رحمت ﷺ کی بات کرتا ہے۔

سنو اب ایسے دریا کی کہانی
بھرے ہے جس کے آگے سندھ پانی
کئی نہروں میں اس دریا کو بانٹا
مگر پانی کبھی ٹوٹا نہ اس کا
نہیں شاخِ تکبر یہ تعلی
ہے تشبیبِ تشکر یہ تعلی
مری طبعِ رواں کا راز کیا ہے
یہ فیضانِ ثنائے مصطفیٰ ہے
محمد مصطفیٰ معراج والے
وہ ختم الانبیاء کے تاج والے
میں ممنونِ درِ شاہِ امم ہوں
بہ زیرِ سایہء دستِ کرم ہوں
مرادیں بخشنے والے سخی ہاتھ
چٹانیں توڑنے والے قوی ہاتھ
کیا تھا نصب جن ہاتھوں نے اسود
ملی انساں کو جن سے خیرِ سرمد
وہ جن کے مارمیت میں ہیں اسرار
وہ جن ہاتھوں کی مار اللہ کی مار
انھی ہاتھوں پہ کی ہے میں نے بیعت
انھی سے ہوں گہر اندوزِ رحمت

(''بیعت'' ۔۔۔ جعفر بلوچ)

جعفر بلوچ کی یہ نظم علامتیت اور توضیح، دونوں سطحوں پر کامیاب نظم ہے۔ اس نظم کا لہجہ نعتیہ شاعری میں خاصی حد تک منفرد اور تازہ کاری کا نمائندہ لہجہ ہے۔

ادبی اسلوب اختیار کرنے کی شعوری کوشش:

سرشار صدیقی کی مدحت گزاری کی ''اساس'' نئے طرزِ احساس اور جدید نظریۂ فن پر ہے۔ ان کی لفظیات میں عظمت ہنر کا عکس اور حروف میں عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ شعریت کا ادراک سرشار صدیقی کے تخلیقی وجدان کا حصہ ہے اور ان کی مدحیہ شاعری اس شعری ادراک کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے:۔

دور سے گنبد خضریٰ دیکھ کے دل اس طور سے دھڑکا تھا
روح کے گہرے سناٹے میں جیسے شور نشور ہوا
نعتوں میں برتتے ہیں آداب عبادت کے
ہر چند غزل میں ہم شوریدہ بیاں ٹھہرے
ہاں قدم بوسی کے جذبے میں صداقت بھی تو ہو
خود بدل جاتے ہیں سب ہجر کے اسباب و علل
مرحبا صل علیٰ یاد مدینہ آئی
یوں بھی احساس کے ویرانوں میں کھلتے ہیں کنول
روشنی حرف ہدایت ہے، کسی نام سے ہو
عرش سے غار حرا تک وہی اک نور ازل
یہ اسی ذات گرامی ﷺ کا کرم ہے سرشار
جگمگا اٹھا مری نعت سے ایوان غزل

(''اساس'' ۔۔۔ سرشار صدیقی)

''میثاق'' سرشار صدیقی کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی مدحت

کے ساتھ ساتھ ''والذین معہ'' (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے مناقب بھی ہیں۔ ایک آزاد نظم ملاحظہ ہو:

یہ دن وہ ہے
جس کے واسطے خالقِ جہاں نے
عدم کو نقشِ وجود بخشا
نفی کو اثبات
اور اخفا کو اعتبارِ نمود بخشا
جو غیب تھا
اس کو حکم ''کُن'' سے شہود بخشا
رکوع کو سرفرازیاں دیں
قیام کو استقامتِ عبدیت عطا کی
جبیں کو ذوقِ سجود بخشا

یہ دن وہ دن ہے
کہ وجہِ تخلیقِ دو جہاں کا ورود ہوگا
ورود ہوگا
تو ہم سے بے راہ و کم عقیدہ
گناہگاروں کا ذکر ہی کیا
کہ انبیاء انؑ کے خیر مقدم کو
صف بہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہوگا
سلام ہوگا
سلام اُنؐ پر
درود اُنؐ پر
فدا ہمارا وجود اُنؐ پر [ظہور]

''جمال'' مدحت نگاری میں شعری جمالیات کا بھرپور عکاس ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے

غزل کے اسلوب میں سرکار رسالت مآب ﷺ کا ایسا سراپا لکھا ہے جو آپ ﷺ کی سیرت کے نور سے مستنیر ہے۔"جمال" کی شاعری میں عقیدت کا مقدس جذبہ فن میں اس طرح ڈھل گیا ہے کہ عقیدت اور شعر کی تخلیقی دانش میں ایک حسین توافق (Harmony) پیدا ہو گیا ہے:۔

اے مرے شاہ شرق وغرب، نان جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں، گدا ترا
یوں تو تری رسائیاں فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی پایا ہے نقش پا ترا
دور سہی دیارِ نور، چور سہی مرا شعور!
تو مرا حوصلہ تو دیکھ! میں بھی ہوں مبتلا ترا
سمٹ آیا ترے اک حرفِ صداقت میں وہ راز
فلسفوں نے جسے تا حدِ گماں الجھایا
کتنا احسان ہے انسان پہ تیرا کہ اسے
اپنی گفتار کو کردار بنانا آیا!
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
فن کی تخلیق کے لمحوں میں تصور اس کا
روشنی میرے خیالوں میں ملا دیتا ہے!

("جمال"۔۔۔احمد ندیم قاسمی)

مسیحی نعت گو نذیر قیصر کی شاعری میں موضوع کے حوالے سے اپنے احساسات کو لفظوں کی گرفت میں لانے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں علامتوں کا جابجا استعمال ان کی دشوار پسند طبیعت کا غماز بھی ہے اور لفظوں کو معنیاتی وسعتوں کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کا آئینہ دار بھی۔ نذیر قیصر کی مدحیہ شاعری کا محرک آرزوئے تخلیق کا بے ساختہ پن ہے جس نے اس شاعری کو

پرکشش بنادیا ہے:۔

چوموں پاؤں ہجرت والے
ہجرت والے برکت والے
کونپل کونپل، شبنم شبنم
لمحے بھیج، بشارت والے
جلتے شہروں پر پھیلا دے
بادل اپنی رحمت والے
میرے صفحوں پر بھی لکھ دے
حرف وہ نور و نکہت والے
میرے زخموں پر بھی رکھ دے
اپنے ہاتھ شفاعت والے

("اے ہوا موذن ہو"۔۔نذیر قیصر)

مذہب کی ناقابل تردید حقیقتیں جب پردۂ سخن میں صورت اظہار پاتی ہیں تو لفظ لفظ میں شاعر کا باطنی جذبہ لمعہ ریز ہونے لگتا ہے اور شہر نعت میں اجالا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قاری نعت گو شاعر کی کاوش ہنر کی داد دیئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ محشر بدایونی کی نعتیہ شاعری میں جمال فن بھی ہے اور جذبہ و احساس کی لطافت بھی، لہٰذا قاری ان کی شاعری پڑھ کر وجدانی لمحوں سے آشنا ہوتا ہے:۔

آکے طیبہ سے طلب اور ہے تشنہ تشنہ
دھڑکنیں دل کی صدا دیتی ہیں طیبہ طیبہ
کسی دیوار کا سایہ بھی کوئی سایہ ہے؟
آپ ﷺ کے دامن رحمت کا ہے سایہ سایہ
خلق معجز یہ ہے جو آئینۂ دل ٹوٹا

آئینہ کر دیا پھر جوڑ کے ریزہ ریزہ
کار دیں سخت کٹھن اور یہ رضائے شہ دیں
لوگ پتھر ہیں پگھل جائیں گے رفتہ رفتہ
آپ کے سائے میں آجائے تو یہ حال ہو کیوں
آدمی عقل کے نرغے میں ہے تنہا تنہا!
حرم وطیبہ میں گزریں جو مرے شام و سحر
خلد ساماں ہو مری زیست کا لمحہ لمحہ
امتی جائیں کہاں؟ جائے اماں پائیں کہاں
یہ غلام آپ کے آپ ان کے ہیں آقا' آقا ﷺ

ایک مسدس کے چند بند ملاحظہ ہوں:

سکوں سے محروم بے نواؤ
جو ہے سکوں کی طلب تو آؤ
دل اپنا اللہ سے لگاؤ
درِ نبیؐ پر نظر جماؤ
یہ طور بدلو یہ راہ چھوڑو
پھر اپنا رشتہ حرم سے جوڑو
وہ دیکھو اٹھی گھٹا حرم کی
وہ نور پھیلا وہ برق چمکی
لرز اٹھیں وادیاں ستم کی
سنو صدا ہے یہ کس قدم کی
صدا جو عالم پہ چھا رہی ہے
دیارِ بطحا سے آ رہی ہے

اسی سے ہم کو اماں ملے گی
اسی سے تسکینِ جاں ملے گی
فراغتِ بے کراں ملے گی
مسرتِ جاوداں ملے گی
خلوص و خُلق و ادب ملے گا
جو کھو چکے ہو وہ سب ملے گا

(''حرفِ ثناء''۔۔۔محشر بدایونی)

محشر بدایونی کا یہ مسدس فنی دربست اور خلوصِ اظہار کے باعث تازہ کار شعری مرقعے کے طور پر زندہ رہے گا۔

خاطر غزنوی کے نزدیک نعت گوئی اپنی زندگی کے لمحۂ موجود کو سنوارنے اور مستقبل کو نکھارنے کا عمل ہے۔ وہ والہانہ کیفیت میں نعت کہتے ہیں اور اس کیفیت میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ''سلسلہ انوار کا'' خاطر غزنوی کی مدحت گزاری کی مخلصانہ کوشش کا آئینہ دار بھی ہے اور ان کے تخلیقی وجدان کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبدِ خضریٰ کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسم دل پر چھائیں بہاریں نعت کہیں
ذکر نبی ﷺ کی شبنم شبنم چلی ہوا
رحمت کی ہر سو ہیں پھواریں نعت کہیں
جالی پار غنی جھونکے، یاں کاسے ہاتھ
ہر اک آنکھ میں اشک قطاریں، نعت کہیں
ایک سفر ہے عشق سمندر صحرا کا

آؤ کشتی پار اتاریں، نعت کہیں

(''سلسلہ انوار کا''۔۔۔خاطر غزنوی)

غزل گو شعرا جب وادیٔ نعت میں قدم رکھتے ہیں تو اپنے متغزلانہ طرزِ احساس کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ نعت کی لفظیات اور طرز ادا سے ایک خاص قسم کی ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ محسن احسان کی نعت گوئی میں بھی یہی تخلیقی رویہ کارفرما ہے۔ ان کی نعت نگاری ادبیت اور عقیدت کے حسین رنگوں سے مزین ہے۔ محسن نے خوب صورت تراکیب تراش کر زندگی کے اندھیرے اجالے کو جزوِ فن بنایا ہے اور تعلیمات محمدی ﷺ کو موضوعات شعر کے طور پر اختیار کیا ہے:۔

لذت جاں اس نے دی درد آشنا اس نے کیا
بے نوا محسن کو سرمست نوا اس نے کیا
ایک سجدے میں ہے پنہاں کیف راز زندگی
یہ سبق دے کر شناسائے خدا اس ﷺ نے کیا
نیک و بد کے درمیاں اک حد فاصل کھینچ کر
نور کو سیلاب ظلمت سے جدا اس ﷺ نے کیا
لقمۂ تر سے ہے افزوں لقمۂ نانِ حلال
آدمی پر وا درِ فقر و غنا اس نے کیا
شاہبازِ دل پہ کھولیں وسعتیں افلاک کی
قید آب و گل سے انساں کو رہا اس نے کیا
علم کا سورج اچھالا، جہل کی تنسیخ کی
ذہن کے ہر بند دروازے کو وا اس نے کیا!

(''اجمل واکمل''۔۔۔محسن احسان)

ڈاکٹر ریاض مجید نے تحقیقی اور تخلیقی سطح پر ناقابلِ فراموش نقوش قائم کیے ہیں۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد کتب کی صورت میں منصۂ شہود پر آچکی ہیں مثلاً ''اللھم صلی علیٰ محمد ﷺ''، ''سیدنا محمد

ﷺ"، "اللھم بارک علیٰ محمد ﷺ" اور "سیدنا رحیم ﷺ"۔ ریاض مجید موضوع کی نزاکتوں سے بھی آگاہ ہیں اور ان کے شعری عمل میں اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات کا انسانیت افروز پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی شاعری میں اسلوب کی جدت اور اظہار کی صفائی نے جاذبیت پیدا کردی ہے۔ زبان و بیان میں شعریت کا عنصر نمایاں ہے۔ انتخابِ الفاظ میں وہ بڑے محتاط ہیں۔ ان کی نعتوں میں بندش کی چستی اور رسولِ اکرم ﷺ سے تخاطب کا سلیقہ بھی قابلِ تحسین ہے۔ مثلاً

یقیں ابھارتی ، تشکیک دور کرتی ہے
محبت آپؐ کی، دل با حضور کرتی ہے
انا و نفس کو کرتی ہے عجز آمادہ
خوشا وہ پیروی جو بے غرور کرتی ہے
اس ایک دین کی خاطر ہی سب رسول آئے
یہ دین ،کوششِ پیغمبراں کا تحفہ ہے
حسنِ تہذیب کا اتمام رسول عربی ﷺ
تیرا اسوہ ترا پیغام رسول عربی ﷺ
کشش اک نسبتِ عالی کی ہے رہبر اپنی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے، چلے جاتے ہیں
زمیں پہ خاک کے پیکر میں نور اترا ہے
حیات آپؐ کی قرآن ہی کی صورت ہے
کچھ اور بھی ہے وہ مولا صفات نور نہاد
وہ دیکھنے میں تو انسان ہی کی صورت ہے
نسبت سے آپؐ ہی کی' دعا مستجاب ہو
نام آپؐ کا دعاؤں کو شہپر عطا کرے

سہارا یا رسول اللہ! خدارا یا رسول اللہ!

دلِ صد پارہ پر صدموں کی یورش بڑھتی جاتی ہے
درود کا نور ضو فگن ہے نفس نفس میں
زبان سورج، نگاہ قندیل ہو رہی ہے

بشارت آثار کیفیت ہے مراقبے کی
یہ کس ولایت کی آج تکمیل ہو رہی ہے؟
(سیدنا رحیم ﷺ)

رسائی میں نہیں تخلیق نعت کا لمحہ
یہ سدرہ وہ ہے کہ جبریل لفظ تھک جائے
ٹھہر ٹھہر کے مدینے کا راستہ طے کر
کچھ اور بھی ثمر اشتیاق پک جائے
میں دیکھتا رہوں جالی کو حیرتی ہو کر
مجال کیا جو ذرا بھی پلک جھپک جائے
کہیں رہوں مری ہجرت نصیب آنکھوں سے
وداع طیبہ کا منظر چھلک جائے
دکھائی دے پس الفاظ نعت نور ان ﷺ کا
جو دل سے پردۂ غفلت کبھی سرک جائے
("اللھم صل علیٰ محمد ﷺ" ۔۔۔ ریاض مجید)

ریاض حسین چودھری کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں مثلاً زرِ معتبر، سلامٌ علیک، رزقِ ثنا، تمنائے حضوری، متاعِ قلم اور کشکولِ آرزو۔ نئی تشبیہات، نئے استعارے اور نئے علائم کی تلاش میں ریاض حسین چودھری بڑی محنت کرتے ہیں اور انہیں جزو شعر بنانے میں بڑی جگر کاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کی لفظیات ادبی حسن کاری کا مظہر اور تراکیب و تلازمات ان کی ذہنی اُپج کے غماز ہیں:۔

لفظ در لفظ فصاحت کا قرینہ لکھوں
حرف در حرف بلاغت کا خزینہ لکھوں
ایک لمحہ بھی نہیں ان کے کرم سے خالی

ہر مہینے کو محمد ﷺ کا مہینہ لکھوں

شہر مژگاں میں چمکتے ہیں جو آنسو میرے
میں انہیں اپنی عقیدت کا پسینہ لکھوں

مری شاخ پر ہیں تمازتوں کے عجیب پھول کھلے ہوئے
میں ہوں تشنہ لب، مرے پیشوا، مری کشت جاں کو گھٹا ملے

انساں ترے نقوش قدم کی تلاش میں
دشت خلا میں محو سفر آج بھی تو ہے

کسی جگنو کو بھی اڑنے کا پروانہ نہیں ملتا
غبار شب میں لرزاں چاندنی ہے یا رسول اللہ

میں اجالوں کا مسافر ہوں کہاں جاؤں حضور ﷺ
ہر طرف دیوار شب ہے راستہ کوئی نہیں

میرے ہونٹوں پہ دھنک اسم محمد ﷺ کی کھلے
جاگتے لمحوں میں اک خواب سہانا دیکھوں!

("زر معتبر"۔۔۔ریاض حسین چودھری)

تصور میں سرکار ﷺ در پر کھڑا ہوں
سمٹ کر نگاہوں میں بھی آ گیا ہوں
حضور ﷺ آپ ﷺ کی نعت لکھنے لگا ہوں
عطا کیجیے کوئی حرف منزہ
سلامٌ علیک سلامٌ علیک
سلامٌ علیک سلامٌ علیک

ازل سے ہتھیلی پہ ہے حرف مدحت
ازل سے ملا ہے یہ حسنِ بلاغت
ازل ہی سے حاصل ثنا کی ہے دولت

ورق پر کھلے، یا نبی ﷺ حرفِ تازہ
سلامٌ علیکَ سلامٌ علیکَ
سلامٌ علیکَ سلامٌ علیکَ
حضور ﷺ آپ ﷺ ہی نازشِ کل جہاں ہیں
حضور ﷺ آپ ﷺ ہی فخرِ کون و مکاں ہیں
حضور ﷺ آپ ﷺ ہی رحمتِ بیکراں ہیں
ہے اسمِ گرامی بڑی شان والا
سلامٌ علیکَ سلامٌ علیکَ
سلامٌ علیکَ سلامٌ علیکَ
(سلامٌ علیکَ)

صبیح رحمانی ادبی خلوص، شاعرانہ سچائی اور تخلیقی لطافت کے ساتھ نعت گوئی میں مصروف ہیں۔ فن میں جدت پسندی اور خلاقانہ قوت کے راست استعمال نے انہیں وہ مقام دلا دیا ہے، جس کے لئے لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ صبیح کی شاعری میں شاعرانہ مصوری کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایک خاص بات جو صبیح کی نعتیہ شاعری میں بڑی نمایاں ہے، یہ ہے کہ جدت طرازی اور تازہ کاری کی عمدہ مثال ہونے کے باوجود ان کی نعت تاثراتی سطح پر نعت ہی رہتی ہے، غزل یا عام نظم کے درجے پر نہیں آتی۔ موضوع سے اتنی گہری وابستگی اور نسبت شہ کونین ﷺ کا اس قدر شدید احساس آج کے کم شعراء کو ہے:۔

صبیح ان ﷺ کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ
کوئی مثل مصطفیٰ ﷺ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ ﷺ کا مماثل
تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
سرِ حشر ان ﷺ کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
(''جادۂ رحمت'' صبیح رحمانی)

صبیح رحمانی نے ''مواجہہ شریف'' پر کھڑے ہوئے ہجومِ دل زدگاں کے تاثرات بڑی خوبی اور دل سوزی کے ساتھ رقم کیے ہیں:

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو ان کے لایا ہے ان کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم
لمحے لمحے پہ آیات کا نور ہے، نعت کا نور ہے
نور افشاں درودی فضا دم بہ دم ، ہیں مواجہ پہ ہم
ایک کونے میں ہیں، سر جھکائے ہوئے، منہ چھپائے ہوئے
گردنیں ہیں کہ بارِ ندامت سے خم، ہیں مواجہ پہ ہم
آنسوؤں کی زباں، کر رہی ہے بیاں، ان سے احوالِ جاں
صرف اپنا نہیں، پوری امت کا غم، ہیں مواجہ پہ ہم
ہر اندھیرا مقدر کا چھٹنے لگا ، دور ہٹنے لگا
قریۂ نور میں آ گئے ہیں قدم، ہیں مواجہ پہ ہم
مسکراتی ہوئی ہر تجلی ملی، کیا تسلی ملی
دور ہوتے گئے سارے رنج و الم ، ہیں مواجہ پہ ہم
سب طلب گار، حرفِ شفاعت کے ہیں، ان ﷺ کی رحمت کے ہیں
چہرے چہرے پہ ہے اک سوالِ کرم، ہیں مواجہ پہ ہم

نعتیہ ادب میں تلمیحاتی استناد کی مثال:

ابوالامتیاز ع س مسلم اپنی فکرِ راسخ کے ساتھ پیغام و مقصدِ نبوت پر قلم اٹھاتے ہیں اور نعت

کی مختلف جہتوں پر بڑی قادر الکلامی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے درود اور سلام پر الگ الگ دو کتابیں "زمزمہ درود" اور "زمزمہ سلام" تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح حج کے موضوع پر ان کا طویل مثنوی "کاروان حرم" کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جس میں مدحت رسول ﷺ کے اشعار بھی بڑی آب و تاب سے روشن ہیں۔ مسلم کی شاعری میں واقعاتی صداقتیں بڑی استنادی شان کے ساتھ جلوہ آراء ہیں۔ وہ حدود شریعت کا پاس رکھتے ہوئے مقام محمدی ﷺ پر گفتگو کرتے ہیں:۔

سلام ان پر فروزاں ہیں جو میرے موج خوں میں
حریم جاں گداز دل، مرے سوز دروں میں
سلام ان ﷺ پر محبت جن کی تاب اہل دانش
ہے جن ﷺ کے عشق کا سودا سر اہل جنوں میں
سلام ان پر دل مومن میں ہے جن سے حرارت
انہیں کی نبض دل تھی سابقون الاولوں میں

☆

سلام آقا ﷺ تری اک اک دعا مقبول حق ہے
وہی میری دعا ہے رب سے جو تو نے دعا کی
سلام اے صاحب جود و کرم اے موج غفراں
اجازت رب نے بخشی ہے تجھے عفو خطا کی
سلام اے مہربان و مشفق و غم خوار و محسن
سرکونین ہیں دھو میں ترے دست سخا کی
میں نے وفور شوق میں چوما ہے بار بار
آپس میں نام پاک پہ جب میرے لب ملے
مَل کر جبیں پہ چین سے سو جاؤں حشر تک

جو خاک پائے سید والا حسب ملے

("زمزمہ سلام"۔۔۔ابوالامتیاز ع س مسلم)

علاوہ ازیں انہوں نے، حمد و نعت، اللہ و رسول ﷺ، زبورِ نعت، جیسی کتب شائع کر کے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا ہے۔ حال ہی میں ان کی تمام کتب کا خلاصہ حضور اکرم ﷺ کے اسماء اور آپ ﷺ کی ذات کی طرف راجع "ضمائر" کی شناخت کے ساتھ بھی سامنے آیا ہے۔ یہ دونوں کتب "اسماء النبی ﷺ پیراہنِ شعر میں" اور "اسماء النبی ﷺ صدفِ ضمائر میں" کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔ چند شعری مرقعے ملاحظہ ہوں:

اسمِ ذات......محمد ﷺ..............

ہر ضرب میں دل کی ہے اسی نام کی دھڑکن
ہر سانس مری رشتۂ اذکارِ محمدؐ

حامد ﷺ......

وقت کی دھڑکن میں ہے جو ازل سے موجزن
تو محمدؐ بھی ہے حامد بھی ہے اور محمود بھی

مجتبیٰ ﷺ......

مانتا ہے شفاعت خدا آپؐ کی
ہیں مُجابِ دعا مجتبیٰؐ آپ ہیں

وضعی اسمائے مبارکہ:
مشکل کشا ﷺ......

سلام ان پر سرِ طوفاں وہ میرا آسرا ہوں
بہر مشکل، بہ اذنِ حق مرے مشکل کشا ہوں

معیارِ انسانِ کمل ﷺ......

سلام ان پر جو ہیں معیارِ انسانِ مکمل
قیادت میں، خطابت میں تکلم میں مدلل

نقطہء ختمِ سلکِ رسالت ﷺ......

یومِ ازل سے مہرِ سیادت
نقطہء ختمِ سِلکِ رسالت

یہ شعری نمونے کتاب کی پہلی جلد "اسماء النبی ﷺ......پیراہنِ شعر میں" سے نقل کیے گئے ہیں۔

اب ان اسمائے مبارکہ کی جھلک ملاحظہ فرمایئے جو ضمائر کی شکل میں (اسماء النبی ﷺ......صدفِ ضمائر میں) تخلیقی وجدان کا حصہ بنے ہیں۔

آپ ﷺ......

"جاؤک" اختیار ہے ہاتھوں میں آپؐ کے
کیجے مجھے نوید شفاعت سے شادکام

تو ﷺ......

ترے حق میں خود یہ کہے خدا، ہوئی جس سے کوئی بھی خطا
کرے اس کو عفو جو توؐ عطا، مری مغفرت سے عجیب ہو

یہاں ایک بات عرض کرنی ہے۔ بعض ادبی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضور نبیء کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے "تو، تیرا، تم، تمہارا" کے ضمائر استعمال کرنا سوءِ ادب ہے۔ لیکن وہ لوگ شعر کی نزاکتوں اور لفظ کی حرمتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا شعر گوئی کے لیے بھی اپنا کوئی نصاب مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں میری رائے اس علمی حلقے کے ساتھ ہے جو شاعری کے تقاضوں اور لفظوں کے برتنے کے سلیقوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان ضمائر کے استعمال کو معیوب نہیں جانتا۔ جس کا مؤقف یہ ہے کہ شعر کی مقتضیات، نثر کے تقاضوں سے مختلف ہوتی ہیں اس لیے شعر میں واحد حاضر کی ضمیر کا استعمال، اگر قرینے سے کیا جائے تو جائز ہی نہیں بلکہ اپنائیت کے حسن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ع۔س۔ مسلم کے ان اشعار کا حوالہ دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ہے جن میں ایسے ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔

ترا ﷺ......

مانتا ہوں تیرے کہنے سے، جسے دیکھا نہیں
جو ترا معبود ہے، میرا وہی معبود ہے

صاحبزادہ حکیم سید محمود احمد سروؔ سہارنپوری نے نعتیہ تخلیقات کو ”زخمہء دل“ اور ”ثنائے خواجہ“ کی کتابی شکل دی۔ان نعتوں میں خیال کی پاکیزگی اور اظہار کی نفاست نمایاں ہے۔نعتیہ غزلوں سے شاعر کے وجدان پر غالب؛ موضوع کی عظمت کا خیال اور غزل کی مقتضیات کا فنی ادراک مترشح ہے۔قلبِ مہجور کی تڑپ کی شدتِ احساس ملاحظہ ہو:

ہر ایک دھڑکن پہ اب تو دل کی گماں یہ ہوتا ہے سروؔ جیسے
مجھے وہ آواز دے رہے ہیں، غلام آئے غلام آئے!

غزل کی چھوٹی بحر میں معنوی بے کرانی کا احساس ہوتا ہے۔چھوٹی بحر میں شاعری کرنا اور خیال کی بلندی کو چھو لینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہے۔لیکن سروؔ سہارنپوری نے بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یعنی مفعول۔مفاعلن۔فعولن، میں کمال کی نعت کہی ہے۔ذرا اس مترنم نعت کی قراءت کیجیے اور شعریت کے بحرِ بے کراں میں معنویت کے موتیوں کی چمک دمک کا اندازہ فرمائیے:

تجھ سے ہے بہارِ جانِ عالم
اے چارۂ بے کسانِ عالم
تو اصلِ بنائے خلق ٹھہرا
تو عزووقارو شانِ عالم
سدرہ ترے خادموں کا مسکن
اے خواجۂ خواجگانِ عالم
مہکی نہ تھی بوئے خُلق جب تک
ویران تھا گلستانِ عالم
جب تک ترے ذکر سے تہی تھی
بے رنگ تھی داستانِ عالم
تارے ترے ہمرکاب آئے
اے صاحب کاروانِ عالم
قطرے ترے فیض سے سمندر
اے منعم و مہربانِ عالم

ذرے ترا نام لے کے اٹھے
اور بن گئے کہکشانِ عالم
اک تیری نظر سے ہو گئے ہیں
بے نام و نشاں، نشانِ عالم
در پر ترے آ کے جھک گئے ہیں
کیا کیا سرِ سرکشانِ عالم
بھٹکے گا شعور مدتوں تک
معراج ہے امتحانِ عالم!

کچھ اور اشعار ملاحظہ ہوں:

جلا بخشی ہے اُس نے یوں ضمیرِ آدمیت کو
نسیمِ صبح آ کے جیسے غنچوں کی زباں کھولے
رحمتوں کا سرمایہ کچھ نہیں کسی کے پاس
فلسفے تو سارے ہیں اپنے دیکھے بھالے سے
وہی ہیں احمد کہ پرچمِ حمد جن کے دستِ کریم میں ہے
عروجِ اخلاق کا نمونہ انھیؐ کے خلقِ عظیم میں ہے
بعافیت سمندر زندگی کا پار کرنے کو
ستارؓے بھی ضروری ہیں سفینہؓ بھی ضروری ہے

ایک عشرے کا تخلیقی سرمایہ:

۱۹۹۰ء-۲۰۰۰ء تک ایسے بہت سے شعری مرقعے نعت کے منظر نامے پر طلوع ہوئے جن کی آب وتاب نے وادیٔ مدحت گزاری میں چکا چوند کر دی ہے۔ عزیزم صبیح رحمانی نے اس مرحلے پر میری توجہ ان مجموعوں کی طرف مبذول کروائی بلکہ بیشتر مجموعے خود ہی مہیا بھی کر دیئے۔ اللہ اس نوجوان کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور نعت پڑھنے، نعت لکھنے اور نعت پر تحقیقی اور تنقیدی کام

کرنے اور اس جذبہ راسخہ کو تحریک کے طور پر آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)۔ تو اس عرصے میں جو نعتیہ مجموعے آئے ان کی ایک نامکمل فہرست کچھ یوں ہے (تکمیل کا دعویٰ کرنے کی جسارت میں نہیں کر سکتا) صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کا مجموعہ نعت ''نبی الحرمین''، رحمٰن خاور کی کتاب ''محراب حرم''، عزیز الدین خاکی کا نذرانہ عقیدت ''نغمات طیبات''، لالہ صحرائی کی کاوش ہنر ''غزوات رحمتہ اللعالمین ﷺ'' اور ''قصیدۂ نعتیہ'' آفتاب کریمی کا مرقعۂ جذبات ''آنکھ بنی کشکول''، سید نبی رضا عظیم آبادی کی تخلیق ''حرا تا عرش''، حیرت الہٰ آبادی کا مجموعہ نعت ''نور بے مثال''، انوار عزمی کی کتاب ''آدم تا رحمت عالم ﷺ''، الحاج وقار احمد وقار صدیقی کا نذرانہ ثنا ''نقشِ کفِ پا''، طاہر سلطانی کا شعری عمل ''نعت میری زندگی''، صبیح رحمانی کا تخلیقی شاہکار ''خوابوں میں سنہری جالی ہے''، حفیظ تائب کا عکس اظہارِ عقیدت ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''، بشیر حسین ناظم کا ہدیہ عقیدت ''جمال جہاں فروز''، مسعود چشتی کی تصنیف ''تسکین قلب''، اسرار احمد سہاروی کا نعتیہ دیوان ''ذوق عرفان''، کوثر بریلوی کی کتاب عقیدت ''یہ تو کرم ہے ان ﷺ کا ورنہ''، یوسف طاہر چشتی کا نقش ہنر ''روح عالم''، ہلال جعفری کا کلام ''کاسہ ہلال''، عطا الرحمٰن شیخ کا مرقعہ عقیدت ''عطائے حرمین''، حکیم محمد رمضان اطہر کی مدح گزاری کا نقش ''حرف طیب''، ریاض احمد پرویز کی نعتیہ مثنوی ''ادائے رحمت''، عنبر شاہ وارثی کا مرقعہ عشق ''العشق ھواللہ''، اقبال عظیم کی کتاب ''پیکر نور''، امتیاز راہی کا حرف عقیدت ''مدحت کے چراغ''، صدیق فتح پوری کی کاوش ہنر ''سجدہ گاہ دل''، سید وحید الحسن ہاشمی کا ہدیہ جذب و عقیدت ''یاسین ﷺ''، وقار اجمیری کا شعری شہر مودت ''حرف حرف خوشبو''، محمد حنیف نازش قادری کا نقش شعر ''سخن سخن خوشبو''، سید انوار ظہوری کی نعتیہ تصنیف ''حرف منزہ''، ڈاکٹر خالد عباس الاسدی کا نقش ولائے رسول ﷺ ''بارگاہ ادب میں''، شفیق الدین شارق کی مدحت کی پونجی ''نزول''، شمیم متھراوی کا اظہار عقیدت ''نعت کا دریا''، تمثیل جاوید کی نعتیہ کتاب ''رشک بشر''، گوہر اعظمی کا مجموعہ حمد و نعت ''رب العالمین و رحمۃ للعالمین''، تنویر پھول کا مرقعہ عقیدت ''انوار حرا''، علیم النساء ثنا کا نقش عقیدت ''نور حق''،

احسان دانش کا سلسلہ مدح گزاری ''ابرنیساں''، غالب عرفان کا شعور مدحت گزاری ''مہ ﷺ''، ایم سلیم چشتی کی کتاب نعت ''بساط عجز''، عزیز جبران انصاری کا ''جہان عقیدت''، اختر ہوشیار پوری کی تصنیف ''مجتبیٰ ﷺ''، مسرور کیفی کا مجموعہ ''عکس تمنا''، علیم ناصری کا ہدیہ ثنائے رسول ﷺ ''طلع البدر علینا''، خالد محمود کا نقش نعت ''حسن ازل''، محمد مشرف انجم کی نعتیہ کاوش ''سبز گنبد کے خیالوں میں''، حسین سحر کا مجموعہ ''سعادت''، ریاض حسین چودھری کا نقش ہنر ''رزق ثنا''، جمیل ملک کا ہدیہ عقیدت ''اوصاف''، سجاد مرزا کا نقش مدحت ''شوق نیاز''، راجہ عبداللہ نیاز کا نعتیہ شعری کارنامہ ''یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے''، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی لطافت ہنر کا عکاس مجموعہ ''نسبت''، خالد شفیق کا کلام حمد و نعت ''عالم افروز''، انعام گوالیاری کی کتاب ''سب اچھا کہیں جسے''، شیدا جبل پوری کا نقش عقیدت ''زادِ راہ''، مولانا حامد حسن قادری کی مدحیہ کتاب ''بیاض نعتیہ''، گوہر ملسیانی کی کتاب عقیدت ''متاع شوق''، یوسف مرزا کے گل ہائے عقیدت کا مرقع ''عقیدت''، حکیم شریف احسن کا نقش عقیدت و ہنر ''عبدہٗ و رسولہٗ ﷺ''، اقبال عظیم کی کلیات نعت ''زبور حرم''، ریاض احمد قادری کا نعتیہ مجموعہ ''نکہت نعت''، ریاض حسین چودھری کی طویل نعتیہ نظم ''تمنائے حضوری''، منیر قصوری کا عقیدت نامہ ''سوئے مصطفیٰ ﷺ'' وغیرہ۔ ان شعرا میں سے بیش تر کا تذکرہ تو پہلے ہو چکا ہے، کیونکہ ان کی ایک سے زیادہ کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ کچھ شعرا ایسے ہیں جن کی شاعری محض عقیدت کا اظہار ہے لیکن بعض شعرا کا کلام ادبی حسن اور سلیقہ ہنر کے باعث لائق توجہ ہے۔

نعت میں اسوۂ سرکار ﷺ کی تجلیات:

وقار صدیقی اجمیری کے ''حرف حرف خوشبو'' سے فن کی پر وقار خوشبو مہک رہی ہے۔ ان کی شاعری میں نفاست ہنر بھی ہے اور قادر الکلامی بھی۔ شعری متن (Poetic text) میں استنادی شان بھی ہے اور زبان کے استعمال میں لسانیاتی حسن کی آگاہی بھی جھلک رہی ہے، مثلاً

دیکھو تو ذرا نقشِ کفِ پائے محمد ﷺ

یہ بات غلط ہے کہ قدم کچھ نہیں لکھتے
یہ راز اہلِ یقیں پر کھلا شبِ معراج
جو روشنی ہے وہی روشنی سے ملتا ہے
اک مشت خاک اور حبیب خدا بنے
اجرِ اطاعتِ شہِ ابرار دیکھنا
نشوونمائے نخل تمنا کے واسطے
شہر نبی ﷺ کی آب و ہوا چاہتے ہیں ہم
بس ایک مرحلہء اعتراف باقی ہے
سفر تلاش کا طے کرلیا ہے دنیا نے
ترس رہے ہیں ترے عکس کے لئے کب سے
دل و نگاہ کے ویران آئینہ خانے
بڑھ گئی کچھ اور قرطاس و قلم کی آبرو
مل گئے نعت نبی ﷺ سے شاعری کے سلسلے
ایسا عالم ہو تو عمر خضر بھی کم ہے وقار
خود کو اکثر بھول جانا ان ﷺ کو اکثر دیکھنا
آپ پر ناز ہی کرتا ہے نبوت کا شرف
مقتدی جس کے نبی ہیں وہ نبی ہیں سرکارؐ
ہٹتی نہیں سرکارؐ کے قدموں سے نگاہیں
اور دل کا تقاضہ کہ سراپا نظر آئے
اعزاز حقیقت میں محمدؐ کی ثنا ہے
ایمان کو اخلاص کا انعام ملا ہے
تم سے پہلے کس طرح ہوتیں نگاہیں مطمئن
فطرتِ انساں کو تھی بہتر سے بہتر کی تلاش

مری شناخت ہے قائم نبیؐ کی نسبت سے
وگرنہ اس بھری دنیا میں کون پہچانے

اس کے علاوہ ''حرف حرف خوشبو'' میں قصیدہ اور نظمیں، وقار صدیقی اجمیری کی فن پر گرفت اور زبان وبیان پر پروقار دسترس کی آئینہ دار ہیں۔

لطافتِ احساس کی مثال:

''نسبت'' وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں شعریاتی لطافت، احساساتی صباحت، زبان وبیان کی نفاست اور موضوع سے گہری اور بصیرت آمیز آگہی چھلکی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی شاعری میں نعتیہ شاعری کے منظرنامے میں پہلی بار شعوری طور پر تخلیق شعر کا تاثراتی میلان جزو ہنر بنا ہے۔ تاثراتی نقوش قائم کرنے میں جس شدت احساس اور فنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کشفی کی تخلیقی دانش کا حصہ ہے۔ Impressionistic Style یا تاثراتی اسلوب میں کسی منظر کا فوری تاثر بھرپور جذبے اور احساس کی لطافت کے ساتھ مُصَوّر یا paint کردینے کا ہنر کارفرما ہوتا ہے۔ ''نسبت'' کی شاعری میں ایسے بہت سے مناظر جنت نگاہ بنتے ہیں:۔

روشن ہے مرے خواب کی دنیا مرے آگے
تعبیر بنا گنبد خضریٰ مرے آگے
افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے
ہے خواب گہہِ شاہ ﷺ مدینہ مرے آگے

ستون توبہ پہ ہونٹوں کو رکھ دیا میں نے
خبر ملی کہ تمنائے سید والا
مری نجات کا رستہ بھی ہے، وسیلہ بھی
ستون توبہ کے ہونٹوں سے یہ صدا آئی
''ہزار بار بروصد ہزار بار بیا''

حضورِ اکرم ﷺ کی تعلیمات دنیا میں کس کس زاویے سے پھیلیں، ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ذرا درج ذیل اشعار پر غور فرمایئے:

ہر غیب اک شہود تھا جس شخص کے لیے
وہ رحمتِ تمام تھا' بینائی دے گیا
وحشت کدے میں صاحبِ معراج آدمی
انسانیت کو انجمن آرائی دے گیا
غیروں، کے حق میں حرفِ شِفا جس کی بات تھی
اصحابِ با صفا کو مسیحائی دے گیا
وہؐ صادق و امین تھا کشفی، خدا گواہ
جو اپنے یارِ غارؓ کو سچائی دے گیا
ہر ایک لفظ کے معنی سے اک جہاں پیدا
تری نوا سے ہوا حرفِ جاوداں پیدا
یہ اہلِ سیف و قلم، صاحبانِ جودو عطا
نقوشِ پا سے ہوئے کتنے کارواں پیدا
وجودِ حضرتِ انساں کے ارتقا کے لیے
ہوا مدینے میں اک تازہ آسماں پیدا
نشاطِ سجدہ جہاں، اعتبارِ روحِ بشر
رسولِ حقؐ نے کیا ایسا آستاں پیدا

شعورِ نعت نگاری اور احساس کی لطافتوں کو لفظوں میں زنجیر کرنے کا ہنر، نسبت کے شاعر کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان تاثراتی نقوش یا Impressionistic paintings کے علاوہ کشفی کی نعتیہ شاعری میں اسلوب کی کشش نے شاعری کو قابلِ توجہ بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری میں تلمیحات بھی علمی بوجھل پن پیدا نہیں کرتیں کیوں کہ وہ تلمیحات کو بھی اس طرح جزوِ شعر بناتے ہیں کہ شعر لطافتوں کے دائرے سے باہر نہیں جاتا، احساس کا ایک لطیف ہالا ان کے شعری مرقع کے گرد قائم رہتا ہے:

چوڑی بجتی ہے تو برکت کی صدا آتی ہے
مرضیء شاہ ہدیٰ رنگ حنا میں شامل

قادرالکلامی کی امثال:

علیم ناصری کی کتاب ''طلع البدر علینا'' ان کی قادرالکلامی پر دال ہے۔ علیم ناصری قصیدہ نگاری کی طرف زیادہ مائل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ غزلوں پر بھی نظموں کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی بعض نظموں پر اقبال کا پرتو بھی صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً:۔

ساحل راوی پہ ہے شام ابد کا سکوں
آب سبک رو میں ہے صبح ازل کا جنوں
ارض عرب پر ہوئی حق کی نگاہ کرم
بعثت امی ﷺ ہوئی امیوں کے درمیاں
فیض خلائق بنے دانش و علم و کتاب
مکتب عرفاں بنا عالم کون و مکاں
اس ﷺ کا رفیقِ عتیقؓ ثانیِ اثنینِ غار
حامل صدق و یقین ماحی دور فتن
مرد جسور و غیور ضیغم ملت عمرؓ
پیکر رعب و جلال مومن باطل شکن
صاحب جود و سخا حضرت عثمان غنیؓ
کردیا دیں پر فدا مال و زر و جان وتن
آلام جہاں لاکھ ہوں جانکاہ و غم انگیز
ہے نعت پیمبر دل محزوں کو طرب خیز
سید اولاد آدمؑ روح اعجاز کلیم
وہ نوید ابن مریم وہ تمنائے خلیلؑ

ثانی مصطفیٰ ﷺ نہیں وسعت کائنات میں
دیکھئے ہفت چرخ میں ڈھونڈیئے شش جہات میں

علیم ناصری کا لہجہ شستہ ہے ان کی شاعری کا مافیہ (Content) حُبِ رسول ﷺ جذبہء اتباعِ رسول ﷺ اور پیامِ رسول ﷺ ہے۔ ان کی نظمیں وسیع منظر نامہ پیش کرتی ہیں اور ایک خاص حد تک فکری گہرائی کی حامل ہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں لطافت بیان سے مملو ہیں۔ ایجاز و اختصار ان کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے جو ان کی قادر الکلامی پر دال ہے۔

رسالتِ ابدی پر ہے جس کی مہر دوام
وہ جس کے بعد نبی ﷺ و رسول کوئی نہیں

گوہر ملسیانی علم و ادب سے بالعموم اور نعتیہ شاعری سے بالخصوص شغف رکھتے ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب میں ''مظہر نور'' اور ''متاعِ شوق'' مجموعہ ہائے نعت ہیں اور ''عصر حاضر کے نعت گو'' اسی شعری جہت سے منسلک شعرا کا تذکرہ ہے۔ گوہر ملسیانی سادگی سے نعتیہ غزلیں لکھتے ہیں جو سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ غزل کی مخصوص زبان اور حسن بیان کے باعث پر کشش ہیں:

امت کا غم کھاتے کھاتے رو پڑنا
کتنا درد بسا تھا ان کی آنکھوں میں

فقر و غنا کی ضو سے زمانہ چمک اٹھا
رخشندہ سارے دہر میں سنت ہے آپ ﷺ کی

آپ ﷺ کی باتیں پیار کی شبنم، خوشبو، رنگ صبا
گلشن گلشن، مہکیں ہر دم، خوش بو رنگ صبا

نبی ﷺ کی نعت سے گوہر ملی ہے تابانی
مرے نصیب میں لکھے ہیں عزتوں کے چراغ

آپ کے در سے پائے بشر روشنی
حسنِ اخلاق کی معتبر روشنی
نعت کہتے ہوئے اپنے اسلوب میں

پارہا ہوں برنگِ دگر روشنی
تو نے گوہر جو سینچی زمیں نعت کی
اس کے نخلِ حسیں کا ثمر روشنی

خالد شفیق کی نعت سے وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری اور اس کے متعلقات پر تخلیقی لوازمہ (Matter) ''شام و سحر'' کے چھ نعت نمبروں میں بڑی محنت، علمی لگن اور رسول اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر پیش کیا۔ ''عالم افروز'' خالد شفیق کا نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ عالم افروز کی نعتیہ شاعری میں عشق نبوی ﷺ کی دھیمی دھیمی آنچ، بات کرنے کا دھیمہ لہجہ، ادبی شعور اور نعتیہ شاعری کو ادب کے اجتماعی دھارے (Main Stream) سے منسلک کر کے ایک ادبی صنف کے طور پر پیش کرنے اور منوانے کا جذبہ کار فرما ہے۔ خالد شفیق کی شاعری میں روایت اور عصری حسیت ساتھ ساتھ چلتی ہیں:۔

طیبہ سے پیام آئے، طیبہ کی خبر چاہیں
یہ اہل نظر سوچیں، یہ اہل نظر چاہیں
پھر ارض مقدس سے سندیس ہمیں آئے
پھر ہم کو بلائیں وہ ہم بار دگر جائیں

مری تمناؤں کے چمن میں کھلی ہوئی ہیں وفا کی کلیاں
مری تمنا کا سلسلہ ہے، زیارت روضہ نبی ﷺ سے

پھر اس کو زمانے میں کہیں چین نہ آئے
وہ شخص جو اک بار مدینے کی طرف جائے

خالد رہ حیات میں تھیں مشکلیں بہت
میں سرخرو ہوا تو ہوا آپ ﷺ کے طفیل

بھٹک رہا تھا میں چاک جتنے لیے زمانے کی ظلمتوں میں
وہ ایک اک چاکِ جاں سِلا ہے زیارتِ روضۂ نبیؐ سے

نام ان کا لکھا اور لکھتا گیا
لفظ لاتا کہاں سے ثنا کے لیے
آنکھوں کا جب وضو ہو خشوع و خضوع سے
بعد از درود نعت مری واردات ہو

حکیم شریف احسن نے اپنا نذرانہ عقیدت ''عبدہٗ ورسولہٗ'' کے عنوان سے پیش کیا۔ احسن کی شاعری میں قادر الکلامی کا عنصر غالب ہے اور زبان و بیان سے نفاست جھلکتی ہے۔ حکیم صاحب اپنے خیال کو استنادی شان کے ساتھ شعری پیکر عطا فرماتے ہیں۔ قصیدہ گوئی کے لئے جس علمی مزاج کی ضرورت ہے اور زبان پر جو قدرت درکار ہے وہ احسن کی شاعری سے مترشح ہے:

اسود ہو کر احمر ہو، عرب ہو کہ عجم ہو
ہر ایک پہ رحمت تری، ہر ایک پہ احساں
ناطق تری رفعت پہ رفعنا لک ذکرک
شاہد ترے اخلاق کی عظمت پہ ہے قرآں
جنت عدن ترے سایۂ دیوار کا نام
چوب دہلیز تری ذات قرار و معیں
نسبت در سے تری رشک سلاطین و ملوک
بندۂ خستہ و بے مایہ و نادار وکمیں
اس کی قسمت پہ کرے جنت فردوس بھی رشک
جب سے سرکار ہوئے قلب میں احسن کے مکیں
بچھائیں کانٹے جو، ان پر وہ پھول برسائیں
سنائیں دشمن جاں کو نوید لاتثریب
جہان خستہ و بیمار کو عطا ان ﷺ کی
نیا نظام، نئی زندگی، نئی تہذیب

بس اک یہی ہے تمنا، بس اک یہی ہے دعا
کہ ان ﷺ کے نقش کف پا کی پیروی ہو نصیب

اے روشنی چشم مہ و مہر محبت
محتاج ترے نور کی ہر صبح و مسا ہے

فردوس تری نکہت جاں بخش سے فردوس
جنت میں ترے نور سے جنت کی فضا ہے

حکیم شریف احسن کی شاعری پر لہجے کی متانت اور رفعت فکر کے حوالے سے اقبالؒ کا پرتو محسوس ہوتا ہے۔ گداز قلب اور ملی درد کے اظہار میں حالؔی کا خلوص جھلکتا ہے۔ اسی طرح ان کی قصیدہ گوئی، عبدالعزیز خالد کے ہنر کی ہم پایا لگتی ہے۔ ان کی شاعری دل و دماغ دونوں کو بہ یک وقت متاثر کرتی ہے۔ اس سلسلے میں دو ایسی نعتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا جو غالبؔ کی زمین میں ہیں:

ڈھلتی ہے مہ و مہر سے کب دل کی سیاہی
درکار اسے شمع رسالت ﷺ کی ضیا ہے

ایثار ہو، اخلاص ہو، عفت ہو، حیا ہو
ہر حسن میں اک ان ﷺ کی ادا جلوہ نما ہے

ناموسِ پیمبر ﷺ کا یہ اعجاز ہے احسن
جو اس پہ مٹا، زندۂ جاوید ہوا ہے

دوسری نعت کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو:

ایماں ہو کہ احساں ہو وفا ہو کہ حیا ہو
سب تیرا کرم، تیری سخا، تیری عطا ہے

حکیم شریف احسن نے اقبال کے لہجے میں بھی شعر کہے ہیں:

ہوں منحرف جو جادۂ حُبِ رسول ﷺ سے
مردود و مسترد ہیں، رعیت ہوں یا ملوک

آصف بشیر چشتی کی کتاب ''خُلدِ نعت'' میں متنوع موضوعات نے شعری لباس میں اظہار

پایا ہے لیکن ان کی دلی تمنا نعت کہنے اور کہتے رہنے کی ہے۔ یہی تمنا ان کی روح کا نغمہ بن کر شعروں میں ڈھل گئی ہے۔ اس تمنا کے مختلف روپ شعر عقیدت کے پھول بن کر گلستان نعت میں مہک رہے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

پا گیا خلد بریں آصف جسے
نعت کہنے کا سلیقہ آگیا

یارب! فضل ترا ہوجائے
نعت شعار مرا ہوجائے
نعت کہوں تو دل کا میرے
سوکھا پیڑ ہرا ہوجائے

ولائے مصطفےٰؐ سے فیض پانے کی تمنا میں
فضائے نعت کا ظل ہما ہونے کی خواہش ہے
ثنائیں آپؐ کی نوک زباں پر آ کے ٹھہری ہیں
نوائے شوق کو بانگ درا ہونے کی خواہش ہے

مجھے نعت کہنے کا یارا ملے
در مصطفےٰؐ کا سہارا ملے

نعت کہتے ہوئے دیکھا ہے کئی بار آصفؔ
میرے آنگن میں فرشتوں کی قطار آئی ہے

شکر خدا ملی مجھے آب و ہوائے نعت
دل ہے بہار عشق سے باد صبائے نعت

جلوت میں ہو کہ گوشۂ خلوت میں نعت ہو
جب بھی ہو اے خدا مری قسمت میں نعت ہو

آرزو اتنی ہے آصف کی، جہاں کے مالک
وقت آخر بھی مرے، نعت ہی لب پر مہکے

آصف بشیر چشتی کے تخلیقی مزاج کا بنیادی وصف ''نعت کہتے رہنے کی تمنا'' ہے۔ ظاہر ہے

اس تمنا کی اصل ''عشقِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام'' ہے۔ جس کے اظہار کے لیے نمونے کے طور پر صرف ایک شعر ہی درج کردینا کافی ہے۔

مئے ولائے رسالت مآبؐ کا نشہ
سرور و لطف و مے و انگبیں سے آگے ہے

تمنا کرنا تو ہر نعت گو کا حق ہے لیکن آصف بشیر چشتی وہ خوش نصیب ہیں جنھیں ان کی تمنا کے ثمر کے طور پر نعت کہنے کا سلیقہ، شعرِ عقیدت کو سنوارنے کا ہنر اور زبان و بیان کی نفاست کا خاصی حد تک شعور حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اوصاف کسی کسی شاعر کو میسر ہوتے ہیں۔

مسرور جالندھری: ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی کتاب ''مدینے کے قریں۔۔۔'' کی بدولت نعتیہ ادب میں ان کی شناخت قائم رہے گی۔ ان کی شاعری میں جدید و قدیم روایت کا امتزاج ہے۔ کتاب میں تمام نعتیں غزل طور لکھی گئی ہیں۔ ''مدینے میں'' کی ردیف میں انھوں نے نعتیہ طرزِ احساس کا بھرپور عکس پیش کیا ہے:

ہوں بسر روز و شب مدینے میں
عمر کٹ جائے اب مدینے میں
جس کی تشریح ہو نہیں سکتی
حالِ دل ہے عجب مدینے میں
کوئی عالی نسب نہیں کہتا
خود کو عالی نسب مدینے میں
دل کہ ہم، فیصلہ نہیں ہوتا
کون جاتا ہے کب مدینے میں
جس نے سیکھا نہیں وہ جا سیکھے
زندگانی کا ڈھب مدینے میں
کوئی کوئی وہاں پہنچتا ہے
یوں تو جاتے ہیں سب مدینے میں
جن کو پاسِ ادب ہے کرتے ہیں
گفتگو زیرِ لب مدینے میں

ہم نے جو بھی طلب کیا مسرورؔ
مل گیا سب کا سب مدینے میں

بیدم وارثی کی معروف نعت ع عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول ﷺ............ ایک ایسی نعت ہے جس پر بے شمار شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ مسرور جالندھری نے بھی بیدم کی نعت سے متنی رشتہ (Textual relation) جوڑا ہے اور کچھ اچھے شعر کہے ہیں:

خوشا کہ دل میں ہمارے ہے آرزوئے رسول
زباں پہ رہتی ہے ہر وقت گفتگوئے رسولؐ
کبھی عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا
بنے گا رزقِ جہنم ہر اک عدوئے رسولؐ
انھی کے دم سے منور ہے کائناتِ وجود
یہ ماہتاب ہے عکسِ جمالِ روئے رسولؐ

غزل کی شیوہ بیانی دیکھیے:

اپنے قرب و جوار میں رکھا
قریۂ نور بار میں رکھا
وہ جو ان کے نہیں ہوئے ان کو
وقت نے خلفشار میں رکھا
اس کو عقبیٰ میں کیا ملے جس نے
خود کو دنیا کے پیار میں رکھا
رحمتوں کو بھلا دیا ہم نے
زحمتوں کو شمار میں رکھا
ان کے کیف آفریں تصور نے
مجھ کو عہدِ بہار میں رکھا
ان کے اذکار نے مجھے مسرورؔ
موسمِ خوشگوار میں رکھا

مدحت گزاری کے لیے ایک نصیحت یا خود ترغیبی پر مبنی اشعار ملاحظہ ہوں:

خشک ہونٹوں کے بس کی بات نہیں
دیدہ و تر کو ترجماں کیجے
لفظ کافی نہیں ہیں مدحت کو
دل کو بھی شاملِ زباں کیجے
اُن کی ہستی ہے ماورائے گماں
ان پہ کیجے تو کیا گماں کیجے

غالب کی زمین میں نعت کے یہ اشعار دیکھیے:

اور کیا بخت کا ہوتا ہے رسا ہو جانا
شمعِ ناموسِ رسالت پہ فدا ہو جانا
میری قسمت میں بھی تقدیر کے مالک لکھ دے
عمر بھر کے لیے اس در کا گدا ہو جانا
آپ کے قرب میں ہے بندہء مومن کی حیات
موت ہے آپ کے قدموں سے جدا ہو جانا
روئے اقدس کے تصور میں نگاہ و دل کا
یک بیکِ مرکزِ انوار و ضیاء ہو جانا
یہ تو مسرور! علامت ہے تری بخشش کی
درد کا آپ کی فرقت میں سوا ہو جانا

آج کے بین الاقوامی منظر نامے کے حوالے سے ایک سچے مومن کا پیغام درج بالا مطلع میں کس خوبصورتی سے اجاگر ہوا ہے! ع شمعِ ناموسِ رسالت۔۔۔الخ

بحرِ کامل کی محذوف شکل "فعلن فعلن فعلن فع یا فاع" کی ترنم خیزی اور ایجاز بیانی ملاحظہ ہو:

ننگا سر ہو ننگے پیر
پھر کیجے طیبہ کی سیر
وہ تھے امن کے پیغمبر
ان کو تھا ہر ظلم سے بیر
بھیگ نہ پائے ایک بھی پر

بط بن کر دریا میں تیر

راست فکری اور ختمِ نبوت کے مدلل اعلان کی مثال:

مجموعہ نعت ''تحیت'' شہزاد مجددی کے شعرِ عقیدت کا حوالہ ہے۔ان کے کلام میں شاعرانہ اسلوب ،زبان کی پاکیزگی وشگفتگی ،متن کی راست سمتی اور بیان کی سادگی نے شعرِ عقیدت کو ایک خاص لطافت سے ہمکنار کر دیا ہے۔وہ محبت کے تقاضوں اور اس کے مدارج طے کرنے کے قرینے سے آگاہ ہیں اس لیے بڑی سادگی سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

طے کیے ایسے محبت کے مدارج ہم نے
رب کے محبوبؐ سے محکم ہے عقیدت اپنی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور پرنور سید کونین ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے اور فرشتوں کو بھی اسی وظیفے میں مشغول بتا کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی یہ عمل کرو۔آیت صلوٰۃ کے اس حوالے کو بعض غیر محتاط شعراء اس طرح شعر کا متن بناتے ہیں جیسے وہ اس مقدس کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے ہیں۔شہزاد مجددی چونکہ ایک عالم دین ہیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو شعری جامہ پہناتے ہوئے اپنی محدودات کا بھی ذکر کر دیں۔

میرا درود اور ہے، اس کا درود اور
کیسے بھلا میں خود کو شریک خدا کہوں

مدینے کی حاضری تو اکثر خوش بختوں کو نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہاں سے واپس آکر کچھ دن بعد وہ کیف قائم نہیں رہتا۔خوش قسمت ہیں شہزاد مجددی کہ یہ کہہ سکتے ہیں:

بفیض کیف مسلسل کبھی یہ لگتا ہے
تمام عمر ہوئی ہے بسر مدینے میں

عقیدۂ ختم نبوت کو چونکہ شیاطین کے گروہ کی طرف سے اکثر نبی نبوت کے اجراء کی بھونڈی کوششوں سے کمزور کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اس لیے نعت گو شعراء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی نعتوں میں اس عقیدے سے مملو اشعار شامل کریں اور اپنے دعوؤں کے ساتھ دلیل بھی سپرد قرطاس کرتے رہیں۔شہزاد مجددی نے یہ کام بڑی خوبی سے کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

کہا اللہ نے قرآں میں ختم المرسلیں ان کو

''عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا''
شہ کونین ؐ نے فرما دیا ہے 'لا نبی بعد نبی'
''عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا''
کسی کذاب کو جرأت نہ ہو پھر ایسے دعوے کی
''عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا''

شہزاد مجددی نے اپنے عالم ہونے کا احساس کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی بیان کیا اور قوم کو پیغام بھی دیا ہے ۔

جس ذات نے بخشی ہیں شہزادؔ ہمیں سانسیں
اس ذات کا دم بھرنا ، سرکار ﷺ کی سنت ہے

مضامین کا تنوع اور فکری گہرائی سے مملو شاعری شہزاد مجددی کا طرہ امتیاز ہے۔

استادانہ آہنگ:

ایک بہت ہی مشاق کلاسیکل شعری روایت کے نمائندہ بزرگ شاعر کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''تقدیس قلم'' تھا اور دوسرا نعتیہ مجموعہ ''حدیث شوق'' ہے۔ رشید ساقی زبان و بیان کے ضمن میں روایت کے قائل اور تابع ہیں۔ لیکن ان کے اسلوب میں عصری شعری تقاضوں کے رنگ بھی نمایاں ہیں۔ ان کا کل کلام غزل کی ہیئت میں ہے اور بیشتر غزلیں، مضامین کے ربط اور بیان کے بے جھول انداز کے باعث غزلِ مسلسل کا روپ لیے ہوئے نظر آتی ہیں۔ چونکہ وہ غزل کے مزاج شناس ہیں اس لیے ان کے کلام میں مصرعوں کی چستی اور اظہار کی برجستگی دیدنی ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

باعثِ تخلیقِ مہر و ماہ و اختر آپؐ ہیں
بزمِ عالم جن کی ضو سے ہے منور آپؐ ہیں
آپؐ کی خاطر بجی ہے محفلِ کون و مکاں
لفظِ کن کے آئینے کا اصل جوہر آپؐ ہیں
آپؐ ہیں قرآن بھی، قرآن کی تفسیر بھی
علم و عرفاں ، حکمت و دانش کا پیکر آپؐ ہیں
لا الہٰ کو کر دیا مربوط الا اللہ سے

جادۂ توحید میں عالم کے رہبر آپؐ ہیں
یا رسول اللہ ! ساقیؔ بھی ہے محتاجِ کرم
بے نواؤں ، بے کسوں پر سایہ گستر آپؐ ہیں

چلی ہے جب سحر و شام کے ظہور کی بات
ہر ایک لب پہ فروزاں ہوئی حضورؐ کی بات
ثنائے طالب و مطلوب یوں ہو وردِ زباں
خدا کے ذکر میں آئے خدا کے نور کی بات
نگاہ لذتِ دیدار کو ترستی ہے
کہوں تو کیسے کہوں قلبِ ناصبور کی بات

مرے آقا سے پہلے آنے والے ہر پیمبر نے
کیا ہے اپنے اپنے دور میں ذکر ان کی آمد کا
ہے خود بھی باغباں کو فخر اُس کی سر بلندی پر
نہیں ہے گلشنِ ہستی میں سرو، اِس قامت و قد کا
حضوری کی طلب ہے اک زمانے سے مرے دل میں
خدایا پھول بن جائے یہ غنچہ میرے مقصد کا
بسر ہو جائے ساقیؔ زندگی اُنؐ کی محبت میں
ہو وقتِ نزع بھی میرے لبوں پر نام احمدؐ کا

(تقدیسِ قلم)

اب چھوٹی بحر کے چند اشعار میں فکری اصابت اور بیان کی سادگی و سلاست ملاحظہ ہوں۔

آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو
اک صحیفہ ہے دینِ محکم کا
آپؐ کے نورِ علم و حکمت سے
گوشہ گوشہ حیات کا چمکا
من و تو کا تضاد ختم کیا

دے کے احساس جذب باہم کا
آپؐ کے دم سے بزم ہستی میں
نام اونچا ہے نسل آدم کا

حضورﷺ نے توحید کا پیغام دے کر انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے چھڑا کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف راغب کیا۔ اس خیال کو رشید ساقی صاحب نے اس اسلوب میں ڈھالا ہے:

بتایا آپؐ ہی نے یہ اصولِ بندگی ہم کو
خدا والے خدا کے سامنے ہی سر جھکاتے ہیں
شعور لا الٰہ آپؐ سے جن کو ہوا حاصل
وہ انساں کب بتوں کو کعبۂ دل میں بساتے ہیں

رشید ساقی کے کلام میں سیرت اطہر کو اپنانے کی تمنا جلوہ گر ہے۔

آپؐ کے درس ہدایت پہ رہے میرا عمل
صورت حرفِ صداقت لب گویا میں رہوں
مجھ کو بھی آپؐ کی تقلید کی توفیق ملے
تاکہ میں بھی نگہ خالق یکتا میں رہوں

(حدیث شوق)

رشید ساقی کے ان چند اشعار سے شعر عقیدت کا اسلوب اور کلام کی پختگی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

خانقاہی نعت:

پیر سید نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) نے نعتیہ ادب میں متین لہجے اور ثقہ متن (Text) کے اہتمام کے ساتھ نعتیں کہیں۔ غزل کا کلاسیکی مزاج ان کے شعری مذاق سے ہم آہنگ ہے اس لیے انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں وہی مذاقِ سخن اجاگر کیا۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ان کی نعتیں سادہ بھی ہوتی ہیں اور ان میں تلمیحاتی التزام بھی ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کے مضامین ان کی بوطیقا (poetics) کا جزوِ لاینفک بن کر ابھرتے ہیں۔ عقائدِ اہل سنت کے برملا اظہار اور ان کے درست ہونے پر اصرار بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ مثلاً

ہے مُنقطع نظیر، تری ذات خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے
بے مثل ہے تری بشریت بھی نور بھی
لکھوں بشر کہ نورِ سراپا کہوں تجھے
لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا کھو چکے حواس
میرے کریم! تو ہی بتا کیا کہوں تجھے

ہم غریبوں کی یہی نذر، یہی سرمایہ
پیش کردیں گے پہنچ کر سرِ دربار آنسو
احترامِ غمِ سرکارؐ کے زنجیری ہیں
حلقۂ چشم میں رہتے ہیں گرفتار آنسو
یہ بھی ہے عرضِ تمنا کا اک انداز نصیرؔ
شاہِ کونین کے غم میں نہیں بے کار آنسو

ملتی ہے صرف ان کی توجہ کے نور سے
تنہائیوں میں انجم آرائی خیال

جسے مقامِ رسولِ خدا نہیں معلوم
اسے خود اپنی حقیقت ذرا نہیں معلوم
بجز مدینہ کہیں کا پتا نہیں معلوم
نبیؐ کے بعد کوئی دوسرا نہیں معلوم
نصیرؔ کہتی ہے یہ آیتِ وَعَلَّمَكَ
وہ ہیں علیم وخبیر، ان کو کیا نہیں معلوم

بے اجازت اس طرف نظریں اٹھا سکتا ہے کون
وہ نہ بلوائیں تو ان کے در پہ جا سکتا ہے کون
خالقِ کل، مالکِ کل، رازقِ کل ہے وہی
یہ حقائق جز شہِ بطحی بتا سکتا ہے کون؟
ہم نے دیکھا ہے جمالِ بارگاہِ مصطفےٰ

ہم سے اس دنیا میں اب آنکھیں ملا سکتا ہے کون
اللہ اللہ عیدِ میلادِ نبیؐ کا غلغلہ
اس شرف، اس شان سے دنیا میں آسکتا ہے کون
بارگاہِ مصطفیٰؐ میں یہ صحابہؓ کا ہجوم
اتنے تابندہ ستارے یوں سجا سکتا ہے کون
جن کو دنیا میں نہیں ان کی شفاعت پر یقیں
حشر میں ان کو جہنم سے بچا سکتا ہے کون
دارِ فانی میں محبت ان کی ہے وجہِ بقا
جو نصیر ان پر مِٹا، اس کو مِٹا سکتا ہے کون ؟

''دیں ہمہ اوست'' پیر سید نصیر الدین نصیر کا مجموعہ نعت ہے۔ جس میں قصائد دیکھ کر شاعر کی قدرتِ کلام اور ندرتِ اظہار پر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ ''مصحفِ اسرارِ الٰہ'' کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس کی تشبیب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اور ان سے حضورِ اکرم ﷺ کا جمالِ صوری و معنوی جاننے کی کوشش کی ہے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ہے:

روحِ حسانؓ کی جانب سے ملا مجھ کو جواب
ہو نہ آزارِ تردد میں طبیعت مشغول
سب میں رہتے ہوئے جو سب سے جدا لگتا ہو
اس پہ محضِ بشریت کا ہے اطلاق، فضول
نور کے سانچے میں ڈالا [ڈھالا] ہو خدا نے جس کو
اپنے جیسا جو کہے اس کو وہ فطری مجہول
''حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا'' دارد
ہر بشیر کے لیے ممکن نہیں ان سب کا حصول

ان اشعار کے بعد نعت کے جو اشعار ہیں ان میں والہانہ پن کے ساتھ ساتھ علمی ترفع بھی ہے اور لہجے کی تمکنت بھی۔ کچھ اشعار عربی کے ہیں جن کو پڑھ کر عبدالعزیز خالد کی شعری لغت کی طرف دھیان جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اس کی ہر بات بنی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ
اس کا ہر فعل بنا حُجّتِ برہان و اصول
نسبت اس سے نہ اگر ہو تو محاسن بھی گناہ
وہ شفاعت پہ ہو مائل تو ذمائم بھی قبول
وہی قرآں، وہی معنیٰ ، وہی مفہوم و مُراد
وہی علت ، وہی غایت، وہی اصلِ معلول
وہ نہ ہوتے تو ذرا دیدہ وروں سے پوچھو
ہوتا کیوں کر کوئی پیغامِ سماوی موصول

نصیر الدین نصیر نے کئی زبانوں میں شاعری کی۔ ان کا نعتیہ کلام ان کے دینی فہم، حبِ رسول ﷺ، تاریخی شعور، ادبی سلیقے اور فنی مشق و ریاضت کا آئینہ دار ہے۔

آفتاب کریمی کی کتاب ''آنکھ بنی کشکول'' ایک ہدیۂ عقیدت، مرقعۂ عشق رسول ﷺ اور سادہ شاعری میں تغزل کی آنچ لیے ہوئے شعری نگار خانہ ہے۔ ان کی شاعری، والہانہ پن، بارگاہ نبوی ﷺ میں جاں سے گزر جانے کے جذبے اور مدینے کی فضاؤں میں تحلیل ہو جانے کی آرزو سے عبارت ہے۔ یہ شاعری جذبے کی شاعری ہے جس کی سادگی اور پرکاری سے ترسیل جذبہ اور ابلاغ خیال سہل ہو گیا ہے:

لازم ہے کہ بھیجوں میں درود اول و آخر
خوشبو میں درودوں کی بساتا رہوں نعتیں
آنکھوں سے کبھی، دل سے کبھی، پلکوں سے اپنی
اشکوں کی زبانی بھی سناتا رہوں نعتیں
انوار رسالت ﷺ کی تجلی ہے منور
سینے پہ لکھی سب کو دکھاتا رہوں نعتیں
گزریں گے پلِ صراط سے لے کر نبی ﷺ کا نام
ہوگا ہمارا مونس و یاور نبی ﷺ کا نام

ہر روشنی کا مرکز و محور نبی ﷺ کا نام
عالم ہے شب، چراغ منور نبی ﷺ کا نام
میں ایسے خوش نصیب فقیروں کا ہوں غلام
لکھتے ہیں جو نظر سے دلوں پر نبی ﷺ کا نام
خدا کرے کہ وہ سجدہ ہو آخری سجدہ
جھکے تو پھر نہ اٹھے سر نبی ﷺ کی مسجد میں
قدم قدم پہ درود و سلام لازم ہیں
عمل یہ ہو نہ مؤخر نبی ﷺ کی مسجد میں

متغزلانہ نعت:

''صلوا علی الحبیب ﷺ'' کے نام سے محمد مسعود اختر کا نعتیہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں انتہائی درجے کی پختگی، سنجیدگی اور شعری اقدار کی پاسداری جھلکتی ہے۔ انہوں نے غزل کے مزاج سے ہم آہنگ شعرِ عقیدت میں اپنے جذبات، احساسات اور فکری رجحانات کو اس طور سمویا ہے کہ دل سے بے ساختہ داد نکلتی ہے اور ان کی اس بات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ

توفیقِ ثنا ان کا کرم ان کی عطا ہے
ہر اہلِ سخن نعت کے قابل نہیں ہوتا

اور یہ بات اس لیے آسانی سے باور کی جا سکتی ہے کہ نعت مسعود اختر کے لیے احوالی سچائی ہے۔ یہ ان کے لیے صرف شاعری نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اس حقیقت کو پا لیا ہے کہ

یہ سرخوشی کہاں ہے کسی اور صنف میں
کیفیت سرور مثالی ہے نعت میں

نعت کہتے ہوئے شاعر نے اگر بحرِ رحمت کو چھلکتا ہوا دیکھا ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں لگتا۔

جب بھی فریاد کے لہجے میں کہوں نعت نبی
بحرِ رحمت کو کناروں سے چھلکتا دیکھوں

اب چند اشعار ملاحظہ فرمالیجیے:

یہ سکھایا نہیں گیا مجھ کو
عشق احمد ﷺ تو میری فطرت ہے
خاندانی غلام ہوں ان کا
نعت کہنا مری وراثت ہے

ہے اسی در کی عطا ہر مرحلہ تعمیر کا
سوچ سے تجسیم تک، گفتار سے کردار تک

اک تبسم کی بھیک مل جائے
روشنی کم ہے یا رسول اللہ ﷺ

بروز حشر سر پل صراط نعت کہوں
نگاہ رشک سے دیکھیں سخن طراز مجھے

اک نام نگہبان ہو، اک ورد محافظ
پھر مرحلہء حشر بھی مشکل نہیں ہوتا

سب زمانوں کو ضرورت ہے ترے پیغام کی
سب زمانوں کے لیے ہے اک ضرورت روشنی!

ایسے اشعار کہنے والا اگر یہ کہے کہ

غزل خود نعت میں ڈھلتی ہے اختر
سخن میں کیا حسیں ذوقِ نمو ہے

تو شاعر کے اظہار پر **تعلی** کا گمان نہیں ہوتا بلکہ اس کی اس التجا کی قبولیت کا اثر دکھائی دینے لگتا ہے:

جب میں سوچوں تو نئے رنگ سے مدحت اترے
جب میں لکھوں تو نئی نعت رقم ہو آقا

کلاسیکی رچاؤ میں سماجی شعور کی مثال:

ڈاکٹر نثار احمد نثار کو اپنا شعرِ عقیدت ''نور الہدیٰ محمد ﷺ'' کے عنوان سے پیش کرنے کی

سعادت حاصل ہوئی ہے۔اس نعتیہ مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاعر نے اپنی فکر کا جوہر بڑی سادگی اور سلاست کے ساتھ قرطاس پر منعکس کر دیا ہے۔موضوعاتِ نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کے حوالے سے بھی اشعار ہیں اور عصری حسیت کے ملفوظی عکس بھی نظر آتے ہیں۔دین سے سچی لگن اور دین پر چلنے کی پرخلوص آرزو بھی ڈاکٹر نثار کے شعری منظرنامے کا حصہ ہیں۔ان کے اشعار میں قرآن و احادیث کے مضامین بھی شعری بُنت میں آگئے ہیں، جن کے باعث شعری متون میں استنادی شان پیدا ہوگئی ہے۔شاعر کی راست فکری اور سوزِ دروں نے خلدِ طیبہ میں قدم رکھنے کی آرزو کو سورج کی چمک اور لفظوں کو عشقِ نبوی کی مہک عطا کر دی ہے۔کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

روشنی کیسے نہ ہوتی ان کے آنے سے نثار
ظلمتِ شب رک نہیں سکتی سحر کے سامنے
احرامِ عشقِ سرورِ عالمؐ ہے جسم پر
جز، ان کے، کوئی، کیوں مجھے پیارا دکھائی دے؟

کلاسیکل مزاج کا شعر دیکھیے، جس میں بیان کی سلاست بھی ہے اور شاعرانہ وقار بھی۔

مریضِ ہجر کو تم لوگ کیا دوا دوگے؟
درِ نبیؐ پہ مجھے لے چلو خدا کے لیے!

تعلیمِ نبوی اور شعارِ مصطفوی ﷺ کا اظہاری مرقع ملاحظہ ہو۔

اہلِ ایماں کے لیے رہبانیت جائز نہیں
سنتِ سرکارؐ ہے گھربار سے وابستگی!

مزید اشعار ملاحظہ ہوں:

درِ محبوبِ عالم کی گدائی مجھ کو مل جائے
تو میں سمجھوں گا میں نے زندگی میں پالیا سب کچھ
نثار اس عالمِ امکاں میں کیا ہوگا قیامت تک
حبیبِ رب نے قبل از وقت ہی بتلا دیا سب کچھ
شامل ہوئے جو سرورِ دیں کی سپاہ میں
رکھتے ہیں مہر و ماہ وہ اپنی کلاہ میں

قربان ہو رہے ہیں جو خیرالانام پر
آنکھیں بچھا رہا ہوں میں ان سب کی راہ میں
ثنائے سرورِ عالم ہے جب سے مشغلہ میرا
میں ہوتا جارہا ہوں معتبر آہستہ آہستہ
نثار اسلام کا ڈنکا بجے گا ہر طرف، لیکن
سوادِ شب میں ہوتی ہے سحر آہستہ آہستہ
آنہیں سکتی حصارِ فکر میں شان رسول
صرف ربِّ دو جہاں ہے مرتبہ دانِ رسول
سیرتِ خیرالوریٰ قرآن کی تفسیر ہے
مظہرِ احکامِ رب ہیں سارے فرمانِ رسول
ظلم و استبداد و نفرت کی سلگتی دھوپ میں
سائبانِ عافیت ہے صرف دامانِ رسول

توفیقات کی فراوانی کی مثال:

لالہ صحرائی کے متعدد نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آئے مثلاً بارانِ نعت (1992ء)، قلم سجدے (1993ء)، غزوات رحمۃ للعالمین (1997ء)، قصیدہ نعتیہ (1998ء)، گلہائے حدیث (1998ء)، نعت ستارے (1999ء)، پھولوں کے لئے پھول (2000ء)، نعت دھنک (2000ء)، نعت سویرا (2000ء)، نعت حرف (2000ء)، نعت چراغاں (2000ء)، نور پارے (س.ن)......موضوعاتی تنوع کے باعث لالہ صحرائی کی نعتیہ شاعری کو ایک منفرد مقام حاصل ہوگیا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اسوۂ حسنہ اور غزوات کے حوالے سے ان کی شاعری اپنی علاحدہ شناخت رکھتی ہے۔ ایک طویل عرصہ ادبی خدمات انجام دینے کے بعد وہ اچانک بڑی عمر میں نعت کی طرف مائل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں:

سویا ہوا تھا یہ، پہ ٹھوکوں سے نعت کے
میرا نصیب شوق سے جاگا، زہے نصیب

رہتا ہوں مگن نعت سرائی میں ہمیشہ
کچھ اور نہیں کام سفر اور حضر میں
سرمۂ مقبتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
چشمِ قاری پہ کھلے حُبِ پیمبر کی ضیا
دامن میں بھرا لایا ہوں دربارِ نبی سے
اُجلا ہوا پیکر مرا انوارِ نبی سے
شیریں ہے مرا نطق جو گفتارِ نبی سے
یارب میں جڑوں ساتھ ہی کردارِ نبی سے
جب خیال اُن کا مرے دل کے جہاں تک آگیا
راز تھا جو عشق کا اک راز داں تک آگیا
عشق میرا بے زباں تھا، گنگ تھا، لب بستہ تھا
معجزاتِ نعت سے نطق و بیاں تک آگیا
موت آئی ہے تو آئی ہے لبوں پر مدحت
زندگی اچھی نہ تھی، اس کا مآل اچھا ہے

نعتیہ شاعری میں غزوات کا ذکر کر کے لالہ صحرائی نے سیرت سرکار ﷺ کے تذکرے کی ایک الگ راہ نکالی۔ ''غزوات رحمۃ اللعالمین'' میں کہتے ہیں:

شکر ہے اک اور نعمت مل گئی
آؤ اہلِ حق مبارک باد دو
خوبی قسمت پہ قرباں جاؤں میں
نعت گو تھا اب ہُوا غزوات گو

نعتیہ شاعری میں حضور اکرم ﷺ کی جنگ سے متعلق تعلیمات کا بیان بھی لالہ صحرائی نے بڑے سادہ اور دل نشین انداز میں کیا ہے:

عدو کی کرنا نہ املاک نذرِ آتش تم
نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلا
ہوں چشمے پانی کے جو سر زمینِ دشمن پر
مضرتوں سے مجاہد کریں نہ آلودہ
دباؤ کتنا ہی حالات کا ہو تم پہ شدید
جو دشمنوں سے کیا ہو کرو وہ عہدِ وفا
نہ بھول کر بھی ہو بے حرمتی خواتیں کی
ضرر رسانی نہیں اُن کی ذرّہ بھر بھی روا
تواضع اس کی کرو دلکشا مروّت سے
جو ہاتھ آئے کوئی جنگی قیدی دشمن کا
درود سرورِ عالمؐ پہ جس کی رحمت نے
طریقِ جنگ کو تقدیس کا شرف بخشا

حضرتِ حسانؓ بن ثابت نے غزوات کے حوالے سے نبیء اکرم ﷺ کے حضور اشعار پڑھے تھے۔ لالہ صحرائی نے حضرت حسانؓ جیسی ہی شاعری کرنے اور پھر اسی طرح حضور ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا کی ہے:

کہا یہ حضرت حسانؓ سے پیمبر نے
جو اُن کے شعر مرصع سنے پئے غزوہ
گندھی ہے لفظوں میں اُن کے جہاد کی کاوش
عدو کے واسطے تیر و تفنگ ہیں یکجا
ملے اے کاش، مجھے بھی نبیؐ کی خوشنودی
ہوں میں بھی حضرتِ حسانؓ کے قبیلے کا

لالہ صحرائی نے اساتذہ کی زمینوں میں بھی نعتیں کہی ہیں اور اچھے اشعار نکالے ہیں:

دل میرا سینے سے باہر اب جو اُچھلا جائے ہے
کیا کوئی قاصد مدینے سے مرے گھر آئے ہے؟

جو ہم مدینے کی ہیں دل میں گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مشکبو کرتے

یارب مری آنکھوں کو اس نعت کا گریہ دے
عشاق کی محفل کو اشکوں سے جو چمکا دے

آقا کا جو اسوہ ہے وہی نورِ مبیں ہے
اوہام کی ظلمت میں وہی صبحِ یقیں ہے

انہی کو مصطفیٰ کہیے، انہیں کو مجتبیٰ کہیے
جب آئے یاد اُن کی ساتھ ہی صلِ علیٰ کہیے

زندگی کا ہے وظیفہ اب یہی
نعت کی آمد کا رستہ دیکھنا

میں لکھتا ہوں بس آخرت ہی کی خاطر
قلم کو ہے میرے اسی حد میں رہنا

مغفرت چاہتا ہے بندہ عاصی مولا!
نعت گوئی کے عوض تیری ثنا کے بدلے

نصیب ہو اُسے یارب زمیں مدینے کی
جو خشک ہو کے گرے میری عمر کا پتا

گرا ہوں پیش مواجہ میں اشک کی صورت
حضور سے مرا سب حال، جالیو! کہنا

پھلے محشر میں مرا نخلِ تمنا یارب
نعت کا بور شفاعت کا ثمر ہو جائے

نعتیہ آہنگ میں تغزل اور ہوش مندی کی امثال:

حزیں صدیقی کی نعتیہ شاعری "حرفِ ابد"، کے نام سے ایاز صدیقی نے ۱۹۹۶ء میں مرتب کی جس میں عام شاعری کے علاوہ ایک حمد، ۲۷ نعتیں، ۳ مناقب، ۳ سلام، ہیں۔حزیں صدیقی کی شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور فنی رکھ رکھاؤ موجود ہے۔

نہ کیوں ثنائے محمد کروں کہ قرآں میں
خدا نے آپ یہ بابِ جمیل کھولا ہے

حزیں صدیقی کی شعری فضا پر عجزِ ہنر کا احساس بھی چھایا ہوا ہے اور سرکار ﷺ کے دربار سے عطا کیے جانے والی قوت اظہار کا تشکر آمیز بیان بھی!

جو عطا فرما دیا وہ حرف میں نے لکھ دیا
کیا مرا فن، کیا مری فکرِ رسا کا سلسلہ
لکھا ہے وہی جو مرے آقا سے ملا ہے
لکھوں گا وہی جو مرے آقا سے ملے گا

حضور اکرم ﷺ کے دربار میں ذاتی طور پر حاضر ہونا اور بذریعہ شعر اس دربار تک رسائی کی کوشش کرنا ایک خاص قسم کے ادب کا مقتضی ہے۔ملاحظہ ہو:

خودی بھی جرم وہاں بے خودی بھی گستاخی
ادب کا ہوش حضوری میں کام آتا ہے
جنبشِ لب ہے وہاں سوئے ادب
جانتے ہیں وہ کسے کیا چاہیے

روایتی شاعری میں یہ خیال بار بار اظہار میں آتا رہا ہے کہ کوئی شخص محبوب کی توجہ سے خود لائق توجہ بن گیا۔حزیں نے نعتیہ شاعری میں اس روایتی خیال کو قادر الکلامی کے ساتھ رقم کیا ہے:

زمانہ آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتا مجھ کو
ترے خیال نے آئینہ کر دیا مجھ کو

جب شاعر کا دل ہمہ دم مدینے میں اٹکا ہو تو اس کیفیت کا اظہار اسی طرح ہوتا ہے:

دل سے کیا فاصلہ مدینے کا

اہل دل روز آتے جاتے ہیں
پھر حضوری سے ہو کے آیا دل
پھر دھڑکنے لگا ہے آئینہ

حزیں صدیقی کے ہاں، حضورِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی ترغیب بھی فنی جمال کے ساتھ شعروں میں ڈھلی ہے:

کس کام کی وہ فکر جوان تک رسانہ ہو
وہ شوق کیا کہ محور بے چہرگی رہے
زبان ہی سے حزیں ان کا نام لیتے ہو
عمل میں حسنِ عمل کی جھلک ذرا بھی نہیں
سنت کی منزلوں میں خودی ہے نہ بے خودی
خود آگہی کے ساتھ خدا آگہی رہے

انسانی زندگی پر نبیء کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات کا خوش گوار اثر ظاہر کرنے کے لیے حزیں صدیقی نے کیسا خوبصورت پیرایہء بیاں اختیار کیا ہے:

سکوتِ مسلسل کو گویائی بخشی
جگایا ضمیروں کو خواب گراں سے
دیا زندگی کو چلن بندگی کا
شناسا ہوا جسم، تسلیم جاں سے
پہلے کہاں تھی یہ رخ ہستی کی آب و تاب
یہ سب طفیلِ جلوۂ دُرِّ یتیم ہے
ہوگئیں ختم جتنی تھیں پگڈنڈیاں
قافلے کی بس اک رہگور ہوگئی
آپ سے پہلے کہاں تھے یہ خدوخالِ حیات
آپ آئے عالم امکاں کی زیبائش ہوئی

قمر یزدانی کی نعتیہ کتب: ۱۔ بادۂ عرفاں، ۲۔ خمخانہءِ محمدؐ، ۳۔ مہرِ درخشاں، ۴۔ ساغرِ موثر وغیرہ منصہء شہود پر آچکی ہیں۔ ان کا شاعرانہ لہجہ بھی روایت سے ہم آہنگ ہے اور ان کی شعری کائنات میں

مضامین کے ستارے بھی روایتی انداز سے چمک رہے ہیں:

محمد حبیب خدا بن کے آئے
محمد شفیع الورائی بن کے آئے
دعائے خلیل، آرزوئے دو عالم
وہی حاصلِ مدعا بن کے آئے
بہر سمت رنگینیاں لٹ رہی ہیں
جہاں میں وہ ابرِ سخا بن کے آئے
مقدر تو دیکھو کہ محبوب خالق
مرے دردِ دل کی دوا بن کے آئے

حضور اکرم ﷺ کی یکتائی ظاہر کرنے کے لیے شاعر نے سوال جواب کے انداز میں کچھ حقائق پردہء شعر پر ابھارے ہیں:

نازشِ کل، فخرِ آدم کون؟ احمد مجتبیٰ
باعثِ تخلیقِ عالم کون؟ احمد مجتبیٰ
حضرتِ عیسیٰ نے جس کے حق میں من م بعدی کہا
وہ نویدِ ابنِ مریم کون؟ احمد مجتبیٰ
بزمِ کن کا ذرہ ذرہ کس سے ہے تابندہ رو
آفتابِ ہر دو عالم کون؟ احمد مجتبیٰ
محسنِ انسانیت کا جس کو زیبا ہے خطاب
ہاں وہی ہادیء اکرم کون؟ احمد مجتبیٰ
خامہء قدرت کا نقشِ اولیں کس کا وجود
خلقتِ کل سے مقدم کون؟ احمد مجتبیٰ
الیاں سن کر دعائے خیر جو کرتا رہا
حاملِ خلقِ مُسَلَّم کون؟ احمد مجتبیٰ
جس سے قائم ہے نظامِ محفلِ کون و مکاں
اے قمر وہ جانِ عالم کون؟ احمد مجتبیٰ

شاعر نے حضورِ اکرم ﷺ سے تخاطب کے ہنگام بھی آپ ﷺ کی یکتائی کا حوالہ دینا مناسب سمجھا ہے:

تو خاتمِ وحدت کا درخشندہ نگیں ہے
اور ذات تری نقطۂ پرکارِ یقیں ہے
تو باعثِ تزئینِ چمن زارِ حقیقت
تو محفلِ عرفاں کے لیے شمعِ یقیں ہے

نعتیہ شاعری کو اپنے سخن کی اساس بنانے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے بھی قمر یزدانی نے بڑے خلوص سے اس فن میں انہماک کے اصل محرکات کا ذکر کیا ہے:

زباں ملی ہے ہمیں مدحتِ نبی کے لیے
یہ دل بھی زندہ ہے عرفانِ آگہی کے لیے
یہ وجد و کیف یہ ذوق و شعور و فکر و نظر
عطا ہوئے ہیں قمر مجھ کو نعت ہی کے لیے

نعت نگاری میں عقیدت کے اظہار کا رچاؤ اور جذبے کی کہکشاں کا سجاؤ اپنی جگہ، لیکن شاعرانہ بصیرت اور ادبی شعور کی شمولیت سے شعر میں جو جوہر نظر آتا ہے اسے صاحبانِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ''ضیائے نعت درخشاں'' میں سلیم اختر فارانی کی نعتیں پڑھ کر پہلا تاثر یہی قائم ہوا کہ ان کی نعت محض جذبۂ عقیدت کا اظہار نہیں ہے بلکہ وہ شاعری کے عصری رجحانات اور لہجوں کی تازگی سے بھی آگاہ ہیں۔ ساتھ ہی وہ نعت کے مافیہ یا Content کے معاملے میں بھی بڑے ادب آگاہ اور متن کی استنادی شان برقرار رکھنے کے خواہش مند بھی نظر آتے ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے عین الیقیں دیا
جاگا شعور وہم و گماں دُور ہوگیا
باطل نے ہر محاذ پہ کھائی ہے وہ شکست
شیطان سر جھکانے پہ مجبور ہوگیا
مہکتے ہیں مرے انفاس جب لیتا ہوں نام ان ﷺ کا
حیات چند روزہ یاد میں ان ﷺ کی گزاری ہے......
سفر خوشبو کا جاری ہے

ان اشعار سے سلیم اختر فارانی کے شعری مزاج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر عظمت اللہ خان کا پہلا نعتیہ مجموعہ "گلشن صل علیٰ" پیشِ نظر ہے۔ اس مجموعے کی شاعری میں لہجے اور لفظیاتی بنت سے کچھ تازہ کاری کا شعوری عمل ظاہر ہوتا ہے۔ شکر کہ تازہ کاری کا یہ عمل روایت آگاہی کی اساس پر قائم ہے۔ تازہ کاری اور جدت پسندی، نعتیہ شاعری کے لیے فالِ نیک ہے۔ اسی لیے میں اس مجموعے میں ہونے والے اجتہاد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے درج ذیل اشعار پسند آئے:

پھول، باد صبا آپ ﷺ کا تذکرہ
خوشنما باغ سا آپ ﷺ کا تذکرہ
چین آجائے گا، راحتیں پاؤ گے
کر کے دیکھو ذرا آپ ﷺ کا تذکرہ
غم کا کیا تذکرہ، رنج کا کیا گزر
درد کا فور ہے نعتیہ وقت ہے
نبی ﷺ کے ساتھ ہوں گے روزِ محشر
جو راہِ عشق میں کام آگئے ہیں
مسائل کا بہت آسان ہے حل
کھلاؤ دل میں حُبِ شہ ﷺ کی کونپل
درد مٹ جائے گا، داغ ڈھل جائے گا، زخم سِل جائے گا
مان میرا کہا، نعت سن، نعت پڑھ، نعت لکھ، نعت کہہ

عظمت اللہ خان کی بیش تر شاعری میں یہی تازگیِ فن جھلکتی ہے، اگر وہ اس صنف شریف سے منسلک رہے اور شعری محاسن اور لہجے کی ملاحت کا خیال رکھا تو ان کا نام اس صنف کے حوالے سے ان شاء اللہ ضرور معتبر ٹھہرے گا!

حاضری کے احساسات کی شعری تجسیم:

شرف الدین شامی کی "مقاماتِ شامیؔ"...... ماورائی دنیا کے سفر کا ماورائی اور جمالیاتی بیان ہے...... حرمین الشریفین کی زیارت کے ہنگام جو تاثرات شرف الدین شامیؔ کے دل نے قبول

کیے ان کا شعری عکس ہی مقامات میں محفوظ ہے۔ اس شعری نگار خانے میں داخل ہو کر قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ جن مقامات سے وہ حج یا عمرے کے دوران میں گزرا تھا، ان مقامات پر احساسات و واردات کی جو لہریں اس کے دل میں موجزن ہو سکتی تھیں یا ہوئی تھیں...... ان کا اظہار اس کے لیے ممکن نہ تھا لیکن اب وہ اس کتاب کے مندرجات کے ذریعے اپنی قلبی روداد بیان کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور حضوری کی کیفیات سے لبریز چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عبودیت نشاں سجدہ گہہِ ختم الرسلؐ ہے
دوسرے کلمے کی نصف آخر
شہادت کی امیں محرابِ نوریں
زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے
کہ تاحینِ ابد سارا زمانہ آپ کا ہے
نسلِ فردا، مقتدی ہے
(مصلائے نبویؐ پر)

مرے اطراف
عہدِ رحمت للعالمینی کی
ہوائیں چل رہیں ہیں
اور مناظر جاگتے ہیں
یوں کہ جیسے
عہدِ ماضی کے سب اکناف مدینہ
حال کی مسجد میں شامل ہو گئے ہیں
آنے والے اور سب کے سب زمانے
اسی دھارے میں آ کر مل گئے ہیں
(باز آمد)

وارفتگیِ ذوقِ نظارہ نہ پوچھیے
اس بحرِ بے کراں کا کنارہ نہ پوچھیے
دہلیز پر کھڑا ہوں رسولِ کریمؐ کی

کس اوج پر ہے اپنا ستارہ نہ پوچھیے
یہ چند اشک حاصلِ عجزِ بیاں ہوئے
اب دل کی بات ہم سے خدارا نہ پوچھیے
سارے جہاں کے رنج والم کتنے ہیچ ہیں
یوں دل کو مل گیا ہے سہارا نہ پوچھیے
(نہ پوچھیے!)

یہ وہ شاعری ہے جس کے لیے خالقِ کائنات نے اجازت مرحمت فرمائی اور خود رسول اللہ ﷺ نے شعراء کو ترغیب دی ہے۔ ایسی شاعری جو انسان کی روحانی بالیدگی کا سبب بھی بنے اور ذوقِ لطافت کی بھی آبیاری کر سکے!

موضوع کی عظمت کے احساس کے ارتعاشات:

نعتیہ شاعری کی عظمت کا خیال ایک عرصے تک انور مسعود جیسے قادر الکلام شاعر کو نعت کہنے سے روکتا رہا۔ سچ ہے جو شعراء نعتیہ مضامین کی اہمیت جانتے ہیں وہ بس ایک آدھ شعر کہہ کر داخلِ حسنات ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ جو شعراء کوچہ ءمدحت میں داخل ہو کر پھر کسی اور طرف نہیں دیکھتے وہ ہمہ عمر نعت ہی کہتے رہتے ہیں۔ باشعور شعراء کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے احساس بے بضاعتی کا اکثر اظہار ہوتا ہے۔ اسی احساسِ بے بضاعتی نے انور مسعود سے یہ چھ مصرعے کہلوائے:

فقط حصولِ سعادت کا اک بہانہ ہوا
کسی سے نعتِ پیمبر کا حق ادا نہ ہوا
کوئی بھی اس کی تجلی سے آشنا نہ ہوا
نظر کو تنگیِ داماں سے کب گلہ نہ ہوا
وہ ظلمتوں کے سمندر کو پیرتا ہی گیا
وہ روشنی کا کنول تھا کہ تیرتا ہی گیا

''بارِیاب'' میں انور مسعود کی شاعری کا منظر نامہ حضورِ اکرم کی حیاتِ طیبہ کے منور گوشوں

سے مستنیر ہے، جس کا اسلوب بہت سادہ بلکہ سہلِ ممتنع ہے۔ حضورِ اکرم کا مطمحِ نظر کیا تھا، اس کی بڑی مؤثر، دل کش اور سادہ تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

وہ چاہتا تھا رہ و رسمِ زندگی بدلے
بگڑ گیا تھا جو اندازِ بندگی بدلے
بھٹک رہا تھا جو اُسلوبِ آگہی بدلے
اسے یہ دھن تھی کہ اندر سے آدمی بدلے
وہ دورِ حضرتِ گردوں رکاب کیا کہنا
وہ انقلابِ سعادت مآب کیا کہنا

اسی طرح عہدِ جاہلیت اور عہدِ اسلام میں جو فرق تھا اس کا نقشہ اس شعر میں عکس بند کیا گیا ہے:

آپ کی دانشِ بیّن سے ہوا ہے روشن
علم کا نور ہے کیا جہل کی ظلمت کیا ہے

انور مسعود کی نعتیہ شاعری میں ایک پہلو بڑا اہم اور قابلِ تقلید ہے۔ انہوں نے ایک نعتیہ نظم بچوں کے لیے لکھی ہے اور واقعتاً ایسی ہی زبان استعمال کی ہے کہ بچوں کے لیے مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس نظم میں تلمیحات بھی اس طرح آئی ہیں کہ ان کا مفہوم جاننے میں زیادہ دقت نہ ہو مثلاً

جب وہ سفر پر جایا کرتے
سر پر بادل سایہ کرتے
ان کے بول بہاروں جیسے
اور اصحابؓ ستاروں جیسے
ان سا پیارا اور نہ کوئی
ان سے بچھڑ کر لکڑی روئی
وہ مہمانِ عرشِ معلیٰ
شانِ محمد اللہ اللہ

علامہ اقبال کے فکری نظام میں ''عذابِ دانشِ حاضر'' کا ذکر بڑی شد و مد سے ملتا ہے۔ انور مسعود نے اپنے ایک شعر میں اس متن کی تجدید اس طرح کی ہے کہ ''دانشِ حاضر'' کی تشریح اور اس کی مضرت رسانی کا اظہار ہو گیا ہے ؎

کچل گئی ہے نئی روشنی تو روحوں کو
دلوں کو دانشِ حاضر نے مار ڈالا ہے

انور مسعود نے درج بالا شعر میں دانشِ حاضر کی تخریب کاری کا ذکر کرتے ہوئے اگلے شعر میں ہی دانشِ حاضر کے زہر کا تریاق بھی بتا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

فروغِ جاں بھی وہاں ہے، فراغِ خاطر بھی
جہاں جہاں بھی تری روشنی کا ہالہ ہے

''سلسبیل'' کے مصنف ڈاکٹر توصیف تبسم کا نام ادبی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ وہ تحقیق کے میدان کے شہسوار بھی ہیں۔ بچوں کے ادب کے خالق بھی، عام شاعری بھی کرتے ہیں اور حمد و نعت و منقبت بھی کہتے ہیں۔ سلسبیل، جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔ شعراء کو اس نام کے معنوی فیضان سے مسلسل رزق ملتا رہتا ہے جو ان کی نورانی فکر کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جو شعراء کوچۂ جاناں کے مجازی آہنگ سے غزل کی انگلی پکڑ کر شاعری کرتے ہوئے میدانِ حقیقت میں پہنچتے ہیں وہ حقائق و معارف کے موتی اس طرح رولتے ہیں کہ ان کی شعری آواز بھی توانا رہتی ہے اور ان کے مذہبی احساسات بھی لطافتوں اور نزہتوں کے ساتھ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر توصیف تبسم کا شمار بھی ایسے ہی شعراء میں ہوتا ہے جو کوچۂ غزل سے حلقۂ مداحانِ مصطفی ﷺ میں آئے ہیں۔ چنانچہ ان کی شعری اقدار کے بارے میں تو بلا جھجک کہا جا سکتا ہے کہ وہ مکمل طور پر ادبی اسلوب کی حامل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بہت سے شعراء نے خامہ فرسائی کی ہے۔ توصیف تبسم نے بڑے سلیقے سے وہ مضمون باندھا ہے:

وہ خالق و مخلوق میں اک ربطِ جلی ہے
دھیان اُس کا بھلا کیسے کسی دل سے نکل جائے
رحمت للعالمین ؐ، سب سے بڑا اثباتِ حق
یوں تو ہر جھونکا ہوا کا ہے، نشانِ بے نشاں
دھوپ میں تپتی زمیں پر سایۂ ربِ جلیل

بے اماں صحرائے ہستی میں وہی جائے اماں

ڈاکٹر توصیف تبسم کی نعتیہ شاعری میں آزاد نظم کے پیکر میں نعت بڑی بھی بنی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک نظم (جو مدینہ منورہ میں لکھی گئی تھی) کی چند لائنیں ملاحظہ ہوں:

یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک خشک صحرا پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے؟
کھجوروں کے اس جھنڈ سے
اس طرف، وہ، بہت دور روشن منارہ
منارے کے پہلو میں وہ سبز گنبد
ابھی تک نظر آ رہا ہے!
وہ ہر لحظہ تبدیل ہوتا ہوا اخضری رنگ
نورِ سماوات کا مستقر ہے!
فضا میں فرشتوں کی پرواز کی سرسراہٹ
عجب نغمہ ءِ سرمدی ہے!
کہ جیسے یہاں
وقت بھی سانس روکے ہوئے چل رہا ہو!
یہ تصویر دل میں سجا لو!
ان انوار سے اپنے سینے کو بھر لو!
یہاں سے چلو گے
تو رستے میں اک دشتِ ظلمت پڑے گا
تو پھر کیا کرو گے! (مراجعت)

نعتیہ غزلوں کے چند اشعار دیکھیے:

کب حوصلہ نعت کا ہوا ہے
بس عجز کا لفظ لکھ دیا ہے
فاراں پہ سنی تھی گونج جس کی

وہ لہجہ ، لہو میں بولتا ہے
کھینچے ہے جو دل کو عشقِ طیبہ
ہر فاصلہ دور کی صدا ہے
سوچیں تو یہ درد بھی کرم ہے
جو اشک ٹپک گیا، دعا ہے
مظہر ہے خدا کا ، ذات اس کی
خوشبو کہاں پھول سے جدا ہے
اے روشنیء مقامِ محمود!
سورج ترے سائے میں کھڑا ہے
نظر کے سامنے ہے بابِ رحمت
زہے نظارگی سینہ حرا ہے

لب پہ ان کا نام ہے یا نامہ بر خوشبو کا ہے
کھلتے جاتے ہیں دریچے، سب سفر خوشبو کا ہے
حلقہء خوشبو نظر آئے ، حرم کے بام و در
یہ منارہ نور کا ہے، یا شجر خوشبو کا ہے

مجھ پہ اتمامِ کرم **کیجیے** ،بصیریؔ کی طرح
میں بھی تو چادرِ توصیف کا بافندہ ہوں
میں اگر ہوتا تو طائف میں سپر بن جاتا
میں وہاں کیوں نہ ہوا، آپ سے شرمندہ ہوں

نعتیہ شعری منظر نامے میں ،مافیہ (content) ، ہیئت (form) اور اسلوب (style) کے امتزاج کی چند مثالوں میں توصیف تبسم کی شاعری کو بھی بلا جھجک رکھا جا سکتا ہے۔

توفیقات کی توسیع کی مثال:

حافظ نور احمد قادری کا شعری مجموعہ ''متاعِ نور'' ایک شعری معجزہ ہے کیوں کہ انہوں نے ۱۴ سال کی عمر میں اچانک شاعری شروع کی اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو حمد و نعت و مناقب اصحاب

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل اللہ رحمہم اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ روضہء انور پر حاضری کے ہنگام انہوں نے حضور پرنور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی جناب میں یہ عرض کرتے ہوئے اپنا شعری اندوختہ پیش کیا:

نور کو آپ ﷺ کے در ہی سے ملی ہے توفیق
ہو قبول اِس کا یہ دیوان، مدینے والے

حافظ نور احمد قادری کی نعتوں میں حضورِ اکرم ﷺ سے الفت کے اظہار کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے مرتبے اور مقام کی رفعتوں کا ادراک، آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر اور آپ کی تعلیمات کے حوالے موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہے دیارِ مصطفی ﷺ پیشِ نظر
حال مت پوچھو مرے جذبات کا
جو گزارے تھے کبھی ان ﷺ کے حضور
کیا بتاؤں کیف ان لمحات کا
ثانی اثنین ؓ کے نینوں پہ مرے نین نثار
جن کا معمول تھا طوفِ رخ زیبا کرنا
لاریب وہ سقر کی طرف خود ہی چل پڑا
جو عظمتِ رسول ﷺ کا انکار کر گیا
مخبرِ صادق ﷺ کی تصدیقِ نبوت کے طفیل
تھا جو عبدِ کعبہ وہ صدیق اکبرؓ ہو گیا
دینِ حق کی اصل ہے سرکار ﷺ ہی کی پیروی
اصل سے غافل ہوا جو پڑ گیا تکرار میں
سر سے پا تک حُسن کی تصویر بن کر رہ گیا
عکسِ سیرت آ گیا جس شخص کے کردار میں
نور جب دل میں بس گیا طیبہ
نارسائی بھی مجھ سے ہار گئی

نسائی احساسات کا مرقع:

''رسائی روشنی تک'' حمیرا راحت کا مجموعہ نعت ہے۔ جس کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ اس میں شاعرہ نے نسوانی جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حمیرا نے عشق مصطفیٰ ﷺ کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ...... لیکن حضور اکرم ﷺ کے روضہ انور تک پہنچنے میں اس کی نسوانیت آڑے آگئی تو اس کے جذبات پھٹ پڑے اور وہ احتجاجی لہجے میں محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو پکارنے لگی:

''تمہاری حد یہیں تک ہے''
وہ عورت جس کے چہرے پر
فقط آنکھیں ہی دکھتی تھیں
بہت مغرور لہجے میں مجھے سمجھا رہی تھی
اور اس نے مجھ کو گھور کر دیکھا
کہا کچھ بھی نہیں لیکن
نگاہیں صاف کہتی تھیں کہ
کیا لا علم ہو اس بات سے
تم ایک عورت ہو؟؟؟

اس کے بعد حمیرا راحت کے دل پر جو بیتی وہ اس نے ملفوظی کراہ کے قالب میں ڈھال دی۔

...........آقا...........مرے آقا...........
میں عورت ہوں
مگر اس میں مری اپنی خطا کیا ہے؟؟؟

زائرینِ روضہ سرکارِ ابد قرار ﷺ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مواجہہ شریف تک خواتین کی رسائی نہیں ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر عشق نبوی ﷺ سے سرشار ایک خاتون کی بے بسی کا تصور کیجیے اور حمیرا راحت کی نظم کے حزنیہ لہجے کی کاٹ محسوس کیجیے!

اب ایک نعتیہ غزل کا آہنگ دیکھیے:

جب ان کے نام پہ جلتا چراغ ہاتھ میں تھا

میں کیسے بھولتی رستا، چراغ ہاتھ میں تھا
شب سیاہ مجھے بھی ڈرا رہی تھی مگر
لبوں پہ نام تھا ان کا چراغ ہاتھ میں تھا
نہ زادِ راہ تھا کوئی نہ خوش گمانی تھی
بس ایک حرفِ دعا کا چراغ ہاتھ میں تھا
کوئی بھی آندھی کبھی ڈگمگا سکی نہ مجھے
اجالا دل میں نہاں تھا، چراغ ہاتھ میں تھا
سفر کے وقت مرے ساتھ میرے آنسو تھے
اور ایک ان کی رضا کا چراغ ہاتھ میں تھا
ہوائے دہر نے کوشش تو کی بہت راحت
نہ بجھ سکا کبھی ایسا چراغ ہاتھ میں تھا

حمیرا راحت نے ''سڑک'' کے عنوان سے بھی ایک علامتی نظم لکھی ہے۔ جس میں سڑک کا یہ احساس کہ وہ زائرین کے لیے حضور اکرم ﷺ کے دربار تک رسائی کا ذریعہ بننے کے باوجود خود روضہء انور سے پہلے ہی معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ نظم حمیرا کی تخلیقی ذہانت پر دال ہے۔ اس نظم کی اختتامی لائنیں نسوانی احساسات کا بھرپور تاثر پیدا کر رہی ہیں:

پھر اک دن یوں ہوا
میں سوچ میں گم تھی
مجھے ایسا لگا جیسے
کہ اس سیدھی سڑک کی دونوں آنکھیں
آنسوؤں سے بھر گئی ہوں
وہ اک نادیدہ غم سے ہو کے بوجھل کہہ رہی ہو
''میں کہاں خوش بخت ہوں بی بی''
مرے دکھ کو کسی نے آج تک جانا نہیں
میں کیسے سمجھاؤں
کہ میں تو سب کو لے جاتی ہوں اُن کے در پہ

لیکن خود کبھی در تک نہیں پہنچی

اس نظم کی علامت سڑک ہے لیکن یہ بھی نسائی دکھ کا حوالہ بن کر معانی کے پرت کھول رہی ہے۔ عورت نہ جانے کتنے زائرین کی ماں بن کر ان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ روضہء اقدس کی زیارت کو جائیں لیکن خود اس کے لیے حدود مقرر ہیں!

نسائی احساسات سے مملو شاعری نے حمیرا راحت کی شاعری کو ایوانِ نعت میں گونجنے والی منفرد آواز بنا دیا ہے۔

نعتیہ شاعری کے تفہیماتی دائروں کا شاعر:

ادیب، صحافی اور شاعر سعید بدر کی نظم ''نعت کیا ہے؟'' متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو کر داد وصول کر چکی ہے۔ اس نظم میں شاعر کا تخلیقی اور تنقیدی شعور ضوریز ہے۔ اس نظم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بدر نعت کو کیا سمجھتے ہیں؟ ''عرضِ تمنا'' میں شامل اس نظم کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

نعت توفیقِ خداوندی کا اک اظہار ہے
جس کو یہ نعمت ملے اس کا سفینہ پار ہے
نعت سے تشکیک کے کہسار ہوتے ہیں نگوں
نعت سے تخمین وظن کے دشت، ویران وزبوں
نعت کیا ہے؟ اعترافِ عزو شانِ مصطفیٰؐ
نعت کیا ہے؟ مدحتِ خیرالبشر خیرالوریٰ
نعت کیا ہے؟ در حقیقت چشمِ شاعر کا وضو
نعت ہی سے بدرا! تیرے شعر کی ہے آبرو

حضورِ اکرم ﷺ کی محبوبیت کا اظہار ملاحظہ ہو:

ہر نگاہِ فتنہ خو سے پاک تر، محجوب تر
با خدا ہیں آپؐ خوبانِ جہاں سے خوب تر
والدین، اولاد سے، ہر قیمتی شے سے عزیز
آپؐ بہتر، آپؐ برتر، آپؐ ہیں محبوب تر

آپؐ نے تصدیق کردی، ہم نے آمنّا کہا
عمر گزری ڈھونڈتے اور وہ رہا محجوب تر
چلتے چلتے عشق کے رستے میں آتا ہے مقام
"چوں رسولِ پاک" گردد، از خدا محبوب تر"

ایک نظم "بانیءِ تہذیبِ دوراں" کے چند ابیات ملاحظہ ہوں:

محمد ﷺ اعتبارِ انس و جاں ہیں
محمد ﷺ باعثِ کون و مکاں ہیں
محمد ﷺ صبح، گیتی کی اذاں ہیں
محمد ﷺ غم کے ماروں کی زباں ہیں
محمد ﷺ بانیءِ تہذیبِ دوراں
محمد ﷺ قائدِ بزمِ جہاں ہیں
محمد ﷺ کاشفِ اسرارِ پنہاں
خدا کے ترجماں، اس کی زباں ہیں
خدا کا ہاتھ بھی ہے ہاتھ ان ﷺ کا
شبِ اسریٰ خدا کے میہماں ہیں

(عرضِ تمنا، سعید بدر، لاہور)

"دل دل مدینہ" اور "عرضِ تمنا"، سعید بدر کی نعتیہ شاعری کے مجموعے ہیں جن میں شاعر کا سوز و گدازِ قلب، امت کے حال کو بہتر دیکھنے کی آرزو اور دین و بانیءِ دین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے محبت جھلکتی ہے۔

مدحت سرائی میں عجز کی مثال:

رشید امینؔ غزل بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت بھی۔ "حدِ ادراک سے آگے" ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جس میں مدحتِ مصطفےٰ ﷺ سے شاعر کا خلوص منعکس ہے۔ مذکورہ کتاب میں غزل طور لکھی گئی نعتوں میں اظہار کی سلیقہ مندی اور بیان کی سادگی کے باعث کچھ ایسے اشعار بھی وارد ہو گئے ہیں جن کو سہلِ ممتنع کا درجہ حاصل ہے۔..... مثلاً

نعت گوئی کا سلیقہ تو نہیں مجھ میں امینؔ
میں نے لفظوں میں پرودی ہے محبت انؐ کی

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی معیت میں حضور پرنور رحمت للعالمین ﷺ پر درود بھیج رہا ہے اور اہلِ ایمان کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم دے رہا ہے۔ نعتیہ شاعری بھی حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے ہی کی ایک شکل ہے اس لیے رب تعالیٰ کی سنت ادا کرنے کا بڑا ذریعہ بھی یہی ہے۔ رشید امین نے اس حقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے:

شرف سنت ادا کرنے کا رب کی
عطا ہوتا ہے ہر مدحت سرا کو

کثیر اللسانی شاعری کے انداز:

بزرگ شاعر مہر وجدانی نے ۱۹۴۵ء سے شعر و ادب کی دنیا میں قدم رکھا اور تاحینِ حیات علم و ادب کی خدمت میں مصروف رہے۔ اردو اور انگریزی زبان میں، مہر وجدانی کی، درسی اور اخلاقی نوعیت کی تقریباً ایک سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ "رحمتِ عالمین ﷺ" (نعتیہ کلام) ان کی کثیر اللسانی سوجھ بوجھ کا آئینہ ہے۔ اس میں فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔ ان کی قدرتِ کلام کا اندازہ کرنے کے لیے کچھ اشعار پیشِ خدمت ہیں:

فارسی:

ہادیء برحق، امین و مالک و مختارِ کل
بحرِ الطاف و عنایت، منبعِ جود و سخا
ناوکِ غم ہائے دوراں، در دلم پیوستہ شد
جانبِ من، یک نگاہِ مہرِ محبوبِ خدا

اردو:

رہتا ہے میرے سامنے روضہ رسولؐ کا
میرے تصورات کی جنت ہے دل نشیں
رحمتِ حق تک رسائی ہوگئی
امتی ہونا بھی اک اعزاز ہے

قدم قدم پہ رہے، مہؔر پیروی ء رسول
ثبوت عشق کا ممکن نہیں، وفا کے بغیر

مہؔر وجدانی نے ''آدابِ نعت'' کے حوالے سے اپنے تنقیدی شعور کا منظوم اظہار کیا ہے۔ یہ اظہار، مقامِ رسالت میں لب کشائی کی جراءت کرنے والے شعراء و ادبا کے لیے ہدایت نامہ ہے اس لیے جوں کا توں یہاں نقل کر دینا ضروری ہے:

اللہ کا محبوب تو، آقا ہے ہمارا، کس منہ سے اسے کہتے ہیں محبوبِ دل آراء
ہم نے اسے اک عام سا محبوب سمجھ کے، ساجن کہا، دولہا کہا، معشوق پکارا
اوصافِ حمیدہ کی وضاحت ہے ضروری، جس طرح سے اللہ نے خود ان کو پکارا
وہ رمز و کنایہ ہو کہ معنی ہوں مرادی، ہم کر نہیں سکتے کوئی مذموم اشارہ
عاشق کے تو اوسان بجا رہ نہیں سکتے، یہ عشق تو اک کیفیت جذب و جنوں ہے
جس نے کہا عاشق ہوں رسولِ عربی کا، اس نے کیا سرکار کی عظمت سے کنارا
یوں اشک بہاتے ہیں کہ آنسو نہیں تھمتے، بس ہجر کے صدمات تخیل میں ہیں سہتے
معنی کے دروبست کا اظہار کریں گے، الفاظ کی ندرت کا بھی لیتے ہیں سہارا
ہم جیسے گنہگاروں کی یہ جراءتِ اظہار، اشعار میں اور محفلِ یاراں میں یہ گفتار
احساس اگر کیجیے تو یہ سوئے ادب ہے، دیوانگیءِ شوق میں انداز ہمارا

مہر وجدانی نے ،صاحبِ قرآن ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے 63 سال کے عنوان سے 63 قطعات پر مشتمل ایک نظم بھی کہی ہے۔ آخری قطعہ ملاحظہ ہو:

رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کو خود بے تاب تھے حضرت
بشر تھے، اس لیے کچھ روز ان کو بھی بخار آیا
اسی حالت میں اپنے رب کی خدمت میں ہوئے حاضر
تریسٹھ سال کی تھی عمر جس دم پردہ فرمایا

قصیدہ نگاری کی عمدہ مثال:

پروفیسر محمد طاہؔر صدیقی نے اپنے مجموعہءِ نعت ''اعزازِ حضوری'' میں اسوہ ءرسول ﷺ کی ہمہ جہت اور ہمہ زماں استمراری شان اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مثلاً

دورِ جدید اور نہ دورِ قدیم میں
ہر لحہ ہم ہیں عہدِ رسولِ کریمؐ میں
حضور کے حسنِ بے بدل سے زمانے سورج مثال ٹھہرے
حضور کے رُخ کی روشنی سے زمیں زماں مسکرا رہے ہیں
نبیؐ کے خطبہء حج وداع کے صدقے
ملی ہیں نوعِ بشر کو بشارتیں کیسی

شاعری میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ شاعر نے کوئی خیال کس خوبصورتی سے فنی در و بست اور تازہ کاری کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالا ہے۔ شاعر "اعزازِ حضوری" نے اہم موضوعات پر اچھے شعر کہے ہیں۔ کتاب میں ایک قصیدہ بہت عمدہ ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

معلوم کو تحقیق کی میزان پہ لا کر
لکھنا ہے سراپائے شہِ ساقیء کوثر
کرنا ہے بیاں سرورِ عالمؐ کا قصیدہ
کھل جا مرے وجدان پہ اے نعتِ پیمبرؐ
جب زخمِ جگر دستِ رفو کا ہو طلبگار
مرہم لیے آتے ہیں وہیں شافعِ محشرؐ
دستارِ ستم تیغِ نبوتؐ نے اڑائی
پامالِ مکافات ہوا ظلم کا خنجر
سب آیہء تطہیر کا پرتو ہیں جہاں میں
ازواجِ نبیؐ ، حیدرؓ و آلِ شہِ کوثرؐ
ہے حسنِ تکلم پہ فدا حسنِ بلاغت
قرآن کی تجسیم ہے سرکارؐ کا پیکر

قصیدے کے چند ابیات ہی سے شاعر کے فن کا جوہر نمایاں ہے۔

قصیدہ نگاری میں اور بھی بہت سے شعراء کے نام نمایاں ہیں لیکن چوں کہ ان شعراء کا ذکر کسی نہ کسی صنف کے حوالے سے ہوا ہے اس لیے یہاں ان کی قصیدہ نگار کے نمونے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً عبدالعزیز خالد، سرو سہارنپوری، فدا خالدی دہلوی، نعیم تقوی، علیم ناصری

وغیرہم۔

نشاطیہ لہجے کی نعتیہ شاعری:

سبطین شاہجہانی کا نعتیہ مجموعہ ''قلزمِ انوار'' اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں محسن کاکوروی کی طرح نشاطیہ لہجے کی کھنک موجود ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیے جن میں مابعد حاضری و حضوری کی کیفیات جلوہ فگن ہیں:

جلووں سے فیضیاب ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
مہتاب و آفتاب ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
کل شب بھی سرخرو تھا کہ شہر خدا میں تھا
امشب بھی باریاب ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
کیوں کر نہ مجھ پہ رشک کریں موسموں کے رنگ
رنگینیٔ گلاب ہوں شہر نبیؐ میں ہوں

شاعر کو شہر نبیؐ میں جو سرشاری، آسودگی اور قلبی سکینت میسر آئی اس کا بیان کسی ایک نعتیہ غزل کے بجائے اس نے مختلف لہجوں اور مختلف قافیوں کی غزل کہہ کر کیا۔ شہر نبی کی حاضری کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمائیے:

رنگوں کی آبشار ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
صد رشک لالہ زار ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
گلزار نور کیوں نہ ہو صحرائے زندگی
جنت نما بہار ہوں شہر نبیؐ میں ہوں
شہر طیبہ ہے یہاں بے رنگ باتیں بے محل
حسن کی باتیں ہوں حسن یار کی باتیں کریں

مدینے کا زائر، اگر سوز عشق رکھتا ہے تو زیارت روضۂ رسول ﷺ کے بعد اس کی آنکھوں میں دنیا کا کوئی حسن جچتا ہی نہیں۔ سبطین شاہجہانی نے اسی قسم کی کیفیات حوالۂ قرطاس کی ہیں:

اس کی آنکھوں میں سما سکتا ہے کب کوئی جمال
جس نے دیکھا ہو بہ فیض عشق گلزار رسول

نشاطیہ لہجے والی شاعری میں بحروں کا انتخاب، ترنم ریزی کے حوالے سے ہوتا ہے سبطین شاہجہانی کی تخلیقی دانش کا حصہ بننے والی بیشتر بحریں مترنم ہیں۔ مثلاً شاعر نے سیرت طیبہ کے حوالے سے سوچا تو اس کی روح میں نغمۂ نورِ اسوۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس طور گونجنے لگا کہ شعری فضا پر کیف ہوگئی:

سیرت طیبہ، سیرت مصطفیٰ — سیرت مصطفیٰ انتخاب خدا
سیرت طیبہ کائناتِ حسیں — سیرت طیبہ، انگبیں انگبیں
سیرت طیبہ طیب باغ نعم — سیرت طیبہ خوشبوؤں کا حرم
سیرت طیبہ، حامل نور حق — سیرت طیبہ، جلوۂ طور حق

گلشنِ مدحت میں تحیر کی مثال:

نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملاً حصہ لینے والے اہلِ قلم میں ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، کے مدیر، محقق اور شاعر قمر رعینی کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے ''تذکرۂ نعت گویانِ راولپنڈی، اسلام آباد'' لکھ کر نعتیہ ادب سے شغف کا عملی مظاہرہ کیا اور پھر ''وِلائے رسول ﷺ'' کے نام سے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ قمر رعینی کے نعتیہ کلام میں حبِ رسول ﷺ کا اظہار بڑے فنی رچاؤ اور زبان و بیان کے قابلِ قدر معیار کے ساتھ ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پھر مجھے روضہء اطہر سے بلاوا آیا
آیا آیا مرے سرکار میں آیا آیا

پہلا خطاب کوہِ صفا پر حضورؐ کا
کچھ خوش نصیب لوگوں کو بیدار کر گیا

ذاتِ باری تو ہے مبتدا
لیکن اس کی خبر آپؐ ہیں

حیرت سے دیکھتے ہیں زمیں آسماں مجھے!
پہنچا دیا نبیؐ کے کرم نے کہاں مجھے!

نبی کے دیکھنے والے تھے اپنے بھی پرائے بھی
کوئی بھی جذبہء صدیق اکبرؓ تک نہیں پہنچا

ہر چیز کی مثال ہے، ہر چیز کا بدل
ذاتِ رسولِ پاک فقید المثال ہے
جو روشنی حرا سے ہوئی تھی کبھی طلوع
پائیں گے فیض تا بہ قیامت اسی سے ہم
سچائی میرے دین کا پہلا اصول ہے
اس بات کا ثبوت حیاتِ رسولؐ ہے
یہاں بہار کا موسم ہمیشہ رہتا ہے
نبیؐ کا شہر بنا ہی نہیں خزاں کے لیے
یادِ رسولِ پاک مرے ساتھ ہو گئی
میں سوچ ہی رہا تھا کوئی ہم سفر ملے

زبان کے سادہ اور پرکار استعمال، استادانہ قدرتِ کلام، بیان کی رعنائی اور توانا آواز نے قمر رعینی کی شاعری کو جداگانہ اسلوب عطا کر دیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ نعتیہ ادب میں قمر رعینی کی آواز اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔

ارمغان مدحت کی مؤدبانہ پیش کش:

''ارمغانِ جمیل''، جمیل نقوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں غزل طور لکھی ہوئی نعتوں میں نظم کی سی تنظیم پائی جاتی ہے جس کے باعث غزل کو غزلِ مسلسل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے غزل کو نظم کا روپ دینے کے لیے خود ہی ایک مصرع اضافی کہہ دیا ہے تا کہ تاثر کی وحدت قائم رہے۔ مثلاً

دربارِ مبارک میں حاضر ہے غلام آقا
حاضر ہے درود آقا حاضر ہے سلام آقا
دل صلِّ علیٰ کہہ کر جھک جاتا ہے تعظیماً
آتا ہے زبانوں پر جب آپ کا نام آقا
عکسِ رخِ زیبا سے دل نور سے بھر جائے
آجائے محبت میں ایسا بھی مقام آقا

ہے آپ کا نور اول ہے آپ کا نور آخر
ہے آپ کے صدقے میں دنیا کا قیام آقا
از فیضِ قدمبوسی حاصل یہ سعادت ہو
ہو آپ کا شیدائی فائز بمرام آقا
یہ نذرِ عقیدت ہو مقبولِ انام آقا

اس نعت میں آخری مصرع، دیگر اشعار کو ایک سلکِ خیال میں پرونے کی شعوری کوشش کا مظہر ہے جس سے غزل طور لکھی ہوئی نعت بھی نظم نما بن گئی ہے۔

کچھ اشعار اور دیکھیے:

محمدِ عربی رہنمائے خیرِ سُبُل
جمالِ صدق بھی ہو مظہرِ صداقت بھی
جمیلؔ مدحتِ محبوبِ لاشریک لہٗ
ہمارا ہدیۂ الفت بھی ہے عبادت بھی
آپ کی ذات کا ثانی کوئی دیکھا نہ سنا
یوں تو گزرے ہیں بہت ناز و نزاکت والے
حضور! دردِ جدائی سے دل پریشاں ہے
یہ درد خاص ہے اس کی دوا ہمیں بھی ملے
یہ مصرع ہے نہ جانے کس ولی کا
بڑا رتبہ ہے عشاقِ نبیؐ کا
نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور وہ تھے
وہ پہلا دور تھا خود آگہی کا
جمیلؔ ان کی غلامی کی بدولت
بڑھا رتبہ جہاں میں آدمی کا
میانِ عالمِ امکاں بہر زماں و مکاں
جمیلؔ افضل و برتر محمدِ عربی
دلوں میں عشقِ محمدؐ اگر نہ ہو موجود

جمیلؔ فعلِ عبث ہیں یہ سب رکوع و سجود

کلام سے پختگی اور بین السطور عشق کی تڑپ محسوس ہو رہی ہے۔ الفاظ کا استعمال زبان پر قدرت کا آئینہ دار ہے اور اظہار کی طرفگی مشق و مزاولت کی عکاس۔ نعتیہ شاعری کے لیے شاعر کو جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے جمیل نقوی میں وہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔ سچ ہے

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے!

جمیل نقوی کا ایک شعر تو نعتیہ شعری روایت کی تجدید اور توسیع کی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ بھی دیکھیے:

آپؐ کے اور محاسن بھی ہیں بے حد و شمار
حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا کے سوا

فارسی ادب سے ہمیں یہ روایت ملی تھی:

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

اس شعر کے مقابلے میں جمیل نقوی کا شعر کس قدر آگے بڑھ گیا ہے اس کا ادراک اہلِ علم وفن ہی کو ہو سکتا ہے۔

مثنوی کا آہنگ:

نعت، موضوعاتی سخن ہونے کی وجہ سے ہر صنفِ شاعری کے ظرف میں ڈھالی جا سکتی ہے اس لیے شعراء نے بھی نعتیہ متن (text) کے لیے کسی خاص صنفی ہیئت کی پابندی قبول نہیں کی ہے۔ سید شمس الحق بخاری قادری قدیری شمس نے ''مثنوی جمال محمدﷺ'' میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ یہ مثنوی بڑی رواں دواں بحر میں ہے اور سہلِ ممتنع کی مثال ہے۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

خدا نے کہا آپؐ کی شان میں
دلیل اس کی موجود قرآن میں
ملائک تمام اور ربِ ودود
بھی بھیجتے ہیں نبیؐ پر درود
پڑھو تم بھی ایمان والو تمام
نبیؐ پر ہمیشہ درود و سلام

تھی شاہِ امم کو یہی تو لگن
کہ راہِ خدا پہ ہوں سب گامزن
ہیں رحمت خدا کی وہ سب کے لیے
بڑے نرم دل وہ بنائے گئے
طبیعت میں سختی ذرا بھی نہ تھی
کشش اس پہ کیا کہیے الطاف کی
جو تھے دور نزدیک تر آگئے
سعادت وہ دارین کی پاگئے
صفاتِ حمیدہ تھے یوں آپؐ کے
کہ اغیار تک معترف ہوگئے
کہا یہ بھی مولا نے سرکارؐ سے
کہ دو ٹوک کہہ دو یہ کفار سے
پرستش کروں گا نہ ان کی کبھی
کہ جن جن کو تم پوجتے ہو کبھی
کروگے نہ تم اس کی طاعت کبھی
سدا جس کی کرتا ہوں میں بندگی
رہا حسبِ فرمانِ حق جو کوئی
دواماً نبیؐ کی بھی کی پیروی
بڑی کامیابی اسے مل گئی
بڑی کامیابی اسے مل گئی

پوری مثنوی تقریباً نوسواسی (980) ابیات پر مشتمل ہے۔ جو حمد سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پر ختم ہوتی ہے۔ (شمس، جمالِ محمد ﷺ، کراچی، ۱۹۸۲ء)

غالب کی زمینوں میں شعرِ عقیدت کی جلوہ گری:

بشیر حسین ناظم اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔

ان کی زبان دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ زبان کو خالص دیکھنا چاہتے تھے۔ اردو شاعری ذرا مشکل زبان میں ہوتی تھی لیکن گنجینۂ معنی کا طلسم بھی اس میں پوشیدہ ہوتا تھا۔ غالب کی زمینوں میں ان کی طبع آزمائی کا نقش ''جمالِ جہاں فروز'' کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ چند اشعار دیکھیے:

تیرا ہر قول ہے مشکوٰۃِ صداقت آقا ﷺ
تیرا ہر فعل ہے کردار کی عظمت آقا ﷺ

تیری تعلیم سکون دل و جان پر غم
وجہ خوشنودیٔ حق تیری اطاعت آقا ﷺ

لاجرم ہم پہ ہے اللہ کا احسان عظیم
تری خلقت، تری آمد، تری بعثت آقا ﷺ

اختیاری ہے ترا فقر کہ ہے فخر ترا
ورنہ کونین پہ ہے تیری حکومت آقا ﷺ

اپنی معراج کے صدقے میں عطا کیجیے عروج
ورطۂ پستی و ذلت میں ہے امت آقا ﷺ

حسنِ کلام، حسنِ عمل، حسنِ خُلق کی
تکلیف، بن کے مردِ مسلماں اٹھایئے

فسق و فجور و اِثم و خطا، جرم کے خلاف
تمکین و زور و جوش سے طوفاں اٹھایئے

ناظم کو اے کریمِ کریماں بہشت میں
قربِ نبیؐ جزائے مدیحات چاہیے

اوروں کو دو نویدِ نجومِ دُوَل ندیم
مجھ بے نوا کو ''نعت ستارہ'' ہی راس ہے

ہے سب کے پاس دفترِ اعمالِ صالحہ
عشقِ نبیؐ کا گنجِ گراں میرے پاس ہے

ہے بہتر از قباد، غلامِ شہِ انامؐ
خوشتر ز حور روضۂ جنت بلالؓ ہے
ناظم، بلالؓ و یاسرؓ و بوذرؓ اویسؓ نے
دعوے کیے جو عشقِ نبیؐ میں بجا کیے
نسبتِ صحابہؓ بھی الفتِ نبیؐ ٹھہری
ان کی آل سے الفت وجہِ عفوِ عصیاں ہے
تڑپا جو دل فراقِ مدینہ میں ہم نشیں
فریادِ دل کے ساتھ نسیمِ سحر گئی

نادر ردیفوں کا شعری چمن زار:

قمر وارثی نے شمس الضحیٰ (۱۹۸۶ء)، کہف الوریٰ (۱۹۹۵ء) اور ''حرم سے حرم تک'' (۲۰۰۸ء) میں نعتیہ شاعری کا انوکھا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے طویل ردیفوں کو جز وہنر بنایا ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ نعت کا آہنگ مدیح خیر الوریٰ کے شعری اور شرعی تقاضوں سے ہم کنار ہی رہا۔ مثال کے طور پر درج ذیل ردیفوں کے اشعار:

جلوۂ شاہ امم سے پار ہے ہیں عظمتیں
ہو کے سب آئینے حیراں، کیا زمیں، کیا آسماں
آج تک ہیں اس خبر سے بے خبر میں اور چراغ
ہیں رہ طیبہ میں کب سے ہم سفر، میں اور چراغ
نہیں رکھتے سرور و کیف کی حد مل کے آپس میں
کہ لب جس وقت کہتے ہیں محمدؐ مل کے آپس میں
سفر بینائی کا جلووں سے اپنے روک دیتے ہیں
قمر بابِ نبیؐ، مینار و گنبد مل کے آپس میں
لمحہ لمحہ بہ شوق جنوں اے قمر کیوں نہ ہو معتبر زندگی کا سفر
تا بہ منزل ہیں سرکارؐ کے نقش پا چاندنی چاندنی کہکشاں کہکشاں
لاکھ تھے ضوفشاں پھر بھی ایسے نہ تھے قلب و جاں کے دیے

عشق سرکارؐ نے معتبر کر دیئے قلب و جاں کے دیے
اوج پر تھا غمِ دوری مصطفیٰ اور پھر یہ ہوا
بجھتے بجھتے بیادِ نبیؐ جل اٹھے قلب و جاں کے دیے
فکر پر جب ذکر کی ساعت کے دروازے کھلے
ہوگئی روشن فضا نکہت کے دروازے کھلے

(کہف الوریٰ)

طویل ردیفوں کو جدید شعری منظرنامے کا حصہ بنانے کی جو کوشش عام شاعری کے دلدادہ شعرائے کرام نے کی اور جس خوبصورتی سے طویل ردیفوں کے استعمال کو عصری تقاضوں اور ادبی دھاروں سے ملایا اس کی مثالیں ہمیں احمد فراز کے ہاں بھی ملتی ہیں اور چند دیگر شعراء نے بھی اس ضمن میں جمالِ فن دکھایا ہے۔ قمر وارثی کی یہ کوشش ایک جداگانہ اور انتہائی درجہ مقدس صنف سخن ''نعت'' کے ضمن میں ہوئی ہے۔ کیا زمیں کیا آسماں، میں اور چراغ، جل کے آپس میں، چاندنی چاندنی کہکشاں کہکشاں، قلب و جاں کے دیے، کے دروازے کھلے وغیرہ ردیفوں کو ہنرمندی کے ساتھ نباہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

میں قمر وارثی کی ایک نعت مکمل طور پر نقل کر دینا چاہتا ہوں تا کہ حاضری سے محروم لوگوں کی شدت احساس کا شعری مرقع لوحِ قرطاس سے الواحِ قلب پر مرتسم ہو سکے!

روشنی کی فضا پانے والے گئے اور میں رہ گیا
در پہ سرکارؐ کے جانے والے گئے اور میں رہ گیا
دیدۂ تر لیے سبز گنبد کے پُر نور آفاق پر
پرچمِ دید لہرانے والے گئے اور میں رہ گیا
بارگاہِ نبیؐ میں بہ حسن ادب حالِ دل کے سبب
پھول آنکھوں سے برسانے والے گئے اور میں رہ گیا
اُس درِ پاک سے کتنے پہلے پہل کتنے بارِ دگر
زندگی کی سند لانے والے گئے اور میں رہ گیا
اس برس میری تقدیر کھوئی رہی یعنی سوتی رہی
نازِ قسمت پہ فرمانے والے گئے اور میں رہ گیا

اے شہِ دوسرا، دل پہ قابو رہے بھی تو کیسے رہے
ہم سفر میرے کہلانے والے گئے اور میں رہ گیا
رحمتوں کا نگر، شہر محبوب رب ہے جہاں سے قمر
جھولیاں بھر کے لوٹ آنے والے گئے اور میں رہ گیا

نعت کا جدید تر لہجہ:

میرا ابنیادی مقدمہ یا Thesis یہ ہے کہ بیش تر شعرا تخلیق نعت میں اپنا وہ لہجہ بھی برقرار نہیں رکھ پاتے جو عام شاعری میں یا تو ان کی پہچان بن چکا ہوتا ہے یا کم از کم عصری میلانات اور ایک مخصوص شعری رویئے کا عکاس کہا جا سکتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کا ذکر یہاں طول کلام کا باعث ہوگا۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بیش تر شعرا نعت گوئی میں نعت کے مافیہ (Content) کو جزو ہنر نہیں بنا پاتے کیوں کہ یہ موضوع ان کی تخلیقی دانش کا حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ بھی نہیں ہے، بہت سے ایسے شاعر بھی ہیں جو نعت بھی فنی شعور کے ساتھ کہتے ہیں اور اس طرح مدحت مصطفیٰ ﷺ کو اپنی تخلیقی دانش کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جاذب قریشی کی کتاب ''پہچان'' میں شامل نعتوں کے مطالعے سے بھی یہی تاثر ملتا ہے۔

دشمن لہو کو امن کی پوشاک کر دیا
خنجر تمام توڑ دیئے انتقام کے
لہجے عداوتوں کے وہ ﷺ منسوخ کر گئے
آواز کو سکھائے ہنر احترام کے
تبسموں کے اجالے شفاعتوں کے حرم ﷺ
مجھے بلا کہ میں تجھ پر نثار ہو جاؤں
میں اپنے عہد کا صحرا ہوں مجھ کو حسرت ہے
ترے حضور گروں آبشار ہو جاؤں
آندھی کے سفر میں جو کوئی تجھ ﷺ کو پکارے

سورج سے زیادہ ترا نقش کف پا ہو

ہوا کے دوش پر روشن پرندے اڑتے رہتے ہیں

مدینے کا اجالا ہے کہ عکس طور ہے لوگو!

سیہ پرچھائیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس نے

زمین و آسماں نے ایک ایسا بھی دیا دیکھا

غبار کو آئینہ بنایا

سو کہیے صل علیٰ محمد ﷺ

وہ بے خزاں موسموں کے گھر ہیں

جدھر ہیں جلوہ نما محمد ﷺ

جہان آواز و عکس و خوشبو

کتاب رنگ بقا محمد ﷺ

(پہچان۔۔۔ جاذب قریشی)

غالب کی زمینوں میں نعتیہ تخلیقات کی چند اور مثالیں:

پاکستان میں جب نعتیہ شاعری کا غلغلہ ہوا تو اس فنِ شریف کی آبیاری کرنے والے شعراء نے موضوع کی عظمت کو شعری رفعتوں سے آشنا کرنے کے لیے غالب کی زمینوں میں نعتیں کہہ کر نعتیہ شاعری کو شاعری کے اعلیٰ نمونوں سے ہم کنار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ متعدد نعتیہ مجموعے اس رجحان کی عکاسی کے مظہر بن کر منصۂ شہود پر آئے۔ ساجد اسدی نے غالباً سب سے پہلے غالب کے پورے دیوان کی غزلوں پر نعتیہ غزلیں کہیں اور ''پیغامبر مغفرت'' کے تاریخی نام سے شائع کیں۔ پیغامبر مغفرت کے اعداد ۱۹۷۵ء ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا نام ''مخزنِ نعتِ مقبول'' ہے جس کے اعداد ہجری سن ۱۳۹۵ھ کے غماز ہیں۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

اک ناتواں ہوں بوجھ ہے مجھ پر گناہ کا

طالب ہوں میں حضورؐ کرم کی نگاہ کا

وعدہ لا تقنطوا ، جھٹلائیں کا؟

رحم سے مایوس ہم ہو جائیں کیا؟
ملتفت ہو رہے ہیں شاہِ حجاز
اے غمِ عشق ، تیری عمر دراز
مایوس نہیں ہوں میں مدینہ کے سفر سے
پاس اپنے بلا لیتے ہیں وہ جس کو بھی چاہیں
جو اہلِ نظر ہیں وہ ہر برگِ گل پر
محمدؐ کی مدحت رقم دیکھتے ہیں
گواہی اس کی دینگے حافظ و سعدی و جامی بھی
عبادت بالیقیں ہے نعت گوئی شعر کے فن میں

غالب کی زمینوں میں نعت کی آبیاری کرنے میں ساجد اسدی نے پہل کی تو ان کے بعد متعدد شعراء نے اس روش کو اپنایا۔ ایاز صدیقی نے بڑے فنی رچاؤ اور شعری اسلوب کی دلکشی کے ساتھ غالب کی ۹۲ غزلوں کی طرحوں پر نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کے ہاں غالب کے مصرعوں پر گرہ لگانے کا انداز اس قدر کامیاب ہے کہ معلوم ہوتا ہے اگر غالب بھی اپنے ان مصرعوں کو نعتیہ شکل دینا چاہتا تو شاید اس سے زیادہ خوبصورت انداز و اسلوب اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ چند اشعار دیکھیے:

کس طرح گزریں گے یہ دوری کے روز و شب حضورؐ
"صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا"
آقاؐ نے مجھ کو دامنِ رحمت میں لے لیا
"میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا"
نبیؐ کے ہجر میں رونا بھی عینِ راحت ہے
"مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا"
آیا ہوں آج آپؐ کا دربار دیکھ کر
"حیراں ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر"
سبز گنبد کی زیارت کو ترستا ہوں ایازؔ
واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے"

غالب کی غزلوں کے مصرعے اس خوبصورتی سے استعمال کر کے ایاز صدیقی نے ثابت

کردیا کہ کسی بھی خیال کا قبلہ کس طرح درست کیا جاسکتا ہے۔ غالب کے جو مصرعے نعتیہ مضمون کی بُنت کے کام آئے ہیں ان کی شعری تکمیل جن مصاریع سے مل کر ہوئی تھی ان کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ مصرعے نعت کی تخلیق میں بھی کام آسکتے ہیں۔ اب چند اور شعر دیکھیے جن میں بحر قوافی اور ردیف تو غالب کی غزلوں سے مستعار ہیں لیکن متن (text) اور اسلوب (style) ایاز صدیقی ہی کا ہے:

میرے ہاتھوں میں بیاضِ نعت کا شیرازہ تھا
رات اک امی لقب کا فیض بے اندازہ تھا

دامنِ ابر کرم نے مرے آنسو پونچھے
تارِ گریہ کو مبارک ہو رگِ جاں ہونا

شہرِ نبیؐ کی آب و ہوا چاہیے مجھے
دارالشفا وہی ہے مرے اشک و آہ کا

وہ بلائیں تو سہی اذنِ سفر تو آئے
توسنِ شوق کو آتا ہے ہوا ہوجانا

(ثنائے محمد ﷺ، ایاز صدیقی، ملتان)

غالب کی زمینوں میں نعت کہنے کی کوشش بشیر حسین ناظم اور راغب مرادآبادی نے بھی کی تھی۔ ناظم کی شاعری کے نمونے ہم نے کہیں نقل کردیے ہیں۔ راغب کا مجموعہ فی الحال سامنے نہیں ہے۔

غالب کے اشعار کی تضامین:

غالب کی فارسی غزل ع حق جلوہ گر زطرز بیانِ محمدؐ است ..... پر بھی اردو اور فارسی میں بہت سی نعتیں کہی گئی ہے۔ حد ہے کہ تجمل حسین خاں کے لیے کہے گئے قصیدے میں جو لاجواب شعر وارد ہوا تھا

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

اس شعر کو بھی لوگوں نے نعتیہ شعر تصور کیا اور اس پر کئی تضامین لکھ ڈالیں۔ ناصر کاظمی اور

عبدالعزیز خالد نے کمال کی تضامین کہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ کون طائر سدرہ سے ہم کلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(ناصر کاظمی، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

سخنوری کے سفر میں یہ کیا مقام آیا
صریرِ خامہ سے آوازۂ سلام آیا
جو رزقِ دِل تھا وہی سوزِ عشق کام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے"

(عبدالعزیز خالد، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

پاکستان میں نعتیہ ادب کی رفتار کا سال بہ سال جائزہ لینے کی روایت حفیظ تائب مرحوم نے قائم کی تھی۔ راجا رشید محمود، غوث میاں، چودھری محمد یوسف ورک قادری اور طاہر قریشی وغیرہم نے نعتیہ کتب کی فہرستیں تیار کی ہیں۔ ان تمام فہرستوں کے اندراجات کی روشنی میں دیکھا جائے تو نعتیہ مجموعوں، نعتیہ انتخابوں، نعت سے متعلق تحقیقی و تنقیدی کتب اور رسائل کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے اس مقالے میں نہ تو اس قدر ادبی سرمائے کی کھپت ممکن ہے اور نہ ہی وقت اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ تمام نعتیہ ادب کا احاطہ کیا جائے۔ اس لیے نعتیہ مجموعوں سے دو دو چار چار اشعار نقل کر کے زیادہ سے زیادہ صاحبانِ کتب کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نعتیہ اسالیب کا اجتماعی تاثر:

شبِ الم میں ہے اسم تیرا ﷺ نویدِ صبحِ جمال آقا ﷺ
ترے کرم کے جو عکس پھیلیں چھٹے غبارِ ملال آقا ﷺ
اداس لمحوں کی ظلمتوں کے حصار میں ہیں نجانے کب سے

دلوں کے، اجڑے ہوئے گھروں کو عطا ہو تیرا خیال آقا ﷺ
خزاں کے جبر سے تو نے چھڑایا آدمیت کو
بہاروں کی یہ رُت تیری عطا ہے یارسول اللہ ﷺ
قربان کروں ان پہ دانائی زمانے کی
جو عشقِ محمد میں، فیروز، دوانے ہیں
(محمد فیروز شاہ، باوضو آرزو، میانوالی)

آپ کا حکم ہے فرمانِ خداوندِ جلیل!
قولِ حق آپ کا ارشاد رسولِ عربی
آپؐ کے نور کی پھیلی ہے ضیا عالم میں
جس سے کونین ہیں آباد رسولِ عربیؐ
حشر میں محروم عنبرؔ کوئی رہ سکتا نہیں
ڈھونڈ لے گی حشر میں رحمت رسول اللہ کی
جلوہ فرما ہیں نظر میں چار یارانِ رسول ﷺ
کررہے ہیں اس طرح سیرِ گلستانِ رسول ﷺ
(کلیاتِ عنبرؔ شاہ وارثی، کراچی)

جو ان کے عشق میں آئینہ فام ہوجائے
نصیب اس کو حضورِ دوام ہوجائے
گلوں کے لب پہ ہیں نعتِ رسول کے موتی
کہو صبا سے ہمہ احترام ہوجائے
فرازِ عرش سے لوٹے تو راستے میں انہیں
غبارِ راہ سے لپٹا ہوا زمانہ ملا
اللہ کے ہاتھ میں ہے رسولؐ خدا کا ہاتھ
بیعت خدا کی نذر ہے بیعت حضورؐ کی
تخلیقِ کائنات کا باعث حضورؐ ہیں
تزئینِ کائنات ہے بعثت حضورؐ کی

وہ زندگی جو خدمتِ دیں کے لیے ہو وقف
وہ زندگی ہے نذرِ عنایت حضورؐ کی
جس پہ ترا قدم نہیں وہ نہیں راہِ زندگی
جس پہ ترا نشاں نہیں وہ نہیں منزلِ حیات
تیرے عدو کی زندگی موت ہے زندگی نہیں
تیرے شہیدِ ناز کی مرگ بھی داخلِ حیات

(واماندگیِ شوق، نذر صابری، اٹک)

آپ ہی غزوات میں ہر کامیابی کی دلیل
اور امن و آشتی کی بھی علامت آپؐ ہیں
مظہرِ حسنِ صفات ، صرف محمدؐ کی ذات
واقفِ رازِ حیات صرف محمدؐ کی ذات
کیوں نہ اُس پر منکشف ہوجائیں اسرارِ جہاں
خیر سے ہوجائے حاصل جس کو عرفانِ رسولؐ
ہیں جہاں اتنے کرم یہ بھی کرم ہوجائے
میرے آقاؐ مرا ہر شعر سند تک پہنچے

(مقبول نقش، حرفِ ثبات، کراچی)

مجھ کو مرنے میں بھی جینے کا قرینہ چاہیے
لطفِ محبوبِ خدا خاکِ مدینہ چاہیے
جلوۂ سرکار تو نظروں کا مسکن ہے مگر
چشمِ بینا چاہیے ،ہاں چشمِ بینا چاہیے
جہاں رحمتوں کا ہجوم ہے مجھے اس دیار میں لے چلو
کہ وہ سالکوں کا سکون ہے، کہ وہ عارفوں کا قرار ہے
عجب عالم ہے دل کا شوقِ دیدارِ مدینہ میں
کبھی ہشیار ہوتا ہے، کبھی مخمور ہوتا ہے

(عارف اکبرآبادی، فردوسِ آرزو، کراچی)

نعت کہتا بھی ہوں نعت پڑھتا بھی ہوں
ہے مرے لب پہ صلِّ علیٰ ہر گھڑی
یہ خاکی بھی اب نعت کہنے لگا ہے
حضور آپ کا فیضِ عام اللہ اللہ
بکھیرے کا خاکی مدینے میں جاکر
جو اشکوں کے گوہر چھپائے ہوئے ہیں
سارے عالم پہ نبوت ہے مسلم ان کی
اس عقیدے کی میں بھرپور صدا ہوجاؤں

(عزیزالدین خاکی القادری، ذکرِ صلِّ علیٰ، کراچی)

سر کے بل جیسے کوئی جائے مدینہ حیرت
درِ طیبہ میں قدم ایسے ادب سے رکھنا
کوئی آنکھوں سے کوئی دیکھتا ہے دل کی آنکھوں سے
کسی کو پاس طیبہ اور کسی کو دور لگتا ہے
غیر ممکن ہے بجز عشقِ نبیؐ آئے کوئی
جب فصیلِ شہرِ قلبِ بے نوا مضبوط ہے
دیدار سے جو لوگ شرف یاب ہوئے ہیں
وہ جانتے ہیں دولتِ دیدار کا عالم

(حیرت الٰہ آبادی، نورِ بے مثال، کراچی)

ضبطِ تحریر میں آئیں گے کہاں آپ کے وصف
میں بھلا آپ کی لکھ پاؤں گا مدحت کیسی
خدا سے ملایا ہمیں آپ نے
خدا کی گواہی دوام آپ کا
زندگی کا ڈھنگ مرنے کا سلیقہ بھی دیا
ہر سفر میں کام آتی ہے شریعت آپؐ کی
شہرت تعلقات و مراعاتِ زندگی

کام آئے گا نہ کچھ بھی مگر اُسوۂ نبیؐ

(علی احمد قمر، زنجبیل، اسلام آباد)

وجود ان کا وجودِ جہاں کا باعث ہے
وہ اک گلاب ہر اک گلستاں کا باعث ہے
انہی کے واسطے کون و مکان بنائے گئے
ظہور ان کا ہی کون و مکاں کا باعث ہے
محمدؐ کی خاطر یہ دنیا بنی ہے
محمدؐ ہی دنیا محمدؐ ہی دیں ہے
سرکارؐ کی محفل میں سبھی ایک ہیں اے گل
چھوٹا ہے کوئی اور نہ بڑا کوئی کسی سے

(نسرین گل، تیرا وجود الکتاب، لاہور)

جلوۂ حسنِ قدرت پہ بے حد درود
مہرِ فاراں کی زینت پہ بے حد درود
خالِ روئے کرامت پہ بے حد درود
"ان کے خد کی سہولت پہ بے حد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

(عبدالغفار حافظ، تضمین بر سلامِ امام احمد رضاؒ)

درود اس پر کہ آدابِ شریعت جس نے سکھلائے
درود اس پر کہ اسرارِ حقائق جس نے سمجھائے
درود اس پر کہ جس نے زخم حق کی راہ میں کھائے
درود اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جو بارانِ رحمت بن کے آیا تھا

(تضمین بر کلام رعنا اکبر آبادی)

(حافظ عبدالغفار حافظ، بہشتِ تضامین، کراچی)

یہ آرزو ہے کہ ہو جاؤں میں نثارِ حبیب

مگر دکھائے تو قسمت کبھی دیارِ حبیب
خدا کی قسم تم رسولِ خدا ہو
مگر سب رسولوں میں سب سے جدا ہو
تمہی سب سے اول، تمہی سب سے آخر
تمہی ابتدا ہو، تمہی انتہا ہو
شہکار تو قدرت کے ہزاروں ہیں جہاں میں
سرکارِ دو عالم سا مگر کوئی نہیں ہے

(وسیم فاضلی، روشنی کا سفر، کراچی)

مجھے تو اس زمیں کو دیکھ کر ہی پیار آتا ہے
یہاں کے ذرے ذرے نے مرے آقا کو دیکھا ہے
وہ رحمتِ تمام جو قرآں جمال ہے
پھیلی ہیں کائنات میں اس کی تجلیات
دیکھا تھا ان کو چشمِ تصور سے ایک دن
دل میں ہے آج تک وہی چہرہ سجا ہوا
منشورِ ہدایت ہے خطبہ مرے آقاؐ کا
ہر سانس مرا جس کو پڑھتا نظر آتا ہے

(ریحانہ تبسم فاضلی، مہکتے حرف، کراچی)

محمد مصطفیٰؐ کا نام جس دل میں نہ ہو روشن
منور اس کی قسمت کا ستارا ہو نہیں سکتا
مدینہ مرکزِ فیضانِ حسن ہے جس میں
نبیؐ کے نور کے جلوے دکھائے جاتے ہیں
لکھے ہیں نعت کے اشعار میں نے کس عقیدت سے
ہے میرا فن نمایاں گنبدِ خضرا کے سائے میں
محمدؐ کی نعتوں کے پھولوں سے ہر دم
میں دامن کو اپنے سجاتا رہوں گا

(ریاض ندیم نیازی، خوشبو تری جوئے کرم، سبی)

باعثِ رشک بنی ہے مری قسمت لوگو
کیسا اعزاز ہے اس نام سے نسبت لوگو
ان کو اللہ نے دی دینِ مکمل کی نوید
حشر تک اب ہیں وہی شانِ نبوت لوگو
آنکھ کھولی ہے جہاں میں جب سے
میں محمدؐ کا گدا ہوں تب سے
یوں تو ہیں سارے نبی تعمیرِ سیرت کے لیے
جس کی سیرت سب پہ حجت ہو کوئی ایسا کہاں

(عبدالعلیم کے طالبؔ، یااللہ یارسول اللہ، کراچی)

تھی نہاں خوابِ گہہِ کن میں ابھی رحمتِ حق
دستِ قدرت نے نہ چھیڑا تھا ابھی سازِ ازل
جلوۂ اولِ تخلیقِ پسِ پردۂ کن
آخرِ کلِ رُسل خلق میں سب سے اول
جلوۂ قدرتِ خلاق کا پہلا مظہر
خاتمِ دستِ نبوت کا نگینِ اول
منزلِ اولِ خلقت، شہِ لولاک لما
علتِ غائیِ تخلیقِ جہاں روزِ ازل
دیکھے یہ بحرِ کرم تو سوئے طیبہ مڑ جائے
"سمتِ کاشی سے چلے گر سوئے متھرا بادل"
کائنات ان کی غلامی میں خدا نے دیدی
ہوگیا عرش سے تا فرش محمدؐ کا عمل

(ساحر لکھنوی، صحیفۂ مدحت، کراچی)

قصد کر شہرِ مدینہ کی طرف پرواز کا
تیری آنکھوں میں اتر آئیں گے طائر رنگ و نور

زندگی کو مسکرانے کا سلیقہ آگیا
ان کی سیرت رنگ لائی ہے چمن اندر چمن
دل وہ دل جس میں تری یاد مکیں ہوجائے
آنکھ وہ آنکھ جو دیدار کی شیدائی ہو
کہاں وہ منبرِ سرکارؐ اور کہاں حسانؓ
بہ فیضِ نعت جلے ہیں یہ رفعتوں کے چراغ

(طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی)

یہ چراغ مدحتِ شاہِ رسل کا فیض ہے
جس نے بخشی ہے مجھے قلب و نظر کی روشنی
طالب ہو اگر اہلِ خرد! حق کی رضا کے
اللہ کے محبوب کو ہر حال میں چاہو
اے زینتِ دارین ! ترا جلوۂ سیرت
پیغامِ فنا دہر کی ظلمت کے لیے ہے
اے احمدِؐ مختار! ترے در کی غلامی
انساں کی خلائق پہ حکومت کے لیے ہے

(رشید وارثی، خوشبوئے التفات، کراچی)

اترا ہے دل میں نقشِ کفِ پا حضور کا
رفتار کہہ رہی ہے مسلسل نبیؐ نبیؐ
ہے آرزو کہ آپؐ کی چوکھٹ پہ جان دوں
آقا عطا کریں دمِ رحلت بھی حاضری
یہ کائنات تو کیا لامکاں بھی وجد میں ہے
نہالِ سدرہ پہ ہے کوئی نعت گو اب بھی
نورِ خدا ہے نطقِ محمدؐ میں جلوہ گر
حق آپؐ کا ظہور ہے حق کا ظہور آپؐ

(شیخ عبدالعزیز دباغ، مطافِ نعت، لاہور)

رہِ حیات میں اے کاش وہ مقام آئے
مجھے حضور کی جانب سے پھر پیام آئے
شکستہ دل لیے پہنچوں جو ان کے روضے پر
تو ان کے ہاں سے، محبت بھرا سلام آئے
تمہی تو ہو خدا کے ساتھ جس کا نام آتا ہے
ہوا ہے اس سے یہ ثابت کہ محبوبِ خدا تم ہو
خدا کی معرفت کا بس محمدؐ ہی وسیلہ ہیں
جو منکر ہیں وہ اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں

(صغریٰ فاطمہ نصیر، صدائے روح، راولپنڈی)

مرضیء حق تھی کہ یہ نور زمیں پر بھی رہے
لا مکاں سے مرے سرکارؐ مکاں تک آئے
ہم تو صحرا سے گلزار میں آگئے، دل سکوں پا گئے
چار سو ہے کمالؔ اب بہارِ کرم، ہیں مدینے میں ہم
نبیؐ ہم سے خوش ہیں تو خوش ہے خدا بھی
کمالؔ اپنا اوجِ مقدر یہی ہے
کرلیں گے بہت جلد طلب تجھ کو بھی آقاؐ
دیتا ہے مجھے یوں دلِ بے تاب دِلاسے

(حسن اکبر کمالؔ، التجا، کراچی)

ہم سے عاصی لوگوں کو آسرا محمدؐ کا
واسطے سہارے کے در کھلا محمدؐ کا
اسی کے رحم و کرم سے اماں ہوئی حاصل
دکھی دلوں کے لئے آسرا محمدؐ ہے
سارے عالم کو درکار اس کا کرم
اس کے در کا کرم ہم کو حاصل ہوا
عالم کے واسطے ہے وہ ارحم کمال کا

سائل کو رحم اس کی صدا سے سوا ملا

(منظر پھلوری، ارحمِ عالم، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جس کا محور ہو ذاتِ رسول
ایسی فکرِ رسا مانگیے
ان سے ملتی ہے شمعِ مستقبل
ان سے پاکیزہ حال ملتا ہے
حضور آپ ہیں بے شک وہ شاہکارِ عظیم
خدا نے جس کو عدیم المثال رکھا ہے
ان کے قدموں سے جڑی ہیں علم و فن کی مسندیں
ان کا دامن تھام کر لو دے رہی ہے آگہی

(منظر عارفی، اللہ کی سنت، کراچی)

علمِ حقیقت ان کی بدولت
اور انھیں سے معجزۂ فن
جمال و حسن کا پیکر، کمالِ خُلق کا مظہر
خوشا وہ صورتِ انور، زہے سیرت محمد کی
تجھ پر ہی منتہی ہے نبوت کا کارِ طول
اللہ کی طرف سے ہے تو آخری رسولؐ
بختِ نظر چمک اٹھے اس کو قبول کیجیے
تحفۂ پر خلوص ہے شاہِ شہان صلوٰت کا

(نظر لکھنوی، لمعاتِ نظر، اسلام آباد)

ایک وہ شب تھی کہ ہونا پڑا دہلیز بدر
ایک یہ دن ہے کہ دنیا تری دہلیز پہ ہے
قرآن اور حاملِ قرآن کے سوا
تحصیلِ معرفت کا ذریعہ کوئی نہیں

قرآن اور حدیث کا عنوان ہے بشر
دونوں کی بات بات میں امت کی بات ہے
سنا ہے دیں کا مقدر لکھا گیا تھا یہیں
مقامِ بدر پہ ماجد ٹھہر کے دیکھتے ہیں

(ماجد خلیل، روشنی ہی روشنی، کراچی)

اک نور کا چراغ اندھیروں میں روشنی
ظلمت کی ہر گھڑی میں ضیاء ہیں مرے حضورﷺ
وہ دو جہاں میں خدا کی ہیں منفرد تخلیق
انہیﷺ کے ذکر سے خلقِ خدا کی بات کرو
جو سچا عشق ہو دل میں تو رخ پہ نور ہو جائے
جو انﷺ کے عشق میں مرجائے وہ مر کر چمکتا ہے
قلم کو پاکیزگی ملی ہے کہ نعت سے روشنی ملی ہے
عجیب اک جذب و کیف ہم نے ہمیشہ بین السطور جانا

(محسن علوی، یہی قصرِ دل کی اذان ہے، کراچی)

حسنِ سرکارؐ کی تعبیر نہیں ہو سکتی
یہ وہ صورت ہے جو تصویر نہیں ہو سکتی
ہو بہو، عشقِ محمدؐ کی کوئی کیفیت
لاکھ چاہے کوئی ، تحریر نہیں ہو سکتی
کوئی ورائے تقابل نہیں، مگر قیصر
وہ بندہ جس سا کوئی بندۂ خدا نہ ہوا
تاریخ ہے منور کردارِ مصطفےٰؐ سے
تہذیب ہے معطر اطوارِ مصطفےٰؐ سے

(قیصر نجفی، رب آشنا، کراچی)

خوشبو کو بہر رنگ بقا دیتی ہے
مرجھائے ہوئے پھول کھلا دیتی ہے

مشفق ہے بہت کوئے محمدؐ کی صبا
ویرانے کو گلزار بنا دیتی ہے
دنیا اسے آنکھوں پہ بٹھا لیتی ہے
رحمت اسے دامن میں چھپا لیتی ہے
کرتے ہیں کرم جس پہ شہہِ کون و مکاں
بخشش اسے سینے سے لگا لیتی ہے

(محبوب الٰہی عطا، چرخِ اطلس، نعتیہ رباعیات، لاہور)

اس کا ہر لمحہ عبادت، اس کی ہر ساعت لطیف
دے جسے طیبہ مئے توحید پینے کی نوید
کس قدر ہوگا سرِ محشر وہ لمحہ معتبر
جب کریں گے جامِ کوثر، ساقیء کوثر عطا
جلوۂ آقاؐ نے بخشی دو جہاں کو وہ چمک
جس کی ضو سے آج تک ہیں ضوفشاں ارض و سما
پیرویء اسوۂ محبوبِؐ رب العالمیں
ہے چراغ راہِ عرفاں از مکاں تا لامکاں

(مشفق بنارسی، حرفِ عطائے خاص، کراچی)

خدا کے بعد نام آتا ہے ان کا
فضیلت کا یہ قصہ مختصر ہے
اقتدائے احمد مختار ہونا چاہیے
سیرتِ خیرالبشرؐ معیار ہونا چاہیے
کیا کہیں، کیوں کر کہیں، کچھ آپؐ کی مدحت میں ہم
نطق پہ سکتہ ہے گم ہیں عالمِ حیرت میں ہم
ساری دنیا کے لیے آپؐ کو حق نے بھیجا
آپؐ کا فیض عرب تا بہ عجم رکھا ہے

(مبارک مونگیری، ذکرِ ارفع، کراچی)

آپؐ ہیں اول نبیؐ آخر نبیؐ حق یا نبیؐ
ہم دلائل سے یہ کہتے ہیں محمد مصطفیٰ
تحفۂ قرآن لائے آپؐ امت کے لیے
اس پہ ہم ایمان رکھتے ہیں محمدؐ مصطفیٰؐ
سر کے بل جاؤں اگر حکمِ حضوری ہوجائے
میں تصور میں ہی کیوں گنبدِ خضرا چوموں
ہر زخمِ دل کا ہوتا ہے جاکر وہیں علاج
داروئے اندمال ہے آقاؐ کے دیس میں

(خورشید خاور امروہوی، توشۂ سخن، کراچی)

ادب کر ادب اے نگاہِ تمنا
کہاں میں کہاں حسنِ روئے محمد ﷺ
عمرؓ اور عثمانؓ بوبکرؓ و حیدرؓ
ہیں عکسِ تجلی روئے محمد ﷺ
اے ساکنانِ کوچۂ طیبہ مرا سلام
روضے پہ جاکے بھول نہ جانا کہیں مجھے
جلوۂ محبوب حق جب صورتِ انساں میں ہو
کیوں نہ ہر مخلوق سے رتبہ بڑھے انسان کا

(حسن زیدی، کیفِ دوام، اسلام آباد)

ملی نجات جو آئی قضا مدینے میں
گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں
دیکھتا ہوں ان کے دامانِ کرم میں آپ کو
منفعل ہوتا ہوں جب اپنی خطا کو دیکھ کر
وہ بن کر رحمۃ للعلمیں دنیا میں آئے ہیں
نہ کیوں ان کی عطا دنیا میں عالم گیر ہوجائے
ازل میں ان کو لاثانی بنانے کا یہ باعث تھا

بنے جب بادۂ وحدت تو ساقی بھی یگانہ ہو
(مولانا جامی بدایونی، زادِ آخرت، کراچی)

ہر اک شے کیوں نہ دیکھی ہو کہ ہے یہ کائنات ان کی
گواہی ہیں خدا کی ذات پر ساری صفات ان کی
انہی پر فخرِ موجوداتِ عالم کا لقب ثابت
وہی تو شاہدؔ بھی ہیں شہیدؔ بھی ہے ذات ان کی
مری پہچان ہندی ہے نہ ایرانی نہ شامی ہے
مرا تو مقصدِ ہستی حضوری ہے، غلامی ہے
خدا کے بعد لازم ہے اطاعت آپ کی آقا
اسی باعث مطاعِ آپ ﷺ کا اسمِ گرامی ہے
(منصور ملتانی [عارفؔ منصور]، مُرسِل و مُرسَل، کراچی)

وہ بے مثال ہیں اخترؔ مثال کس سے دوں
گلاب ان کا پسینہ ہے وہ گلاب نہیں
یہاں تو صرف نگاہوں سے سجدے ہوتے ہیں
سمجھ نہ پائے ابھی تک یہ راز فرزانے
ہم غلامانِ محمدؐ ہیں زمانے والو!
سر ہتھیلی پہ لیے اپنا پھرا کرتے ہیں
آپ کے دم سے روشن ہیں کون و مکاں
نورِ دل آپ حسنِ نظر آپ ہیں
(اختر اندوری فدائی، یارسول ﷺ عربی، کراچی)

سرکار ﷺ مدینے میں
سردار ﷺ مدینے میں
پھیلے ہوئے ہر سو ہیں
انوار مدینے میں
اشکوں کی زبانی ہو

اظہار مدینے میں
ہوں ان کی عنایت سے
سرشار مدینے میں
ہو اذن امیر آئے
سرکار مدینے میں

(فقیرِ مصطفےٰ امیر، شہرِ جمال و نور، فیصل آباد)

جہاں میں چار سو نورِ محمد ﷺ کی ضیا پھیلی
اُجالوں کے سفیر آئے زمانوں کے امام آئے
محشر میں عجب ہوگا تری شان کا عالم
ہر قوم پکارے گی محمد ﷺ ہیں ہمارے
میں اس کا ذکر کرتا ہوں ذکرِ خدا کے بعد
"جو ابتدا سے پہلے ہے جو انتہا کے بعد"
مدینے پہ قرباں مری زندگانی
میں ہوں قلب و جاں سے نثارِ مدینہ

(انور بابر، حرفِ وفا، لاہور)

سب ہی صداقتوں کے پیمبر ہوئے ہیں آپ ﷺ
ہر اک جہان کے لیے رہبر ہوئے ہیں آپ ﷺ
دل میں روشن گر رہیں ان ﷺ کی محبت کے چراغ
وہ جلاتے ہی رہیں گے اپنی رحمت کے چراغ
رحمتِ عالمین کے صدقے
رحمتیں آج بھی برستی ہیں
معلوم ہے سرکار ﷺ کو احوالِ گنہگار
ہے پھر بھی یہ امید کہ دامن میں چھپائیں

(محمد ساجد ڈھلوں نوری، معراجِ محبت، لاہور)

آپؐ کا ہی تھا حوصلہ آقاؐ

کتنا مشکل تھا راستہ آقاؐ
تیرا صدیقؓ ساتھ تھا تیرے
اور ہجرت کا راستہ آقاؐ

ہم بٹے ہیں کئی فرقوں میں کئی ٹکڑوں میں
تیرے پرچم تلے آجائیں تو مشکل کیا ہے
وہ آقاؐ فاتحِ بدروحنین و خندق و مکّہ
اگر انؐ کی عنایت ہو بہاریں پھر سے آجائیں
(ڈاکٹر محمد فاروق بھٹی، ذکرِ رسول ﷺ، فیصل آباد)

سب ہیں آپؐ کے مدح سرا
انس و ملک، حورو غلمان
آپ کی منشا رب کی رضا
شاہد ہے اس پر قرآن

حدیثیں جب پڑھیں، تفسیر ان کی جب کھلی مجھ پر
شبیہِ خلد بھی مجھ کو مدینے سی نظر آئے
نسبت کے کرم سے ہی ستارہ ہوا ورنہ
میں ریت کا ذرہ ہوں وہ خورشیدِ جہاں ہے
(منیر احمد منیرؔ، راستے مدینے کے، فیصل آباد)

انہی کے شہر کا جلوہ انہی کے شہر کی حسرت
یہ چشم و دل مجھے کتنے حسیں معلوم ہوتے ہیں
وہ ابتدا بھی وہ انتہا بھی ، وہ عکس بھی ہے وہ آئینہ بھی
بشر ہے لیکن لطیف ایسا ، کسی نے دیکھا نہ اس کا سایا
نہ اس کا ثانی نہ اس کا ہمسر، نہ کوئی جلوہ نہ کوئی منظر

مکاں سے تا لامکاں وہی ہے
ہراک سے افضل ہراک سے اعلا
نفس اس کا ہے اعجازِ مسیحا

اسی کی خاکِ پا خاکِ شِفا ہے

(خمار فاروقی، مکارمِ اخلاق، کراچی)

یہ مسلماں سے نعیم اصرار ہے
دین کی دولت فقط کردار ہے
شوقِ سجدہ تری امامت میں
انبیاء انتظار کرتے ہیں
ان سے اللہ پیار کرتا ہے
مصطفیٰ سے جو پیار کرتے ہیں
لیا حبیب کی نصرت کا وعدہ نبیوں سے
خدا نے روحوں سے جب عرش پر خطاب کیا

(محمد نعیم انصاری، ندائے نعیم، کراچی)

مدینہ جاتے ہوئے راستوں پہ ہو کے نثار
غبار بن کے مرا کل وجود کھو جائے
مجھ کو آقاؐ پھر ہو اذنِ حاضری
ختم ہوجائے گی ساری بے کلی
قربان اس کی شانِ کریمی پہ جایئے
دشمن کو جو نصابِ اخوت سکھا گیا
اے غریبوں، یتیموں کے حاجت روا
آپؐ آئے تو زندہ ہوئی زندگی

(نیلم شعیب، وسیلہ، ساہیوال)

آپ کے دم قدم سے جہالت مٹی
مصدرِ آگہی! آگہی آپؐ سے
موج میں آجائے گی، اب دیکھنا موجِ کرم
تشنہ لب کو موجہء بحرِ کرم درکار ہے
قبلہء عشاق ہے، اے سرورِ دنیا و دیں!

آپ، کے پائے مقدس کے نشاں کا سلسلہ
مزاجِ پرستش بدلنے کی خاطر
زمانے میں خیرالانامؐ آگیا ہے

(جمشید کمبوہ، سفرِ نعت، پاک پتن)

لفظ بھی نام و نسب رکھتے ہیں یہ جان رکھو!
مدح کرنی ہے تو ہر لفظ کی پہچان رکھو!
گر سراپا شہِ والاؐ کا بیاں کرنا ہے
پاس مشکوٰۃ رکھو، سامنے قرآن رکھو!
کب کوئی نعت تریؐ شان کے شایان لکھی
مطمئن کب میں تریؐ مدح سرائی سے ہوا
سنگ ریزے لب گویا نہیں رکھتے لیکن
حکم دیں وہؐ تو بدل لیتے ہیں فطرت اپنی

(واجد امیر، اِذن، لاہور)

بھر دیتے ہیں ہر جھولی گل ہائے محبت سے
مجھ پر ہی نہیں ان کا وا، بابِ کرم تنہا
خوں دے کے ہم جلائیں گے عشقِ نبی کا دیپ
گو صف بہ صف ہواؤں کا لشکر ہے سامنے
خدا کے بعد یہ عزت یہ شان انؐ کی ہے
درود انؐ کا، نماز و اذان انؐ کی ہے
انجم مثال ہیں سبھی اصحابؓ دیکھنا
تا حشر آسماں کی تب و تاب دیکھنا

(سعید اکرم، لوح بھی تو قلم بھی تو، چکوال)

مجھے بھی آرزو ہے زندگی کی
درِ احمدؐ پہ مرنا چاہتا ہوں
زباں پر نام جب آتا ہے ان کا

درو دیوار روشن دیکھتا ہوں

حضرتِ آدم سے لے کر آخری انسان تک
رہبری کرتی رہے گی آپ ہی کی روشنی
آپ کے ہر عمل میں ہے رب کی رضا کھلی ہوئی
رب کی ہر ایک بات ہے آپ کی بات بات میں

(سید معراج جامیؔ، معراجِ عقیدت، کراچی)

مجھ سے کسی نے جب کہا حشر پہ ہے یقین کیوں
قولِ رسولؐ پاک کا پڑھ کے بتا دیا کہ یوں
فیضِ سرکار تو ہر آن ہے جاری لیکن
اپنی کوتاہیء دامن کا الم ہے ہم کو
شمعِ عشقِ شافعِ محشر کی لَو کو تیز رکھ
جذبہء دل اور تیرا ضو فشاں ہو جائے گا
سخت دشوار مراحل سے صحابہؓ گزرے
کنزِ سرکارِ دو عالم کا گھر ہونے تک

(امان خان دل، شہِ لولاک ﷺ، کراچی)

یہاں بھی وجہِ بقا آپؐ کی شریعت ہے
وہاں بھی اذنِ شفاعت سے سا لیت ہے
حضور آپؐ نے جو بھی زباں سے فرمایا
وہی ہے حرفِ صداقت ، وہی حقیقت ہے
یہ کمتر بھی نگاہِ معتبر سے دیکھنا چاہے
تجھے صدیقِ اکبرؓ کی نظر سے دیکھنا چاہے
اک روز بنیں گے یہی دستک کا وسیلہ
جگنو تری چاہت کے جو پلکوں پہ سجے ہیں

(احمد وسیم شیخ، اک اک آنسو نعت ہوا، بورے والا)

میں جو پلکوں پہ سجاتا ہوں تری یاد کا دیپ

وہ مرے درد کا معصوم نشاں ہوتا ہے
نعت ہی سے ہے مرے درد کا درماں آخر
درد وہ جو مرے سینے میں نہاں ہوتا ہے
جز ان کی محبت کے ہر اک چیز فنا ہے
بس ان کی محبت ہی مری وجہِ بقا ہے
مرصع آپ ہی کی میم ہے حمدِ الٰہی میں
درخشاں آپ ہی کے دم سے ہے توحیدِ ربانی

(پیرزادہ نور علی شکوری، حرفِ تمنا، چکوال)

جس نے سب وشتم پر بھی دی ہے دعا
پیکرِ عفو و احساں ہمارا نبی
قمر جو ہوا شق تو سورج بھی پلٹا
ہے انگلی کی جنبشِ بھی کتنی مثالی

کروں میں کیسے بیان عابدؔ، درِ محمد کی جاذبیت
کہ کتنے جلوے ہیں ہر قدم پر، مہک ہے کتنی جو چار سو ہے
مرے دل پر بھی چھینٹا اب پڑا ہے ابرِ رحمت کا
کہ لکھنے کا ہوا مجھ کو اشارہ یا رسول اللہ

(قاضی عبدالدائم دائم، سید البشر ﷺ، گوجرانوالہ)

یٰسؔ درِ دنداں کی توصیف میں آئی ہے
والشمس نے عارض کی تعریف سنائی ہے
چاہیے آئین قرآں اور سنت کا ہمیں
ہم کو کیا کرنا کسی کے من گھڑت احکام کا
شانِ سرکارِ دو عالم کو سمجھنا ہے اگر
نورِ ایماں دل میں اور نورِ بصیرت چاہیے
پریشاں حال ہیں اب نام لیوا آپ کے بے حد
نگاہِ لطف ان پر اے شہِ ابرار ہو جائے!

(سید حبیب احمد محسنی نقشبندی مجددی، برقِ نور علیہ ﷺ، کراچی)

آپ کے نورِ یقیں سے جی اٹھے مردہ چراغ
ناتوانوں کے ارادوں کو توانائی ملی
معبدوں میں گونج اٹھا قانونِ تہذیبِ حیات
منبر و محراب کو تقدیسِ زیبائی ملی
امن و اماں کی جان، رفاقت کی شان بھی
تہذیبِ زندگی کی شریعت نبیؐ کا نام
معنیٔ سنت و قرآں ہے طبیعت اس کی
شہرِ ظلمت میں اجالوں کی شریعت ہے وہی

(بشیر رحمانی، بشارتیں، لاہور)

ہمیشہ بخشش کی فکر ہوتی کبھی مداوائے غم نہ ہوتا
گناہ گاروں پہ یا محمدؐ اگر تمہارا کرم نہ ہوتا
تمہاری خاطر ہوا وگرنہ ظہورِ لوح و قلم نہ ہوتا
جو تم نہ ہوتے، کسی بھی شے کا کوئی وجود و عدم نہ ہوتا
کیوں اشک بہائے نہ بہت دیدۂ پُرنم
دیدارِ محمدؐ کا تمنائی بہت ہے
کوئے حضرتؐ میں رہا خوفِ جدائی پیہم
شادماں ہو کے پریشان مدینے میں رہے

(پُرنم الٰہ آبادی، عشقِ محمد ﷺ، کراچی)

سچ تو یہ ہے آپؐ کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر
منزلِ وحدت کا کوئی راستہ ملتا نہیں
جو دیارِ مصطفےٰؐ دیکھ آئے ان سے پوچھیے
کیا ستم ڈھاتی ہیں آنکھیں کیسے تڑپاتا ہے دل
آنے والا ہے بلاوا ہونے والا ہے کرم
دل کو بہلاتا ہوں میں اور مجھ کو بہلاتا ہے دل

یارب! تو جس دیار میں رکھے تری رضا
لیکن مجھے دیارِ مدینہ پسند ہے
(وقار عظیمی، وسیلہ، کراچی)

مرے حال پر مری فکر پر نہ ہوں کیسے عام نوازشیں
میں گدائے کوئے حضورؐ ہوں سو ہیں گام گام نوازشیں
بدل دی گمرہی آثارِ منزل
بنا لی مدحتِ سرکارؐ منزل
خسروی ہے مرے آقاؐ کے غلاموں کی کنیز
سادہ کپڑے بھی رکھا کرتے ہیں کمخواب کی شان
کونین کی تخلیق سے عرفانِ خدا تک
سرکار کے دم سے ہیں یہ شہکار حوالے
(سجاد سخن، حاضری اور حضوری، کراچی)

شہرِ نبیؐ کی سمت ہو چلنے کا اہتمام
افکارِ منتشر کو چلو یوں بہم کریں
خزاں رت میں مجھے تو موسمِ سرسبز لگتا ہے
مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں سبھی اشجار طیبہ کے
جن کی ہستی باعثِ تخلیق و تزئینِ جہاں
دونوں عالم میں فقط انؐ کی محبت مانگنا
منسوب ہو کے ذاتِ رسالت سے آدمی
کیسی تجلیات کا مظہر دکھائی دے
(سجاد مرزا، چراغِ آرزو، گوجرانوالہ)

خوشبو صفت مزاج، تبسم جلیس رُخ
شیریں سخن نبیؐ ہے، منور خصال ہے
ذکرِ نبیؐ اثاثہ ہے کل کائنات کا
ماضی حضورِ پاکؐ کا فردا ہے، حال ہے

محمدؐ اسم ہے ایسا کہ جس میں
محبت ہے، عقیدت ہے، ثنا ہے
مرا سرمایۂ ہستی یقیناً
فقط ذکرِ محمد مصطفیٰ ہے

(گستاخ بخاری، مدیح ممدوح خدا، فیصل آباد)

آپ ﷺ آئے تو کافور ہوئی کفر کی ظلمت
وحدانیتِ حق کا یہاں پھیل گیا نور
ہر جبر کی تاریخ کے اوراق ہوئے بند
آپ ﷺ آئے تو انصاف کا ہر باب کھلا ہے
شافعِ روزِ جزا، جس کارواں کے ہیں امیر
راہِ حق میں ہے مجھے اس کارواں کی جستجو
نبی ﷺ کی ذات ہی سے معتبر مدینہ ہے
یہی سبب ہے کہ پیشِ نظر مدینہ ہے

(عثمان قیصر، جلال سے جمال تک، کراچی)

سینۂ ہستی روشن روشن کاہکشاں ہے جگمگ جگمگ
ماہِ مدینہ تیری ضیا سے سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ
دل کا مدینہ رشندہ ہے کعبۂ جاں ہے جگمگ جگمگ
ہم نے اب یہ جان لیا ہے کون کہاں ہے جگمگ جگمگ
آپ کی یاد ہر نفس، آپ کا ذکر ہر سخن
اب یہی زندگی مری بندہ نواز ہوگئی
ہر خوبی ہر حسن کا مالک کوئی بجز سرکار نہیں ہے
دل والوں کی اس بستی میں کس کو ان سے پیار نہیں ہے

(قمر انجم، حسنت جمیع خصالہ، کراچی)

نورِ حق کائنات کا مطلوب
پیکرِ عظمتِ دوام آیا

ان کا ہر ایک حرف کرم کا ثبوت ہے
رحمت ہے بات بات رسالت مآب کی
حضورؐ! آپ سے کہتے ہیں ان کہی اپنی
حضورؐ! آپ ہی سنتے ہیں ماجرا دل کا
انہی سے سارے زمانے نے روشنی پائی
انہی سے پرچمِ اسلام سربلند ہوا

(محمد کمال اظہر، حرفِ عقیدت، لاہور)

جب درودوں کی خنک شبنم سے دھلتی ہے زباں
لب تو لب ہیں پھول کی صورت نکھر جاتا ہے دل
سوچتا ہوں میں اُدھر کس طرح پہنچوں اور اِدھر
ایک لمحے میں سمندر پار کر جاتا ہے دل
سیرتِ خیرالوریٰؐ لکھنے کے بھی آداب ہیں
کیجیے کِلکِ تمنا کو تو پہلے با وضو
ربِ کونین کی پہلے ہے عبادت سب کچھ
اس کے بعد احمدِ مرسلؐ کی اطاعت سب کچھ

(سہیل غازی پوری، حمد و نعت، کراچی)

سوچتا تھا میں قلم کا حق ادا کیسے کروں
غیب سے آئی ندا نعتِ رسولؐ پاک لکھ
اوصافِ حمیدہ ہیں صداقت کی نشانی
اور شمعِ عمل آپؐ کا نقشِ کفِ پا ہے
توحید کے اسرار ہوئے ان سے نمایاں
ایماں کی بقا دین کا محور بھی وہی ہیں
نعتِ پیغمبرؐ کی ضو ابھری وقار
سر ہوئیں فکرِ رسا کی منزلیں

(وقار احمد وقار صدیقی، نقشِ کفِ پا، کراچی)

بیدار ہوں یا خواب کے عالم میں ہوں آقاؐ
ہر وقت ہیں سب کے نگراں سرورِ عالمؐ
خواب ہی میں سہی آقاؐ کی زیارت ہو جائے
راحتِ جاں کے لیے کوئی تو صورت ہو جائے
چلو نقشِ کفِ پائے نبیؐ پر
ستاروں سے مزین رہگور ہے
ابھی ٹھہرا رہے یہ وقت یارب
ابھی تو سبز گنبد پر نظر ہے

(سراج الدین سراج، چراغِ مصطفوی ﷺ، کراچی)

نگاہِ لطف و کرم ہم پہ بھی سرِ محشر
کہ آنجناب کے مدحت نگار ہم بھی ہیں
سنا ہے، سنتے ہیں وہ قطبؔ بے نواؤں کی
اس التفات کے امید وار ہم بھی ہیں
لاریب اسے دولتِ تسکین ملی ہے
آیا جو زمانے کا ستایا ترے در پر
کون کہتا ہے کہ جلوہ آپؐ کا مستور ہے
اہلِ دل کے دل میں جلوہ گر انہیؐ کا نور ہے

(پیر سید غلام قطب الحق گیلانی، گولڑہ شریف)

محبت میں اطاعت ہے، اطاعت میں محبت ہے
مرا سرمایہء ہستی مرے آقا ﷺ کی سنت ہے
لب پر درود ہے مرے لب پر سلام ہے
ہونٹوں پہ ہر نفس مرے آقا ﷺ کا نام ہے
آقا ﷺ یہاں سلام کا دیتے ہیں خود جواب
اے دل یہ سوچ کون ﷺ یہاں ہمکلام ہے
پیش کر کے آیا ہوں میں سلام نذرانہ

کر رہا ہوں روز و شب گفتگو مدینے کی

(اقبال حیدر، لاریب، کراچی)

طیبہ کا عزم، ہونٹوں پہ صلِ علیٰ کا ورد
میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروانِ شوق
اداس لمحوں میں دیتے ہیں حوصلہ دل کو
غموں کی دھوپ میں الفت کا سائبان ہیں آپؐ
کیسے مقام پر ہیں ہم، صلِ علیٰ کی گونج ہے
آنکھیں کھلی ہوئی بھی ہیں خواب کا کچھ اثر بھی ہے
ذاتِ حق کا سیدؐ عالم سے از خود رابطہ
عالمِ انسانیت کا یہ عجب اعزاز تھا

(محرابِ توحید، امین راحت چغتائی، راولپنڈی)

ثنا ہو کس طرح مخلوقِ اولیں مجھ سے
کلامِ خالقِ کونین تیری شان میں ہے
نہ کیوں لبوں پہ ترا نام بار بار آئے
خدا بھی ہم سے مخاطب تری زبان میں ہے
ہے پیرویٔ ختم رسل نعمتِ داور
اس راہ سے بہتر کوئی جادہ نہیں دیکھا
تقویؔ دلِ بیتاب کو کس طرح سنبھالوں
سرکارِ رسالت کا جو روضہ نہیں دیکھا

(نعیم تقویؔ، بصیرت، کراچی)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مدینے کی
مہکی مہکی فضا مدینے کی
آرزو ہے خدا مدینے کی
مجھ کو گلیاں دکھا مدینے کی
مجھے اس وقت دیوانے پہ بے حد پیار آتا ہے

غمِ ہجرِ مدینہ میں وہ جب آنسو بہاتا ہے
یہ بیمارِ مدینہ ہے طبیبو! تم نہ سمجھو گے
تڑپتا ہے اِسے جس دم مدینہ یاد آتا ہے

(محمد الیاس عطار قادری، مغیلانِ مدینہ، کراچی)

زمانے بھر میں اجالا ہی اور کوئی نہیں
کہ ان ﷺ کے نور کا ہالا ہی اور کوئی نہیں
میں ان کے پاس نہ جاؤں تو اور کہاں جاؤں
مجھے سنبھالنے والا ہی اور کوئی نہیں
جو آگ مجھ کو جلاتی تھی ہوگئی گلزار
جو میرے سر پہ تھا سورج' سحاب ہونے لگا
اے ربِ دو جہاں مرا دامن کشادہ کر
عشقِ رسولؐ لمحہ بہ لمحہ زیادہ کر

(نسیم سحر، یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، راولپنڈی)

روشن روشن حرفوں میں ہے عکس ترا
سورج، جگنو، چاند، ستارا تیرا نام
بستی ہو یا جنگل ہو یا ویرانہ
شاہ عرب ﷺ! سنسار ہے سارا تیرا نام

(جاوید اقبال ستار، رحمتِ بیکراں)

نہیں مخلوق میں ثانی ہے کوئی ذاتِ احمد کا
احد کے بعد احمد مجتبیٰ کی ذات مفرد ہے
کیئے رب نے پیدا محمدؐ کی خاطر
یہ دریا یہ جنگل یہ گلزار سارے
آپؐ کے اصحابؓ ہیں روشن ستاروں کی طرح

آپؐ ماہِ ضو فشاں ہیں یا محمدؐ مصطفیٰ
گواہی یہ دیتی ہیں مکے کی گلیاں
وہ صادق ہیں اور با حیا ہیں امیں ہیں

(انوارِ حرا، تنویر پھول، کراچی)

یہیں سے روشنی پائی کبھی بے نور قدروں نے
اسی کے فیض سے مشرق سے مغرب تک اجالا ہے
چمن چمن میں بہاراں اسی جمال سے ہے
کلی کلی میں ہے خوش بو اسی پسینے کی

(حسن رضوی)

اسے کوئی کیوں کر بھلا رنج و غم ہو
سہارا ہی جس کا نبی ﷺ کا کرم ہو
زباں نے لیا نام، قسمت جگالی
کہاں ایک ادنیٰ کہاں اسمِ عالی ﷺ
بجا من رآنی ہے ارشاد ان کا
کہ لاریب وہ حق ادا بن کے آئے
پیروی سے جن کی راضی ہو خدا
وہ وسیلہ وہ فضیلت آپ ﷺ ہیں
سہارا ہے بس اک نگاہِ کرم کا
شفیقِ حزیں ہے کرم کا سوالی

(شفیق احمد فاروقی، سلام ربِ علیٰ نبی ﷺ، فیصل آباد)

کس کو یارا ہے پیمبر کی ثنا خوانی کرے
ہاں مگر جتنی خدا توفیق ارزانی کرے

جو کوئی چاہے کہ لکھے نعتِ ختم المرسلینؐ
اتباعِ لہجہء آیاتِ قرآنی کرے
مہتاب، دھنک، شبنم، کہسار، صبا، تارے
محبوب کی خاطر ہے سب انجمن آرائی
آفتاب ان کی عطاؤں کا اجالے بانٹے
فیضِ سرکارؐ کا ہر شاہ و گدا تک پہنچے

(محمد حنیف نازش قادری، آبرو، کاموں کے ضلع گوجرانوالہ)

ایک امی اور اتالیقِ جہانِ آگہی
علم و دانش کی علامت رحمۃ للعالمیں
گو کہ عاصی ہے حمؔا لیکن خدا کے واسطے
آپ فرمائیں شفاعت رحمۃ للعالمیں
سینہ چاکانِ وفا ہیں اور دیارِ مصطفیٰؐ
دل فدائے مصطفیٰؐ ہے جاں نثارِ مصطفیٰؐ
اس کسوٹی سے کھرے کھوٹے کی ہوتی ہے پرکھ
اعتبارِ زندگی ہے اعتبارِ مصطفیٰؐ

(حمؔا صدیقی، فتوحاتِ اسلام، کراچی)

دھنک خوشبو ہوا پھیلی ہے ہر سو
مدینے کی ہوا پھیلی ہے ہر سو
مجھے احساس ہو کیوں نفرتوں کا
محبت کی صدا پھیلی ہے ہر سو
یہ کائنات رخِ مصطفیٰؐ سے روشن ہے
مہ و نجوم چمکتے ہیں مصطفیٰؐ کے لیے

پھول خوشبو میں خیالؔ مصطفٰےؐ
خشک و تر میں آپؐ کی توقیر ہے

(احمد خیالؔ، نفس نفس خوشبو، کراچی)

سلام ان پر کہ جن کی اک نظر گر شاملِ غم ہو
تو پھر دشواریِ شامِ گراں کم ہوتی جاتی ہے
سلام انؐ پر کہ جن کی آرزو کی دلنوازی سے
یقیں بڑھتا ہے رفتارِ گماں کم ہوتی جاتی ہے
خیالِ ہجرِ نبیؐ یوں محیطِ ساعت ہے
نہ شب ہے کوئی ہماری نہ ہے سحر کوئی
بے خطر جاؤں گا' بے زادِ سفر جاؤں گا میں
رحمۃ للعالمیں کی آس پر جاؤں گا میں

(فضلِ حق، مہرِ عرب، لاہور)

ان کو دل میں بسا لیا ہم نے
دل مدینہ بنا لیا ہم نے
ان کے دامن سے ہو کے وابستہ
سب سے دامن چھڑا لیا ہم نے
وہ غم ہے ترے در سے بچھڑ کر مرے آقاؐ
اب اس کے سوا کوئی نہ غم ہے نہ الم یاد
ہر ایک کام ترا مرضیء خدا پر ہے
جدا کلامِ خدا سے نہیں کلام ترا

(سکندر لکھنوی، سحابِ رحمت، کراچی)

روشنی کی ہے نگاہوں کو تلاش

آسرا ہے آپؐ کا شمس الضحیٰؐ
آپؐ آئے تو زندگی آئی
آپؐ کی ذات فخرِ موجودات
مظہرِ حسن یقیں خیرالبشرؐ
فخرِ افلاک و زمیں خیرالبشرؐ
عرش والوں میں میرا ذکر ہوا
بات تھی آپؐ کی ابوالقاسمؐ

(لطیف اثر، صحیفہء نور، کراچی)

بزمِ امکاں کی زیب و زینت ہے
ایک دریا ہے عشق و مستی کا
نعت بخشش مرے گناہوں کی
نعت عابدؔ فراز ہستی کا
بزمِ امکاں کی شان احمدؐ ہیں
ہر اُجالے کی جان احمدؐ ہیں
وہ ضرورت ہیں ہر زمانے کی
سب زمانوں کا مان احمدؐ ہیں

(عابد سعید عابدؔ، عافیت' گوجر خان)

محمدؐ مقصدِ تخلیق ہے ساری خدائی کا
محمدؐ دہر میں مظہر ہے شانِ کبریائی کا
زمانہ معترف کیوں کر نہ ہو جلوہ نمائی کا
سرِ اقدس کی زینت تاج بھی ہے مصطفائی کا
یہ اعتراف ہے سب کو جو اہلِ دانش ہیں

خدا کے بعد وہی وہ ہے، مختصر ہے یہی
فضیلت بن گئی پہچان میری
محمدؐ مصطفےٰؐ کی خاکِ پا ہوں

(اختر بجنوری، مضرابِ جاں، کراچی)

سلسلے سوچ کے طیبہ سے ملائے جائیں
مدحِ سرکارؐ کے پھر پھول کھلائے جائیں
جو وقفِ مدحِ رسالت مآب ہوتے ہیں
وہ حرف حرف نہیں ہیں، گلاب ہوتے ہیں
جاں نثارانِ نبیؐ کو تو یقیناً حاصل
حوضِ کوثر پہ محمدﷺ کی رفاقت ہوگی
سب انبیاء کو رب نے عطا کی ہیں عظمتیں
ہیں مقتدی تمام ہمارے حضورؐ کے

(رضاء اللہ حیدر، مدینہ یاد آتا ہے، لاہور)

دیکھیے گر دیدۂ بینا سے فرشِ خاک پر
جلوہ گاہِ لا مکاں ہے آستانِ مصطفےٰؐ
رہی ہے ان کے ہاتھوں میں حکومت کی زمام اکثر
مدینے کے گدا دیکھے دو عالم کے امام اکثر
غلامانِ محمدؐ کے کٹے یوں صبح و شام اکثر
رہا دن میں صیام اکثر، ہوا شب بھر قیام اکثر
لے کے عصیاں کا یوں انبار نہ آیا ہوگا
کوئی مجھ سا بھی خطا کار نہ آیا ہوگا
قرعۂ فال مدینہ کا مکرر نکلا

میں بھی واللہ مقدر کا سکندر نکلا

(سید خورشید انور علی انور، خورشید، کراچی)

جن کی مٹھی میں ہے کونین کی دولت احسن!
ان کے دربار میں جاتا ہوں گدا کی صورت
قرآن ہے آئینۂ کردارِ محمدؐ
اللہ کی برہان ہے گفتارِ محمدؐ
دیکھو تو محمدؐ کی صداقت کی گواہی
کونین کی ہر شے میں ہے اقرارِ محمدؐ
عجیب عالمِ وارفتگی حجاز میں ہے
بدن کے ساتھ مری روح بھی نماز میں ہے

(جاوید احسن، لوحِ شفاعت، ڈیرہ غازی خان)

دیکھیے خود میں عکسِ سیرتِ پاک
اک طرف اپنا آئینہ رکھیے
حسبِ احکام کیجئے سب کام
دیں سے دنیا کو مت جدا رکھیے
اپنی فردِ عمل میں شارق آپ
نعتِ سرکارؐ بھی لکھا رکھیے
آپؐ کے آستاں سے ملتی ہے
اک حیات اور بھی ورائے حیات

(شفیق الدین شارق، نزول، کراچی)

زائرِ کوئے جناں، آہستہ چل
دیکھ، آیا ہے کہاں، آہستہ چل

جیسے جی چاہے جہاں میں گھوم پھر
یہ مدینہ ہے یہاں آہستہ چل
نقشِ پائے سرورِ کونین ﷺ کی
ہر طرف ہے کہکشاں آہستہ چل
بارگاہِ ناز میں آہستہ بول
ہو نہ سب کچھ رائگاں، آہستہ چل
حاضری میں ہیں ملک ستر ہزار
قدسیوں کے درمیاں آہستہ چل
در پہ آیا ہوں بڑی مدت کے بعد
اے مری عمرِ رواں آہستہ چل

(حنیف نازش قادری، آبرو، 2003ء گوجرانوالہ)

آخر میں اپنے تین نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے اپنی حاضری لگوانا چاہتا ہوں:

تڑپ تو رکھتا ہوں زادِ سفر نہیں رکھتا
کرم حضورؐ! کہ میں بال و پر نہیں رکھتا
شاعری جز مدحِ آقا بر محل ہوتی نہیں
جب سے میں نے نعت پر سوچا، غزل ہوتی نہیں
جس فضا میں مرے آقا کی صدائیں گونجیں
ہے وہ نفحاتِ تکلم سے معطر اب تک

(کرم ونجات کا سلسلہ، شہپرِ توفیق، امیدِ طیبہ رسی، عزیز احسن، کراچی)

گاہے گاہے جانبِ مدحِ رسول ﷺ کی طرف آنے والے شعراء:

جن شعرا کی توجہ شاعری کے ہمہ رنگ دھارے کی طرف ہے اور جو عام شاعری (General Poetry) میں اپنی ساکھ قائم کر چکے ہیں وہ جب نعتیہ شاعری کی طرف متوجہ ہوتے

ہیں تو اس میدان میں بھی شاعری کے حوالے سے فن کے اچھے نقوش بنانا چاہتے ہیں اور خاصی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔ ایسے شعرا کی نعتیں کمیت (Quantity) کے اعتبار سے قلیل ہونے کے باوجود کیفیت (Quality) کے لحاظ سے وقیع ہوتی ہیں۔ ایسے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے صرف چند شعرا کا کلام نمونے کے طور پر پیش کر کے ایک عمومی تاثر قائم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شاعری ذائقے کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے:

چل رہے ہیں جس پہ ہم یہ راستہ اُن کا نہیں
سنت و پیغام ختم المرسلیں کچھ اور ہے
مل گیا عزمی درود پاک سے مجھ کو سکوں
شکر ہے اب حالتِ قلبِ حزیں کچھ اور ہے

(انوار عزمی)

بے خطر کس نے مدینے کی طرف ہجرت کی؟
لازماً کس کے لئے دیس نکالا آیا؟
شعر در شعر امنڈ آئیں ثنائیں کس کی؟
بول اے نوک قلم کس کا حوالہ آیا؟
کس نے موجوں سے سنا ذکر محمد ﷺ سورج
کس سفینے کے مقدر میں اچھالا آیا؟

(سورج نرائن سورجؔ، کوہاٹ)

دفاع و انتظام و عدل یا قانون سازی ہو
صلوٰۃ و صوم کے مانند حکما یہ عبادت ہے
نفاق انگیز ہے یہ قائدان قوم کی کثرت
یہ کثرت ہی محمد ﷺ کی قیادت سے بغاوت ہے

(علامہ رزمی جے پوری، حیدر آباد)

نہیں کہ تجھ کو بشر ہی سلام کرتے ہیں
شجر حجر بھی ترا احترام کرتے ہیں
تری قیادتِ عظمیٰ ہوئی ابد پیماں
کہ تجھ کو سارے پیمبرؑ امام کرتے ہیں
تری زباں کے توسط جو مانتے ہیں کتاب
وہ کیوں حدیث میں تیری کلام کرتے ہیں؟
ترا مقام ہے اب تک نظر سے پوشیدہ
اگرچہ ذکر ترا خاص و عام کرتے ہیں

(شاہ حسن عطا)

اللہ اللہ میری قسمت، ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خوابِ طیبہ اور میں
دم بہ خود ہیں آج دونوں میری دنیا اور میں
بارگاہ صاحبِ یاسین و طٰہٰ اور میں
آج ان آنکھوں کو بینائی کا حاصل مل گیا
روبرو ہے گنبدِ خضریٰ کا جلوہ اور میں
آپ ہی چاہیں تو رکھ لیں آبرو ورنہ حضورﷺ
اپنے منہ سے آپﷺ کی نسبت کا دعویٰ اور میں

(سرور بارہ بنکوی)

ثبوتِ حق کی جو دانش وروں سے بات ہوئی
تو اتفاق کا نکتہ انہیںﷺ کی ذات ہوئی
پیکرِ حکمت سے پہلے، نسخۂ حکمت سے قبل
لفظ میں معنی تو تھے، معنی میں گہرائی نہ تھی

ہشیار کہ بابِ مصطفیٰ ﷺ میں
گنجائش این و آں نہیں ہے
دھڑکن ہے محمد و محمد ﷺ
اک لمحہ بھی رائیگاں نہیں ہے
جگمگاتے ہیں خلا میں آپ ﷺ کے نقش قدم
آسمانوں میں کبھی ایسی بہار آئی نہ تھی
بس اک لباس ہمارا لباس عشق رسول ﷺ
رتوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم
بس ایک راہ ہماری، صراط مصطفوی ﷺ
کبھی بھٹک کے نہ جائیں گے دائیں بائیں ہم
بس اک دعا ہے ہماری فروغ جاں کی دعا
انہیں ﷺ کو یاد رکھیں، خود کو بھول جائیں ہم

(شبنم رومانی)

وہ ذات ﷺ شہر علم تو ہم طالبان علم
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آسمان علم
سوچا، تو ہم ہیں کب سے اساطیر کے اسیر
کب سے ہے اپنے جہل پہ ہم کو گمان علم
قرآں ہے اس ﷺ کے نطق کا اک زندہ معجزہ
اقراء سے تا بہ آیت آخر، زبان علم
اسرار کائنات کا عقدہ کشا وہی
وہ رازدان وسعت کون و مکان علم
ہم جستجوئے حق میں رواں اس ﷺ کے سائے سائے

ہم کو اسی ﷺ کے نقش کف پا نشان علم

(حمایت علی شاعر)

شان ان ﷺ کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے
سونپ دیجے دیدۂ تر کو زباں کی حسرتیں
اور اس عالم میں جتنا بن پڑے رو جایئے
یا حصار لفظ سے باہر زمین شعر میں
ہو سکے تو سرد آہوں کے شجر بو جایئے
اے زہے قسمت کسی دن خواب میں پیشِ حضور فرط
شادی سے ہمیشہ کے لئے سو جایئے
اے زہے قسمت اگر دشتِ جہاں میں آپ کے
نقش پا پر چلتے چلتے، نقش پا ہو جایئے

(خورشید رضوی)

نبی ﷺ کے در پر پہنچ کے خود کو مثال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمال رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں
سلام کہتی ہیں خامشی میں درود پڑھتی ہیں آنسوؤں میں
بڑے سلیقے سے کوشش عرض حال کرتی ہیں میری آنکھیں
وہ روضہ پاک سامنے ہے تو اشک جاری ہیں یوں مسلسل
کہ جیسے اب تک نہ دیکھنے کا ملال کرتی ہیں میری آنکھیں
یہ چاہتی ہیں کہ سب سے پہلے نظر میں رکھ لیں حرم کے جلوے
پھر اپنی کوتاہ دامنی کا خیال کرتی ہیں میری آنکھیں
جہاں کے ذرے بھی ہیں ستارے اس آستانے پہ کب چلوگے؟

میں حبیب خدا سے دور نہیں
فقیر آسا در اقدس پہ جا بیٹھوں تو اچھا ہے
نہ جانے کیمیا کب کاسہء سائل میں آجائے؟
عدو کو منقلب کردے رخ انور کی تابانی
بجائے تیغ، شاخ گل کف قاتل میں آجائے

(سحر انصاری)

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا مرے آقا ﷺ
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقا ﷺ
جز تیرے نہیں ہے نفس ایجاد کوئی بھی
تو سارے مسیحوں کا مسیحا مرے آقا ﷺ
یہ دل تو دھڑکتا ہے تری یاد کے صدقے
آنکھوں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا مرے آقا
میں تیری محبت سے سر افراز ہوں مجھ کو
بے مہریٔ دنیا کا گلہ کیا مرے آقا ﷺ
میں بندۂ روپوش ندامت تہ گردوں
تو حرف جلی میری دعا کا مرے آقا ﷺ
اب اس دل آوارہ کی شوریدہ سری سے
بس ایک صدا آتی ہے آقا ﷺ مرے آقا ﷺ
تو اولیں تحریر سر صفحہء عالم
تو آخری پیغام خدا کا مرے آقا ﷺ

(سلیم کوثر)

تکوینِ کائنات کا حاصل حضور ﷺ ہیں

محفل حضور ﷺ بانیء محفل حضور ﷺ ہیں
ٹوٹے دلوں کے واسطے امید کی کرن
طوفانِ غم میں دامن ساحل حضور ﷺ ہیں
ہے جس سے روح وقت میں اک زندگی کی لہر
فطرت کا وہ دھڑکتا ہوا دل حضور ﷺ ہیں
جس کی کرن کرن سے ضیا بار ہے حیات
انسانیت کے وہ مہ کامل حضور ﷺ ہیں

(ناصر زیدی)

کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلا دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا
جو جمال روئے حیات تھا جو دلیل راہ نجات تھا
اسی راہبر کے نقوش پا کو مسافروں نے مٹا دیا
ترے حسن خلق کی اک رمق مری زندگی میں نہ مل سکی
یہ میں مطمئن ہوں کہ شہر کے درو بام کو تو سجا دیا
ترے ثور و بدر کے باب کے میں ورق الٹ کے گزر گیا
مجھے صرف تیری حکایتوں کی روایتوں نے مزا دیا
میں ترے مزار کی جالیوں ہی کی مدحتوں میں مگن رہا
ترے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
یہ مری عقیدتِ بے بصر یہ مری ارادت بے ثمر
مجھے میرے دعویٰ عشق نے نہ صنم دیا نہ خدا دیا
کبھی اے عنایتِ کم نظر ترے دل میں یہ بھی کسک ہوئی
جو تبسم رخ زیست تھا اسے تیرے غم نے رلا دیا

(عنایت علی خاں عنایت)

زائروں میں کل مدینے کا بڑا چرچا رہا
ہو کرم آقا ﷺ کہ میں ان سب کا منہ تکتا رہا

(نیاز بدایونی)

جو پوچھا رب نے عمل بھی ہے کوئی پاس ترے
کہوں گا ہاں! ترے محبوب کی ثنا کی تھی

(عرش ہاشمی)

اس ﷺ کی سچائی کے انوار ازل تا بہ ابد
اس ﷺ کے کردار پہ سایہ نہیں افسانوں کا

(صفدر صدیق رضی)

پروانۂ جمال شہ ﷺ دو جہاں نہیں
جو خود ہر ایک سمت نہ پھیلائے روشنی

(مجید فکری)

ترے خیال نے وہ رفعتیں عطا کی ہیں
قدم زمیں پہ رہے آسماں کو چھو آئے

(طارق نعیم)

جو ہجر کے موسم کو بدل دے وہ ملے رت
جو ان کے درِ خاص پہ لے جائیں وہ پر دیں

(ندیم نیازی عیسیٰ خیلوی)

کتابِ ہر دو جہاں کی گئی انہیں تعلیم
سو حرف حرف معانی حضور ﷺ جانتے ہیں

(خورشید ربانی)

نعتیہ ادب میں ہیئتی تنوع کا اجمالی جائزہ:

نعتیہ شاعری کا غالب حصہ تو غزل کی ہیئت (Form) میں ہے لیکن مدح سرور دو جہاں کسی صنف سخن کے ظرف اور مخصوص ہیئتی دائرے میں محدود نہیں۔ اظہار و ابلاغ کی جتنی صورتیں اور شعر کی جتنی اصناف ہیں وہ سب کی سب نعتیہ شاعری میں برتی جاتی ہیں۔ مدحت خیر البشر ﷺ کا اعزاز ہے کہ اس میں اصناف شعر کے ہیئتی تنوع سے ایک طرف تو صورت (Form) کی رنگارنگی پیدا ہوتی ہے دوسری طرف ہیئت سے ہم رشتہ اسلوب (Form's Related Style) کی طرفگی اور تازگی جنم لیتی ہے۔

قدیم اصناف سخن میں نظم کے بہت سے روپ ہیں مثلاً مثنوی، قصیدہ، قطعہ، مسدس، مخمس، ترجیع بند، مثمن، مستزاد، مثلث، رباعی، دوہا وغیرہ۔ عبدالحلیم شرر کے اجتہاد نے آزاد نظم بھی متعارف کروادی اور پھر نظم معریٰ یک مصرعی نظم، ثلاثی، سی حرفی، ترائیلے، سانیٹ، ہائیکو اور نثری نظم بھی اصناف سخن میں داخل ہو گئیں۔

نعتیہ شاعری میں شعرا نے ہر صنف سخن کو مدحت آقا ﷺ کے لئے برتا۔ سی حرفی کو مختار صدیقی نے اردو میں متعارف کروایا اور اس صنف میں نعت حفیظ تائب نے لکھی۔ ثلاثی کے موجد حمایت علی شاعر ٹھہرے اور سہ مصرعی نعتیہ نظمیں حنیف اسعدی نے لکھیں۔ یک مصرعی نظم سید ابوالخیر کشفی کی جدت پسند طبیعت کی اختراع قرار پائی اور انہوں نے اس کی ابتداء نعتیہ مضامین ہی سے کی۔ جمیل عظیم آبادی نے نعتیہ دوہے لکھے۔ نثری نظم میں نعتیہ شاعری کرنے والوں میں احمد ہمیش اور ابوالخیر کشفی کے نام نمایاں ہیں۔ نعتیہ ہائیکو لکھنے والوں میں اکرم کلیم، محمد اقبال نجمی، مظفر وارثی، سرشار صدیقی، صبیح رحمانی، وضاحت نسیم، سہیل غازی پوری، طاہر سلطانی، احمد صغیر صدیقی، سید معراج جامی، آفتاب مضطر، شفیق الدین شارق، سید ابوالخیر کشفی، سلیم کوثر، محسن بھوپالی، شبنم رومانی، اقبال حیدر، رضی الدین رضی، مقبول نقش، انجم اعظمی، اختر شمار، معراج حسن عامر اور رونق حیات وغیرہم کے اسما شامل ہیں۔

قدیم اصناف میں مثنوی کو جزو ہنر بنانے والے شعراء میں حفیظ جالندھری، ضیاء القادری،

سلیم احمد، اختر الحامدی، منور بدایونی، میر افق کاظمی، احسان دانش اور فدا خالدی دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔ قصیدہ لکھنے والوں میں جعفر طاہر، حافظ افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، خالد احمد، راز کاشمیری، نعیم تقوی، رئیس امروہوی، زین پرتاب گڑھی، حافظ عبدالغفار حافظ، محمد اکرم رضا، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، خالد علیم، علیم ناصری، حکیم شریف احسن وغیرہم کے نام نمایاں ہیں۔

قطعہ تو تقریباً ہر چھوٹے بڑے شاعر نے لکھا ہے لیکن رئیس امروہوی، اعجاز رحمانی، مظفر وارثی، فدا خالدی دہلوی، حافظ لدھیانوی، اقبال عظیمؔ، ہلال جعفری، راجا رشید محمود، عارف منصور، شیبا حیدری، صابر براری اس صنف کے حوالے سے زیادہ معتبر ہیں۔ مسدس کے فن میں محشر رسول نگری، کامل جونا گڑھی، احسان دانش، شاہد اکبر آبادی، رحمٰن کیانی، صہبا اختر، قصری کانپوری، تابش دہلوی، جوش ملیح آبادی، سیماب اکبر آبادی، خالد عرفان، لیث قریشی، ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی، محشر بدایونی، ماہر القادری، نسیم امروہوی، امید فاضلی، شاہ انصار الٰہ آبادی، رشید وارثی، ہلال جعفری اور حیدر دہلوی وغیرہم کے نام لائق ذکر ہیں۔ نعتیہ مخمس لکھنے والوں میں اقبال سہیل، سیماب اکبر آبادی، حسن احسانی مراد آبادی، حیرت الٰہ آبادی، راغب مراد آبادی، رشید کامل، ریاض الدین سہروردی، سکندر لکھنوی، ادیب رائے پوری، عابد نظامی، عزیز حاصل پوری، راجا رشید محمود، منور بدایونی، حافظ مظہر الدین اور حافظ محمد افضل فقیر قابل ذکر ہیں۔

مستزاد اور مثلث بھی بہت سے شعرا نے نعتیہ مضامین کے لئے اپنائے ہیں۔ ترجیع بند اور مثمن کے ضمن میں حفیظ تائب اور ابوالامتیاز ع س مسلم کے نام آتے ہیں۔ کاروان حرم کے نام سے ع س مسلم کا ایک طویل مثمن ہے جس میں حج کے ارکان کا تفصیلی تذکرہ ہے اور روضہء رسول ﷺ پر حاضری کا والہانہ انداز سے ذکر ہے۔

رباعی اصناف سخن میں ایک مشکل صنف ہے، اسی لئے اس کی طرف قدما بھی کم توجہ کرتے تھے، جدید شعرا تو اس وادی میں پھٹکتے بھی نہیں۔ رباعی کہنے کے لئے انتھک محنت، مشق سخن، گہرے مشاہدے اور فلسفیانہ مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ عروضی نزاکتوں سے آگاہی بھی رباعی کہنے کے لئے لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صنف سخن اب محض تبرک کے طور پر برتی جا رہی ہے۔ نعتیہ شاعری

کے حوالے سے اس صنف کو برتنے والے شعراء میں حامد حسن قادری، فدا خالدی دہلوی، اے ڈی اظہر، حافظ عبدالغفار، حامد یزدانی، راغب مرادآبادی، صبا متھراوی اور حافظ افضل فقیر کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ صبا متھراوی، راغب مرادآبادی، شاعر لکھنوی، محبوب الٰہی عطا، امین نقوی نے غیر منقوط رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

نعتیہ رباعیات:

رباعیات لکھنے والے شعراء کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے ہم چند رباعی گو شعراء کی تخلیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں:

نورِ احدیت کی تنویر ہیں آپؐ
انساں کے لیے باعثِ توقیر ہیں آپؐ
سیرت بھی ہے سانچے میں ڈھلی صورت بھی
فی احسن تقویم کی تفسیر ہیں آپؐ

جو لوگ ہیں مداح و ثنا خوانِ رسولؐ
دنیا جنھیں کہتی ہے غلامانِ رسولؐ
جب یومِ حساب آئے تو اللہ کرے
ہو سب پہ قمر سایۂ دامانِ رسولؐ

(قمر رعینی، آبِ زم زم، راولپنڈی)

اے کاش کبھی دیکھ لوں صورت ان کی
ہوجائے کسی روز زیارت انؐ کی
کرتا ہوں انہیں یاد کرم ہے ان کا
رہتے ہیں تصور میں عنایت انؐ کی

لکھا ہوا یہ عرشِ معلیٰ پہ ہے
ہر منزلِ دشوار اسی سے سر ہے
کیا اسمِ محمدؐ کی بیاں ہو توصیف

یہ نام تو تعریف سے بالا تر ہے

(فدا خالدی دہلوی، م ص، کراچی)

خوشیوں کی حکایت ہو کہ افسانۂ غم
جو کچھ بھی ہے لولاک لما سے ہے رقم
آغازِ ابد ہو کہ ہو تمہید حدوث
عنواں ہے بہر رنگ رخ شاہِ اممؐ
لگتے ہیں جواہر مجھے اس راہ کے سنگ
رہتی ہے مجھے خاکِ مدینہ کی امنگ
میں خاک نشیں ہوں مری نظروں میں عطاؔ
پاتے نہیں عزت کبھی تاج و اورنگ

(محبوب الٰہی عطا، چرخ اطلس، لاہور)

مزید تضامین:

نعتیہ غزلوں کے اشعار پر تضمین کرنے والوں میں ہلال جعفری، ساجد اسدی، حنیف اسعدی، حافظ عبدالغفار اور راجا رشید محمود پیش پیش ہیں۔ یہاں صرف حنیف اسعدی کی تضامین کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

کون ایسا ہوا ہے مرحلہ داں
شانِ معراج کس طرح ہو بیاں
مہر و مہ ان کی منزلوں کے نشاں
"گردِ پا ان کی بزم کاہکشاں
رہگور ان کی چرخ مینائی"

(تضمین پر کلامِ راغب مرادآبادی)

خوشا کہ مجھ کو بھی نعتِ نبیؐ کا اذن ملا

نصیب وجد میں ہے، رقص میں ہے فکرِ رسا
گلے لگاؤں تجھے اے شعورِ مدح و ثنا
"بلائیں لوں تری اے جذبِ شوق صلِّ علیٰ
کہ آج دامنِ دل کھنچ رہا ہے سوئے رسولؐ"
(تضمین بر کلامِ بیدمؔ وارثی)

اک عمر تک حصارِ انا میں رہا ہوں میں
اپنی لگائی آتشِ غم میں جلا ہوں میں
یہ جان کر کہ خاکِ درِ مصطفیٰؐ ہوں میں
"دہلیزِ مصطفےٰ کی طلب میں چلا ہوں میں
میں نے بجھا دیے ہیں چراغ اپنے نام کے"
(تضمین بر کلامِ جاذبؔ قریشی حنیف اسعدی، آپ ﷺ)

یورپی صنف سخن سانیٹ اردو میں زیادہ نہ چل سکی لیکن نعت کے میدان میں سانیٹ لکھنے والے جو شعراء نمایاں رہے ان میں افسر صدیقی امروہوی، نعیم تقوی، تنویر پھول، حفیظ تائب، عارف منصور اور صبیح رحمانی وغیرہم کے نام آتے ہیں۔

آزاد نظم کو نعتیہ مضامین سے آشنا کرنے والے شعراء میں اطہر نفیس، ظہور نظر، شبنم رومانی، سرشار صدیقی، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، قمر ہاشمی، انور مسعود، جیلانی کامران، عارف عبدالمتین، ثنا گورکھپوری، محمد فیروز شاہ، سعید وارثی، حفیظ تائب، محمود شام، جاذب قریشی، ریاض حسین چودھری، رشید قیصرانی، امجد اسلام امجد، جعفر بلوچ، جمیل نقوی، حامد یزدانی، تحسین فراقی، انجم نیازی، ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر توصیف تبسم، سحر انصاری، محسن احسان، اقبال صلاح الدین، رضوان عنایتی، احمد صغیر صدیقی، عمران نقوی، سلیم اختر فارانی، نذیر قیصر اور صبیح رحمانی شامل ہیں۔ شاعرات نے بھی اس صنف میں گل ہائے عقیدت پیش کیے ہیں جن میں پروین شاکر، وضاحت نسیم، ناہید رعنا ناہید اور ناہید قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔

آزاد نظموں کے نمونے:

بحر و قافیہ کی آزادی سے نظم آزاد لکھنے والے شعراء کے لئے فکری وسعتوں کو فنی گرفت میں لینے کی سہولت پیدا ہوئی۔ اس تخلیقی تجربے نے نعت میں تازہ کاری کو راہ دی اور آزاد نظم کے ذریعے عصری حسیت نعتیہ شاعری میں بھی جھلکنے لگی۔ نعتیہ شاعری کو ادبی صنف سخن بنانے میں آزاد شاعری لکھنے والوں کا بڑا حصہ (Contribution) ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نظم کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیئے جائیں۔

تمام دنیاؤں، سب جہانوں میں آپ ﷺ سے بڑھ کر
کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دلارا نہیں خدا کا
خدا سے کہیے!
خدارا، اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!
کہ ہم کو پھر سے آپ ﷺ کے دین پہ
آپ ﷺ کے نقش پا پہ چلنے کی استقامت دے
استقامت دے
حوصلہ دے!

(ظہور نظر)

جس نے دیکھا انہیں ﷺ
اس کی بینائی کے واہمے ڈھل گئے
اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے
جس نے مانا انہیں
اپنے پیکر میں شہر یقیں ہو گیا
جس نے جانا انہیں ﷺ

جہل بھی اس کا علم آفریں ہو گیا
جس نے چاہا انہیں ﷺ
اس کی چاہت بقا کی نگارش بنی
اس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی
جس نے چاہا انہیں ﷺ
اس کو چاہا گیا
اس کی دہلیز تک ہر دورا ہا گیا

(حرف نسبت۔۔۔ شبنم رومانی)

تیری آواز تھی روشنی کا سفر
برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا
تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیاں
بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیئے
تیری چھاؤں میں زخمی بدن آ گئے
تو نے دریا میں پیاسے شجر رکھ دیئے

(لوح جاں۔۔۔ جاذب قریشی)

اس ﷺ کا پیغام
قل العفو کہ سب بانٹ کے کھائیں، پہنیں
کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی برہنہ بھی نہ ہو
ایک بھائی سے کسی بھائی کو ایذا نہ ملے
آج میں سوچتا ہوں، دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں
روشنی پاس ہے، ہم پھر بھی ہیں ظلمت کے اسیر
ہم ترا نام تو لیتے ہیں مگر تیرا پیام

کس قدر پیار سے طاقوں پہ سجا رکھا ہے

(شام۔۔۔محمود شام)

شفیق آقا ﷺ

کبھی زمانوں پہ تیری رحمت کے ابر پارے
تمام رستوں پہ تیرے لفظوں کے دیپ روشن
ہر ایک لمحے میں تیرے لہجے کا لوچ نکھرے
تجھی سے نسبت بشارتوں کا جواز ٹھہری
تری شبوں کا گداز نورِ سحر کا ضامن
تری دعائیں
اداس لمحوں میں زرد بچوں کو گود لیتی شفیق مائیں

(شفیق آقا ﷺ۔۔۔محمد فیروز شاہ)

سلام اس ﷺ پر
جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتداء ہے
جو سب زمانوں کی انتہا ہے
سلام اس ﷺ پر
جو راہِ حق پہ بلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملا رہا ہے، کہ حق نما ہے

(کہ حق نما ہے۔۔۔اطہر نفیس)

جب کبھی دشتِ طلب، شہرِ اسیرانِ وفا
ابرِ کرم کو ترسا
اے سمندر کے سکوں تو بھی گواہی دے گا

کہ سرابوں کو نہ تھا
تشنہ لبی کا شکوہ
اس طرح ان کی عنایات کا
بادل برسا

(دشت طلب۔۔۔سعید وارثی)

یہ دن وہ دن ہے
کہ وجہ تخلیق دو جہاں کا ورود ہو گا
ورود ہو گا
تو ہم سے بے راہ و کم عقیدہ
گناہ گاروں کا ذکر ہی کیا
کہ انبیا ان ﷺ کے خیر مقدم کو
صف بہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہو گا
سلام ہو گا
سلام ان ﷺ پر
درود ان ﷺ پر
فدا ہمارا وجود ان ﷺ پر

(ظہور۔۔۔سرشار صدیقی)

آسماں رنگوں کی آمیزش بدلتا جا رہا ہے
پہاڑوں کے بہت سے سلسلوں کے بیچ لمبے راستے پر
ہوا نے ہلکی بارش سے وہ چھڑکاؤ کیا ہے
کہ ذہن و دل ابھی سے

خوش بوئے خاک مدینہ سے معطر ہو گئے ہیں
ابھی تو وہ مقام آیا نہیں ہے
جہاں میرے نبی ﷺ کا جسم اطہر
سراپا نور و نکہت بن کے صدیوں سے ابھی تک
دو عالم پر کرم فرما رہا ہے

(اذن سفر۔۔۔وضاحت نسیم)

عرش
کرسی اور مکاں
کائنات
کتنے بڑے ہیں۔۔۔یہ لفظ
اور ان کے مفاہیم۔۔۔ہمارا اور کائنات کا مقدر ہیں
ہم ہیں۔۔۔یہ لفظ بھی ایسے ہی ہیں
مگر ان کا کوئی مفہوم نہ ہوتا
یہ لفظ۔۔۔موتی سے خالی صدف کی طرح ہوتے
اگر محمد ﷺ نہ ہوتے
محمد ﷺ۔۔۔ان سب لفظوں کا مفہوم ہیں
سلام ان ﷺ پر۔۔۔درود ان ﷺ پر

(ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

اور یہ خوش بو بکھرتی رہی قریہ قریہ
اور افق تا بہ افق
سیل صدا، موج صبا بن کے بڑھا
اس ﷺ کے ہونٹوں سے کھلے لفظ

شعاؤں جیسے
جاگتی، بولتی، زندہ سوچیں
ذہن انساں میں اٹھانے لگیں طوفان نئے
ایسے طوفان
کہ بت سارے زمیں بوس ہوئے

(احمد صغیر صدیقی)

برہنہ پا قافلے بیابانِ بے اماں میں
بھٹک رہے تھے، بھٹک رہے تھے
نہ کوئی چشمہ، نہ کوئی سایہ نہ کوئی زادِ سفر رہا تھا
بشر کہ مر مر کے جی رہا تھا، بشر کہ جی جی کے مر رہا تھا
عجیب آشوبِ حشر آثار چھا رہا تھا
بشر خود اپنی ہی آگ میں کسمسا رہا تھا۔۔۔ کہ دفعتاً پو پھٹی
کہ شہر بطحا کی ریگ در ریگ سرزمیں پر
بسیط فاراں کی چوٹیوں سے
طلوعِ مہرِ منیر و انور کے ساتھ ہی تابشوں کے سیل ہزار پہلو نکل کے لپکے
(میلادِ حضور ﷺ ۔۔۔ تحسین فراقی)

اداسی کے سفر میں جب ہوا رک رک کے چلتی ہے
سوادِ ہجر میں ہر آرزو چپ چاپ جلتی ہے
کسی نادیدہ غم کا کہر میں لپٹا ہوا سایہ
زمیں تا آسماں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے
گزرتا وقت بھی ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے
تو ایسے میں تری خوشبو

محمد مصطفیٰ ﷺ صل علیٰ کے نام کی خوشبو
دل وحشت زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے
تھکن کا کوہ غم ہٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے
سفر کا راستہ کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے

(امجد اسلام امجد)

مجھے یقیں ہے
وہ سن رہے ہیں نگاہ خاموش کی صدائیں
دکھوں سے بوجھل مری نوائیں
وہ جانتے ہیں
ہزار ہا درد و غم کی شمعیں
فسردہ سینوں میں جل رہی ہیں
یہ جسم و جاں جو شکست خوردہ ہیں سوچتے ہیں
غم و الم کی جو دھوپ پھیلی ہوئی ہے اس میں
کرم کے بادل سروں پہ اک سائباں بنانے
دیار رحمت سے کیوں نہیں اٹھ سکے ابھی تک
مجھے یقیں ہے
اور اس یقیں پر حیات امروز کا تسلسل
حیات فردا کی خوش دلی کی طرف رواں ہے
یہ دور جبر و ستم بہت جلد دور ہوگا
محبتوں کا ظہور ہوگا
کرم نبی کا ضرور ہوگا

(دھوپ میں تلاش سائباں ۔۔۔ صبیح رحمانی)

ہائیکو کے نعتیہ انداز:

جاپانی صنف سخن ہائیکو کے تجربات اردو شاعری میں کئے گئے تو شعراء نے اس زمین کو بھی مدح رسول ﷺ سے آسمان بنا دیا۔ شبنم رومانی، سہیل غازی پوری، سرشار صدیقی، اقبال حیدر، صبیح رحمانی، شفیق الدین شارق، انجم اعظمی، ابوالخیر کشفی، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم، رونق حیات، معراج حسن عامر، آفتاب مضطر، رضی الدین رضی، سلیم کوثر، اختر شمار، مقبول نقش، سید قمر ہاشمی، مظفر وارثی، اکرم کلیم، اقبال نجمی، آفتاب کریمی اور طاہر سلطانی وغیرہم نے نعتیہ ہائیکو کہے۔

ہو محمد یا، احمد و محمود
میری مشکل کے یہ ستارے ہیں
آپ ﷺ کے نام کتنے پیارے ہیں

(محمد اقبال نجمی)

طائران تیرگی سب اڑ گئے
جس طرف سے بھی ہوا ان ﷺ کا گزر
راستے منزل کی جانب مڑ گئے

(مظفر وارثی)

ترے قدموں کی آہٹ
اک عنوان بلاغت کا
اک خطبہ ہے ہدایت کا

(سید ابوالخیر کشفی)

آپ ﷺ کا دست مبارک اٹھا
شہر و صحرا میں بہت دور تلک چرچا تھا
چاند دو ٹکڑے ہوا

(انجم اعظمی)

کاش ہو یوں انجام
دل میں ان ﷺ کی یاد بسی ہو
لب پر ان ﷺ کا نام

(سرشار صدیقی)

یا محمد ﷺ ترے فقیروں کی
شان وشوکت عجیب دیکھی
ان کی ٹھوکر میں بادشاہی ہے

(اکرم کلیم)

ان کی تعریف میں کروں کیسے
نعت لکھوں تو کس طرح لکھوں
مجھ کو الفاظ ہی نہیں ملتے

(رضی الدین رضی)

زیست کیسے شکست کھائے گی
موت مجھ کو سلام کرتی ہے
میں محمد ﷺ کا امتی ٹھہرا

(اختر شمار)

اس ﷺ کا نام لکھوں
جس کے نام کی برکت ہی
زندہ رکھتی ہے

(سلیم کوثر)

یہی وسیلہ ہے
صل علیٰ محمد ﷺ

میرا وظیفہ ہے

(مقبول نقش)

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اُگتے ہیں
سورج سینے میں

(صبیح رحمانی)

ہر ذرہ تارہ
کاہکشاں سے بڑھ کر ہے
طیبہ کا رستہ

(محسن بھوپالی)

سنور گیا جیون
روضہء اقدس کے صدقے
بھیگ گیا دامن

(اقبال حیدر)

یہ بھی ہے عظمت
سارے عالم پر پھیلا
دامانِ رحمت

(سہیل غازی پوری)

پھیلی ہریالی
آں حضرت کے کاندھوں پر
کملی ہے کالی

(رونق حیات)

زخمی ہو کر بھی
ان کے ہر اک موسم نے
خوشبو ہی لکھی

(معراج حسن عامر)

حسن مکمل ہے
حسن محمد صلی اللہ
کامل واکمل ہے

(آفتاب مضطر)

سینے چمکائے
آپ نے نور ایماں سے
چہرے دمکائے

(شفیق الدین شارق)

منظوم تراجم کی مثالیں:

دنیا کی مختلف زبانوں میں ہونے والی نعتیہ شاعری کے تراجم بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس سمت میں کام کرنے والے شعراء میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر شان الحق حقی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، عبدالعزیز خالد، منیر قصوری، ڈاکٹر نجم الاسلام، عزیز حامد مدنی، افتخار احمد عدنی، پروفیسر آفاق صدیقی، پروفیسر سحر انصاری، آفتاب کریمی اور صبا اکبر آبادی شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی ایک نعت کا ترجمہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے۔ تراجم کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

وہ پاکیزہ چشمہ جو اوجِ فلک سے چٹانوں پہ اترا
سحابوں سے اوپر بلند آسمانوں پہ جولاں ملائک
کی چشمِ نگہداشت کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنائی تک جوئے جولاں بنا

چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے ہی صد رنگ، انگھڑ خزف ریزے
آغوشِ شفقت میں اپنی سمیٹے
بہت سے بھٹکتے ہوئے، رینگتے، سست، کم مایہ سوتوں کو
چونکاتا، للکارتا، ساتھ لیتا ہوا، خوش خراماں چلا
بے نمو وادیاں لہلہانے لگیں
پھول ہی پھول چاروں طرف کھل اٹھے
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیضِ قدم سے بہار آگئی

(نغمہء محمدی ﷺ، گوئٹے [جرمن شاعر]، ترجمہ شان الحق حقی۔ جواہر النعت، مرتبہ: عزیز احسن [صابری])

ہماری حمد کا طالب خدا ہیں
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا ہیں
خدا ہے محوِ حمدِ مصطفےٰ بس
محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
دعا کی ہو اگر خواہش ہی ایسی
قناعت چاہیے اس شعر پر ہی
رہوں خواہاں محمدؐ سے خدا کا
خدا سے وصفِ حبِ مصطفےٰ کا
نہیں مظہر مناسب بالارادہ
سخن کرنا ضرورت سے زیادہ

(میرا مظہر جانِ جاناں [فارسی] مترجم: سحر انصاری۔ نعت رنگ شمارہ ۳)

اگر محمد مصطفیٰ اچانک

آپ کے دروازے پہ دستک دیں

.........مگر میں سوچتی ہوں

انہیں اپنے گھر کی جانب آتے دیکھ کر

آپ دروازے پہ ان کا استقبال کریں گے

یا پہلے کپڑے بدلیں گے اور پھر گھر کے اندر بلائیں گے

(کہ لباس کے اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوں)

یا کچھ رسالے چھپائیں گے

اور ان کی جگہ قرآن رکھ دیں گے

اور اپنے ٹی وی پر چلتی بالغ مووی کو

کہاں لے جائیں گے

اور ریڈیو بند کریں گے؟

.............ذرا سوچئے!

اگر سرکارؐ آ جائیں

آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے!

(I Wonder، سسٹر کومیلا بدر، مترجم: آفتاب کریمی، نعت رنگ ۴)

اے سید السادات! ترے در پہ کھڑا ہوں

خوشنودی کی امید پہ مصروف دعا ہوں

اللہ کی مخلوق میں تو بہتر و برتر

میں شیفتہ "دیوانہ" ترا صرف ترا ہوں

یہ دل تری عزت کی قسم، تجھ پہ نچھاور

رب جانے ہے کس پہ میں دل و جاں سے فدا ہوں
کوئی بھی نہ ہوتا جو تری ذات نہ ہوتی
دنیا ترے قدموں میں پڑی دیکھ رہا ہوں
وہ معجزے تیرے تھے کہ مخلوق تھی عاجز
کیا ذکر فضائل ہو کہ بے نطق و نوا ہوں
اک گوشت کے ٹکڑے نے کہا زہر ہے مجھ میں
اک گوہ پکاری کہ میں حاضر بہ صدا ہوں
اک بھیڑیا بولا کہ ہوں بھوکا کئی دن سے
ہرنی کا گلہ، میں بھی تو محرومِ غذا ہوں
جنگل کے درندے تجھے دیتے تھے سلامی
اک اونٹ کا شکوہ تھا میں دنیا سے خفا ہوں
جب تو نے درختوں کو اشارے سے بلایا
ہر پتہ پکار اکہ میں قدموں میں پڑا ہوں
تو وہ کہ کفِ دست سے پانی ہوا جاری
کنکر کی صدا آئی کہ میں محوِ ثنا ہوں
بادل نے کیا صرف تری راہ میں سایا
اک پیڑ کا رونا کہ میں ملنے کو کھڑا ہوں
بیمار تھی دنیا، ترے ہاتھوں نے شفا دی
ہر زخم پکارا، میں طلب گارِ دوا ہوں
وہ قحط کے حالات وہ پانی کا برسنا
ہر بوند کا کہنا کہ محمدؐ کی دوا ہوں

(امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، [عربی] مترجم: قیصر الجعفری، نعت رنگ ۱۲)

تراجم کی تعداد سینکڑوں میں ہے لیکن یہاں صرف چند نمونے ہی پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

منظوم سیرت کا عکس:

منظوم سیرت کی کتب بھی اچھی خاصی تعداد میں شائع کی گئی ہیں۔ شاہنامہء اسلام تو حفیظ جالندھری نے لکھا تھا جس میں بیشتر ذکر غزوات کا تھا۔ فتوحاتِ اسلام کے نام سے حما صدیقی نے منظوم تاریخ اسلام لکھی تھی جس کے کچھ اشعار ہم نے کہیں نقل کر دیئے ہیں۔ ''حیاتِ طیبہ و سیرتِ مطہرہ حضرت محمد ﷺ'' کا منظوم اظہار سید ضمیر علی دِل طالب نگری نے کیا تھا۔

خورشید ناظر نے 'مبلغ العلیٰ بکمالہ' کے نام سے اردو میں ساڑھے ساتھ ہزار اشعار پر مشتمل سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے جسے نشریاتِ لاہور نے شائع کیا ہے۔ ''سرورِ کائنات ﷺ'' کے عنوان سے محمد اعظمی نے منظوم سیرتِ پاک لکھی ہے۔

چند ابیات بطورِ نمونہ کلام پیش خدمت ہیں:

ایک عرصہ قبل مکہ چھوڑ کر
شہرِ یثرب آئے تھے خیر البشرؐ
تھی طوافِ کعبۃ اللہ کی لگن
ایک محرومی تھی دل میں موجزن
الغرض جب شوقِ حق دل میں بڑھا
آپؐ نے اصحاب سے اک دن کہا
وہ کہ تھے برسوں سے فرقت کے شکار
آگئی اجڑے گلستاں میں بہار
''ہجری چھ'' ذیقعد کا یہ وسط تھا
اس مہینے جنگ بھی تھی ناروا
باندھ کر احرام عمرے کے لیے

قافلہ بن کر مدینے سے چلے
''چودہ سو'' اصحابؓ کا یہ کارواں
سوئے منزل پا پیادہ تھا رواں
اونٹ، قربانی کے ان کے ساتھ تھے
اور ہتھیاروں سے خالی ہاتھ تھے
راہ میں مکہ کے تاریخی کنواں
جس کو کہتے ہیں حدیبیہ یہاں
ساتھ اک قریہ بھی تھا اس نام کا
یاں پڑاؤ آپؐ نے آکر کیا

اس کے بعد شاعر نے صلح حدیبیہ کا احوال لکھا ہے۔ پھر سورہ فتح کے نزول کا ذکر کیا ہے اور پھر لکھا:

کھل گئی صلح حدیبیہ سے راہ
دینِ حق کی ہوگئی ہر دل میں چاہ

(حیاتِ طیبہ وسیرتِ مطہرہ حضرت محمد ﷺ، منظوم، سید ضمیر علی دِل آل طالب نگری، لاہور)

صبح دم کوہِ صفا پر چڑھ گئے اک دن نبیؐ
نام لے کر سب قبیلے والوں کو آواز دی
آپؐ کی آواز سن کر لوگ سارے آگئے
کیا ہوا کیا بات ہے ان سے لگے وہ پوچھنے
میں کہوں کیا مان لوگے لشکرِ جرار ہے
کوہ کے پیچھے جو لڑنے کے لیے تیار ہے
سب یہ بولے ہم کو تیری بات پر آیا یقیں
جانتے ہیں تجھ کو ہم بچپن سے صادق اور امیں
سن لو! میں بھیجا گیا ہوں، یہ کہا پھر آپؐ نے

اک عذابِ سخت سے تم کو ڈرانے کے لیے

(گوہر اعظمی، سرورِ کائنات ﷺ، منظوم سیرتِ پاک، کراچی)

احادیث کی منظوم تشکیل:

حضورِ اکرم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کے بھی منظوم تراجم سامنے آئے ہیں۔ فی الحال صرف ایک ترجمے کے کچھ نمونے حاضر ہیں:

سید المرسلیں نے فرمایا!
(دھیان رکھو، کہ) وقت ایسا بھی
(سارے) لوگوں پہ آنے والا ہے
جس میں پروا نہیں کرے گا کوئی
کیا ہے پایا حرام سے اس نے
کیا کمایا حلال سے اُس نے
(حلال اور حرام)

رسولِ حق سے کسی نے پوچھا
کہ کیا ذریعہ نجات کا ہے؟
تو اُس کو آقا نے یہ بتایا
زباں کو قابو میں اپنی رکھو
گھروں میں اپنے رہو مقید
کرو خطاؤں پہ اشک ریزی
(نجات کا ذریعہ)

رسولِ مکرم کا ارشاد ہے یہ
نہیں ہے وہ مؤمن
جو خود سیر ہو اور

برابر میں اس کا

پڑوسی ہو بھوکا

(بھوکا پڑوسی)

(انہی مشعلوں سے دیے جلے..... منظوم احادیث، منظر عارفی)

خطبہء تبوک کی منظوم صورت:

انوار صولت نے حضورِ اکرم ﷺ کا ''خطبہء تبوک'' نظم کیا ہے اور اس کی تشریح میں بھی اشعار کہے ہیں۔ متن کے کچھ اشعار دیکھیے:

لب اقدس ہلے تو چشمہء صافی ابل آیا
رسول اللہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا
مجھے جو تم سے کہنی ہے، یہ پہلی بات ہے لوگو
کتاب اللہ بے شک سب سے سچی بات ہے لوگو
کہا اس مخبرِ صادق نے سن لے جو بھی سنتا ہے
جہاں میں ''سب سے محکم حلقہء زنجیرِ تقویٰ ہے''
یہ پھر حضرت نے فرمایا مسلّم اس کی ہے عظمت
جہاں میں بہتریں ملت ہے ابراہیم کی ملت
کہا پھر یاد رکھنا یہ مری سب کو ہدایت ہے
جہاں میں بہتریں سنت محمدؐ ہی کی سنت ہے''
(شرح خطبہء تبوک، انوار صولت، اسلام آباد)

نعتیہ ادب میں تحقیقی تنقیدی اور تدوینی سرگرمیاں:

پاکستان کے مختلف شہروں میں نعتیہ شاعری کی رفتار اتنی تیز رہی کہ اب بعض شہروں کے حوالے سے نعت کے دبستان تشکیل پاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں (۱) دبستان کراچی

(۲) دبستان لاہور اور (۳) دبستان فیصل آباد وغیرہ کے حوالے سے باتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری کو شعریت اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے ۱۹۹۵ء میں ''نعت رنگ'' کے ذریعے ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تو اس رسالے کے قلمی معاونین کی تعداد تھوڑی تھی لیکن پھر اس رسالے کے مدیر صبیح رحمانی کی مسلسل، انتھک اور پرخلوص محنت رنگ لائی لہٰذا اب اس کتابی سلسلے کے قلمی معاونین میں بڑے بڑے معتبر نام شامل ہو گئے۔ راقم الحروف کو بھی تنقیدی مضامین لکھنے کا حوصلہ ''نعت رنگ'' کی قلمی معاونت کے ذریعے ہی ہوا۔

تخلیق کے علاوہ تحقیق، تنقید اور تدوین کا کام بھی نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافے اور اعتبار کا سبب بنا ہے اس لیے لازم ہے کہ اجمالی طور پر ان مساعی کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

تحقیق:

اردو نعت کے تحقیقی سرمائے میں وہ تمام لوازمہ شامل ہو سکتا ہے جو انفرادی طور پر کسی محقق نے مقالے یا مضمون کی شکل میں لکھا ہو یا ایم۔اے، ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی کے تحت لکھا گیا ہو۔ ''اردو نعت میں'' پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے لکھے گئے تحقیقی مقالے درج ذیل ہیں:

- اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ یہ مقالہ بھارت میں ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا تھا۔ سن ۱۹۷۶ء میں پاکستان میں بھی شائع کیا گیا۔ اس کے باعث پاکستان کی جامعات میں نعتیہ ادب کی تحقیقی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔
- ۱۹۸۰ء میں پاکستان میں ''اردو میں نعت گوئی'' کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید نے پہلا تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا گیا۔
- اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی کا مقالہ بھی پی ایچ ڈی کی سند کے لیے لکھا گیا تھا جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ اس مقالے نے اردو نعت پر مرتب ہونے والے فارسی اثرات کا ادراک پیدا کیا۔
- ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' کے عنوان سے مقالہ قلم بند کرنے پر ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کو پی ایچ ڈی کی سند ملی۔ اس مقالے میں نعتیہ شاعری میں راہ پانے والے جدید رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے جو تنقیدی شعور بیدار کرنے کا وسیلہ ہیں۔

● ''اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر افضال احمد انور نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ یہ مقالہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس مقالے میں اس بات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعت جو ایک موضوعاتی صنفِ سخن ہے وہ شاعری کی کس کس ہیئت کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے۔

● ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر راقم الحروف (ڈاکٹر عبدالعزیز خان [عزیز احسن]) کو جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل ہوئی۔ یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے میں کل آٹھ ابواب ہیں جو تمام کے تمام ایسی تحریروں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کی جھلک پائی جاتی ہے۔

● ''پاکستان میں نعت''، ڈاکٹر شہزاد احمد کا وہ مقالہ ہے جس پر انہیں جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند عطا کی گئی ہے۔ اس مقالے میں تحقیقی طور پر بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں تذکرہ نگاری اور نعتیہ ادب کی رفتا کیسی رہی ہے۔ یہ مقالہ ابھی تشنہ طباعت ہے۔

● ''ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دلی سے سقوطِ ڈھاکہ)'' کے موضوع پر مقالہ لکھنے پر، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے اس مقالے میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۷۱ء تک اردو ادب میں ملی رجحانات کی حامل شاعری کو کھنگال کر اس میں نعتیہ عناصر کا سراغ لگایا ہے۔ یہ مقالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

● ''حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر شبیر احمد قادری نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ حافظ لدھیانوی چوں کہ ایک اہم نعت گو شاعر تھے اس لیے اس مقالے میں ان کی نعت گوئی کے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ یہ مقالہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

نعتیہ ادب میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے لکھے گئے مقالات کے علاوہ دو کتب اور ایسی ہیں جن کا ذکر لازمی ہے:

●● لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ یہ مقالہ شاعری کے عمومی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن یہ اردو ادب میں پہلا تحقیقی مقالہ ہے جس میں ''محسن کاکوروی'' کے نعتیہ کلام پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ گویا یہ مقالہ نعتیہ شاعری کے ادبی معیارات اور شعریت و شریعت کی پرکھ کی طرف متوجہ کرنے کی اولین کوشش ہے۔

●● اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ یہ کتاب نعتیہ ادب کے بصرانہ جائزے کی صورت میں ۱۹۷۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کتاب نے پاکستان میں ادبی سطح پر نعتیہ شاعری کی اہمیت کا احساس دلایا۔

تنقید:

۱۹۹۵ء میں کراچی سے صبیح رحمانی نے ایک کتابی سلسلہ "نعت رنگ" کا اجرا کیا جس کا مقصد نعتیہ ادب میں تنقید کو فروغ دینا تھا۔ الحمدللہ اس کتابی سلسلے کے ۲۳ شمارے منظرِ عام پر آچکے ہیں جن میں تنقیدی مضامین کی تعداد پاکستان میں شائع ہونے والے تمام رسائل سے زیادہ ہے۔ اسی لیے اس میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین بعد ازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ پھر اور لوگوں نے بھی تنقید کی طرف توجہ دی اور کچھ کتب منصۂ شہود پر آگئیں۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے:

- اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید، ادیب رائے پوری
- نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ہنر نازک ہے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- نعت کے تنقیدی آفاق (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- نعت اور تنقیدِ نعت، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی
- شاعرانِ نعت، راجا رشید محمود
- فنِ نعت کی نئی جہات، محمد حیات چغتائی
- اردو میں نعت گوئی، چند گوشے، پروفیسر شفقت رضوی
- سرودِ نعت، ابوالامتیاز، ع۔س۔ مسلم
- نعت کے جدید رنگ، جاذب قریشی
- اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شریعتِ اسلامیہ کے تناظر میں، رشید وارثی
- نعت گوئی اور اس کے آداب، پروفیسر عبداللہ شاہین، نظرِ ثانی: پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد ورک
- نعت حقیقت کے آئینے میں، محمد شفیق اختر

- غالب ثنائے خواجہ ﷺ، سید صبیح الدین صبیح رحمانی
- نعت اور آدابِ نعت، کوکب نورانی اوکاڑوی
- صنفِ ہزار رنگ، میرزا امجد رازی
- نعت نگر کا باسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت گوئی و نعت شناسی کا ایک جائزہ، صبیح رحمانی
- نعت میں کیسے کہوں، پروفیسر محمد اقبال جاوید
- قافلۂ شوق کے مسافر، پروفیسر محمد اکرم رضا
- تاجدار ملکِ سخن، اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ، پروفیسر محمد اکرم رضا
- نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، پروفیسر محمد اکرم رضا
- کاروانِ نعت کے حُدی خواں، پروفیسر محمد اکرم رضا
- جادۂ رحمت کا مسافر، ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی
- نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ، پروفیسر شفقت رضوی
- دلیلِ آفتاب، مطالعاتِ نعت، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
- نعت کے آبدار موتی، محمد اقبال نجمی
- نعت شناسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، مرتبہ: ڈاکٹر داود عثمانی
- عاشقِ رسول ﷺ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ: طاہر سلطانی
- توثیق، سرشار صدیقی کے شعرِ عقیدت پر اہلِ علم کے تاثرات، مرتبہ: اطہر عباسی

یہ تمام کتب ایسی ہیں جن میں نعتیہ شاعری کی پرکھ کے شواہد ملتے ہیں اور جن میں نعتیہ تخلیقات کے بیشتر محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعض کتب میں کسی حد تک معائبِ سخن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کتب میں نعتیہ مجموعوں پر تفصیلی یا اجمالی آراء موجود ہیں۔ ان کتب کی اشاعت کے بعد ناقدینِ فن بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اب نعتیہ ادب میں تنقیدی تحریروں کا دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔

تدوین:

نعتیہ ادب میں ''گلدستے'' شائع کرنے کی روایت بڑی پرانی ہے۔ پاکستان میں انفرادی نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں نے نعتیہ انتخاب بھی شائع کیے ہیں۔ ان کتب میں قابلِ

ذکر انتخاب درج ذیل ہیں:

۱۔ خیر البشرﷺ کے حضور میں، مرتبہ: ممتاز حسن
۲۔ ارمغان نعت، مرتبہ: شفیق بریلوی
۳۔ مخزن نعت، مرتبہ: محمد اقبال جاوید
۴۔ جواہر النعت، مرتبہ: عزیز (احسن) صابری
۵۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰، انتخاب نعت
۶۔ انوارِ حرمین، مرتبہ: صدیق اسماعیل
۷۔ بوستانِ نعت، مرتبہ: احمد علی سیف کلانوری
۸۔ بہارِ نعت، مرتبہ: حفیظ تائب
۹۔ صلی اللہ علیہ وسلم، مرتبہ: راز کاشمیری
۱۰۔ گلدستۂ نعت، مرتبین: ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی
۱۱۔ کشف العرفان، مرتبہ: ڈاکٹر نور محمد ربانی
۱۲۔ رحمتِ تمام، بزمِ ادب نیشنل بینک آف پاکستان
۱۳۔ نعت کائنات، مرتبہ: راجا رشید محمود
۱۴۔ ایوانِ نعت، مرتبہ: صبیح رحمانی
۱۵۔ حریمِ نعت، رئیس احمد
۱۶۔ مستند نعتیہ کلام، مرتبہ: قاری محمد اسحٰق ملتانی
۱۷۔ انتخاب نعت، مرتبہ: عبد الغفور قمر۔ تیرہ جلدیں
۱۸۔ شہرِ نعت، مرتبہ: آصف بشیر چشتی
۱۹۔ درود ان پر سلام ان پر، مرتبہ: یوسف مثالی
۲۰۔ رنگِ نعت، (نعت رنگ شمارہ ۱ تا ۱۹ سے نعتوں کا انتخاب)، مرتبہ: پروفیسر محمد فیروز شاہ
۲۱۔ خواتین کی نعتیہ شاعری، ترتیب و تقدیم: غوث میاں
۲۲۔ حبیبی یا رسول اللہﷺ، مرتبہ: عزیز الدین خاکی
۲۳۔ نئی صدی نئی نعت، مرتبہ: خورشید ربانی

ان انتخاب ہائے نعت میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے تحقیقی اور کسی حد تک تنقیدی

مضامین بھی ہیں جن میں مرتبین کا تحقیقی وتنقیدی شعور جھلکتا ہے۔کئی تحریریں ایسے مباحث پر مبنی ہیں کہ اگر مستقبل کا محقق توجہ دے گا تو بہت زیادہ تحقیقی مقالے صرف ان انتخابوں کے دیباچوں یا مقدموں میں اٹھائے ہوئے نکات کی روشنی میں لکھے جاسکتے ہیں۔

دبستانِ وارثیہ، کراچی' کے اربابِ قلم نے طرحی مشاعروں کے لیے صرف ردیف کا لفظ یا الفاظ دینے کی طرح ڈالی۔ان کے مشاعرے کئی برس سے ماہانہ بنیاد پر منعقد کیے جاتے ہیں اور ہر سال کے آخر میں ان مشاعروں میں پیش کیے جانے والے کلام کا انتخاب شائع کردیا جاتا ہے۔

میرے ذاتی کتب خانے میں دبستانِ وارثیہ کی مرتب کردہ کتب درج ذیل ہیں:

۱۔خوشبو سے آسماں تک، مرتبہ: قمر وارثی' اختر لکھنوی

۲۔جمال اندر جمال، مرتبہ: قمر وارثی

۳۔مہکا مہکا حرف حرف، مرتبہ: قمر وارثی

۴۔کرم عطا شرف نصیب، مرتبہ: قمر وارثی

۵۔خزینۂ الہام، مرتبہ: قمر وارثی

۶۔وابستگی، مرتبہ: قمر وارثی

۷۔تجلیات، مرتبہ: قمر وارثی

۸۔گلشنِ جودوکرم، مرتبہ: قمر وارثی

۹۔کیف آفریں تابانیاں، مرتبہ: قمر وارثی

۱۰۔شگفتہ ہی شگفتہ، مرتبہ: قمر وارثی

۱۱۔مقدس نکہتیں، مرتبہ: قمر وارثی

۱۲۔شعورِ بے کراں، مرتبہ: قمر وارثی

۱۳۔جلوے حیات آراستہ، مرتبہ: قمر وارثی

۱۴۔روشن گلیاں جھل مل کوچے، مرتبہ: قمر وارثی

۱۵۔رفعتیں، مرتبہ: قمر وارثی

۱۶۔آب وتابِ رنگ ونور، مرتبہ: قمر وارثی

۱۷۔منزلِ آگہی، مرتبہ: قمر وارثی

۱۸۔سرمایۂ روحانیت، مرتبہ: قمر وارثی

صرف یہ جاننے کے لیے کہ ردیف کا انتخاب کس طرح کیا جاتا ہے، سرمایہ، روحانیت میں دی گئی ردیفوں کی نشاندہی کر دی جائے تو شاید بات آسانی سے سمجھ میں آجائے:

[۱] معرفت۔[۲] عظیم۔[۳] طلب۔[۴] نظام۔[۵] غنچے۔[۶] خاص۔[۷] ہزاروں۔

[۸] روحانیت۔[۹] سرمایہ۔[۱۰] پہلے پہل۔[۱۱] حاصل۔[۱۲] موجزن۔

[۱۳] وسیلہ۔[۱۴] ذات۔[۱۵] مقبولیت۔[۱۶] ہوا۔[۱۷] تقاضے۔

ردیف نباہنے کی کوشش کی ایک مثال بھی ملاحظہ ہو: ردیف ''ہُوا''

مرے کریم سے کہنا وہ ہو بہو جا کر
جو تو نے دیکھا یہاں میرا حالِ زار ہُوا

(عرفان سروش)

تذکرہ نگاری:

○ تذکرہ نعت گویان (راولپنڈی، اسلام آباد)، تحقیق و ترتیب: قمر رعینی، اسلام آباد

○ بہر زماں بہر زباں ﷺ، (غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ) تحقیق و ترتیب: نور احمد میرٹھی، کراچی

○ عصرِ حاضر کے نعت گو، گوہر ملسیانی، لاہور

○ پاکستان کے نعت گو شعراء، سید محمد قاسم، کراچی

○ نعت گو شاعرات، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری

○ تذکرہ نگاری کے ضمن میں، پروفیسر سید یونس شاہ، شاکر کنڈان اور محمد صادق قصوری کے اسمائے گرامی بھی نمایاں ہیں۔

نعتیہ کتابی سلسلے، مجلّے اور رسائل:

نعت، جب نعت خوانی کی محافل سے ''ادبی'' میدان میں آئی تو اس کی ترویج کے لیے کچھ رسائل، کچھ کتابی سلسلے اور کچھ مجلّے بھی منظرِ عام پر آئے۔ ایسے رسائل، کتابی سلسلوں اور مجلوں کی تعداد کا مکمل طور پر احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ چند مطبوعات کے نام البتہ پیش کیے جاسکتے ہیں:

● ''خاتونِ پاکستان'' مدیر شفیق بریلوی۔ ادارہ مسرت جہاں اور طلعت شہناز۔ رسول ﷺ نمبر

- "ماہِ نو" سیرتِ رسول ﷺ، مدیر: ظفر قریشی
- ماہنامہ بصیر، کراچی، رسولؐ پاک نمبر، مدیر اعلیٰ ظفر حمید دھلوی
- سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، مدیر اعلیٰ، سید قاسم محمود
- صریرِ خامہ، قصیدہ نمبر، مدیرہ علیا: ریحانہ طلعت خاں، (جامعہ سندھ) یہ مجلہ نعت سے متعلق نہیں ہے لیکن اس میں نعتیہ قصائد پر بھی مضامین ہیں۔
- حمایت علی شاعر، مرتب: صریرِ خامہ، نعت نمبر (شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)
- حضرت حسان نعت ایوارڈ، کراچی مجلہ (مدیر اعلیٰ) غوث میاں، حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی
- محمد اقبال نجمی، مفیض، سہ ماہی (نعت نمبر)، گوجرانوالہ
- مجلہ لیلۃ النعت، گل بہار نعت کونسل پاکستان ٹرسٹ کراچی
- فروغِ نعت، اٹک، مدیر: سید شاکر القادری چشتی نظامی، القلم ادارہ مطبوعات اٹک (پاکستان)
- ماہنامہ سیارہ، عبدالعزیز خالد نمبر، مینجنگ ایڈیٹر: نوید اسلام صدیقی
- شام و سحر، نعت نمبر، مدیر خالد شفیق
- مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج (پاکستان نمبر)، مدیر: پروفیسر وسیم فاضلی، ناظم آباد کراچی (اس مجلے میں راقم الحروف کا ایک طویل مضمون "پاکستان میں نعت گوئی" ہے)
- کتابی سلسلہ ایوانِ نعت، مرتب: ملک فاروق مکتبہ ایوانِ نعت، لاہور
- دنیائے نعت، مرتبہ: عزیز الدین خاکی کراچی
- عقیدت، مرتبہ: شاکر کنڈان، سرگودھا
- ماہنامہ الاحسن، مفتی زرولی خان، کراچی
- ماہنامہ الرشید (نعت نمبر) مدیر: عبدالرشید ارشد، لاہور
- "بیاض" ماہنامہ، نعت نمبر، خالد احمد، عمران منظور، لاہور
- 'اوج' لاہور مجلہ ترتیب و تدوین ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور
- ماہنامہ نعت، (مدیر) راجا رشید محمود، لاہور
- 'ماہنامہ حمد و نعت' (مدیر) شہزاد احمد، کراچی
- کتابی سلسلہ ایوان نعت، (مرتبین) وقار مصطفیٰ ملک فاروق احمد، لاہور

- کتابی سلسلہ نعت رنگ، (مرتب) سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی
- ماہنامہ نوائے نعت (مدیر اعلیٰ) ادیب رائے پوری، کراچی
- کتابی سلسلہ کاروان نعت، بانی و ناشر و مدیر، محمد ابرار حنیف مغل، لاہور
- کتابی سلسلہ سفیر نعت، (مرتب) آفتاب کریمی، کراچی
- کتابی سلسلہ راہ نجات، (مرتب) غلام مجتبیٰ احدی، کراچی
- سہ ماہی عقیدت، (مرتب) شاکر کنڈان، سرگودھا
- کتابی سلسلہ نعت نیوز، (مرتب) محمد زکریا شیخ الاشرفی، کراچی
- کتابی سلسلہ شہر نعت، (مدیر اعلیٰ) شبیر احمد قادری، فیصل آباد
- کتابی سلسلہ خوشبوئے نعت، سرگودھا، (مرتب) ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
- ششماہی "متاع امیر" (میلاد مصطفیٰ ﷺ نمبر)، مدیر اعلیٰ: محمد امیر نواز امیر، فیصل آباد
- نقوش رسول ﷺ نمبر، مدیر: محمد طفیل، لاہور
- ماہنامہ دعوۃ (سیرت و نعت نمبر)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- ماہنامہ تحریریں (نعت نمبر)، مدیر: حفیظ صدیقی، زاہدہ صدیقی
- ماہنامہ لکھاری (نعت نمبر)، ایڈیٹر: اقبال زخمی، لاہور
- گلِ چیدہ، حفیظ تائب، لاہور

ان کتابی سلسلوں؟ مجلوں اور رسالوں میں سے اکثر باقاعدگی سے نکل رہے ہیں۔ "نعت رنگ" ان میں سرِ فہرست ہے یہ واحد کتابی سلسلہ ہے جس کا تنقیدی جائزہ بھی شائع ہو چکا ہے اور جس میں شامل مضامین اور خطوط بھی کئی کتب کی صورت میں منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔ نیز اہلِ علم کی نظر میں اس کتابی سلسلے کی جو قدر ہے اس پر بھی ایک کتاب مرتب کی جا چکی ہے۔ اس کے اداریوں پر مشتمل ایک کتاب الگ سے مرتب کی جا چکی ہے اور ڈاکٹر سہیل شفیق نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین اور دیگر لوازمے کا اشاریہ بھی مرتب کر دیا ہے جو کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔

مصاحبے (INTERVIEWS):

طاہر سلطانی نے "نعت کی بہاریں" کے نام سے ۶۲۴ صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی ہے جس میں کراچی کے ۱۰۳ نعت گو شعراء سے مصاحبوں کا اندراج ہے۔

نعتیہ ادب میں متنی اسقام کی نشاندہی:

نعتیہ شاعری کرتے ہوئے، غیر ثقہ شعراء کا تو ذکر ہی کیا، بعض ثقہ شعراء سے بھی متنی (Textual) اغلاط ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مضمون کے آخر میں چند تنقیدی اشارے بھی دیدیئے جائیں۔ یہ تنقیدی نکات میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ" میں ذرا تفصیل سے پیش کر دیئے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

ا۔ لفظوں کا صحیح استعمال:

تلفظ: ادب چوں کہ لفظوں کے بہترین استعمال کا متقاضی ہے، اس لیے اشعار میں لفظ کے تلفظ کی پابندی لازمی ٹھہرتی ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ لفظ کا تلفظ شعر ہی سے واضح ہوتا ہے اسی لیے سند کے طور پر صرف اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

معنوی استعمال: جن الفاظ کے معنوی پھیلاؤ میں اچھے اور کراہیت آمیز، دونوں طرح کے مفاہیم پیدا ہونے کا احتمال ہو ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی محفل میں "راعنا" کے بجائے "انظرنا" کا لفظ استعمال کرنے کا قرآنی حکم پیشِ نظر رہنا ضروری ہے۔ ایک مثال سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے:

☆ میٹھے نبی ﷺ:

ایک صاحب نے بلا سوچے سمجھے حضورِ اکرم کے لیے میٹھے نبی ﷺ کی ترکیب استعمال کی...... میٹھا، اشیاء کی شیرینی کے لیے تو استعمال ہوتا ہے، افراد کے لیے اس کے استعمال میں خوبی کے بجائے ذم کا پہلو ہے۔

"عرشِ علیٰ سے اعلیٰ میٹھے نبی ﷺ کا روضہ
ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبی ﷺ کا روضہ"

اس نعتیہ غزل کے بارہ اشعار ہیں۔ اس طرح "میٹھے نبی ﷺ" کی ترکیب تیرہ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اب لفظ "میٹھے" کے وہ استعمالات ملاحظہ فرمایئے جو افراد کے لیے ہوں تو کیا معانی دیتے ہیں:

میٹھا: ا۔ (کنایۃً) وہ شخص جس کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں، زنان منتری، زنانہ، زنخا،

مجرا (فرہنگِ آصفیہ)......۲۔ میٹھا ٹھگ: میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یار، دغاباز، بددیانت، جھوٹا دوست، بے ایمان دوست: ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو میٹھا تیلیا (ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے، میٹھے والا (پلیٹس: فرہنگِ آصفیہ، مخزن المحاورات)۔ ۳۔ میٹھی چھری: ا۔ (مجازاً) دشمن نما دوست، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست اور بباطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور اصل میں مضرت رساں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ''میٹھا'' اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو حلیم الطبع، بردبار، دھیمے مزاج کا آدمی ہو اور جسے غصہ نہ آئے......لیکن یہ بات طے ہے کہ جس لفظ میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو وہ خیر البشر جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا بے ادبی اور روحِ قرآن کے منافی ہے۔

عروض: کلاسیکی یا روایتی اصناف سخن مثلاً غزل، رباعی، قطعہ، مثنوی، مسدس، مسمط، مخمس، ترجیع بند وغیرہ، صنفی ہیئت کے علاوہ عروضی اوزان و بحور کی بھی پابند ہوتی ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر شاعر عروض داں ہو۔ لیکن ہر شاعر کا موزوں طبع ہونا بہر حال لازمی ہے۔ عروضی اسقام سے بچنے کے لیے تھوڑی بہت عروض کی شدبد بھی آنا چاہیے۔

صنائع بدائع کا استعمال:

شاعری میں حسن پیدا کرنے کے لیے خیال کو اچھے سے اچھے اور انتہائی موزوں الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کوشش میں شاعر کچھ صنائع بدائع کا استعمال بھی کرتا ہے۔ صنائع بدائع کے بالقصد استعمال سے کچھ الفاظ میں حسن تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن اشعار میں تصنع اور بناوٹ کا عنصر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تاہم محتاط کاوش، شعری حسن میں اضافے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

معائبِ سخن سے گریز:

شاعر کے لیے معائبِ سخن سے بچنا بھی ضروری ہے مثلاً اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عیب تنافر کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تعقید کسے کہتے ہیں اور اس کی موجودگی سے شعر میں کیسی کراہیت پیدا ہو جاتی ہے؟ شترگربہ کیا ہوتا ہے اور اس عیب سے شاعری میں کیا خرابی پیدا ہوتی ہے؟ ایطا کسے کہتے ہیں اور اس سے بچ کر شعر کہنا کتنا ضروری ہے؟ معائبِ سخن کی فہرست خاصی لمبی ہے۔

۲۔ شرعی معیارات کی پرکھ کے اصول:

نعت کے مافیہ (content) یا متن (text) کی اہمیت ہر قسم کی شاعری کے مافیہ سے زیادہ ہے۔ نعت کے نفسِ مضمون کے فکری رشتے قرآن و حدیث سے بڑے گہرے ہیں۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مفاہیم کو شعری قالب میں ڈھالنے کے ہنگام استنادی شان کو برقرار رکھنا اور متن کا شعری حسن بھی برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے مستند حوالوں کو شعری پیکر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقع پر اپنے جذبات، اپنی خواہشات اور اپنے مذہبی تعصبات کو قابو میں رکھتے ہوئے راہِ مستقیم پر چلنا اور وادیِ نعت سے سرخرو گزر جانا بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ سچائی کا عنصر ہر سطح پر برقرار رہ سکے۔ نعتیہ شاعری میں جذبے اور احساس کے ارتعاشات کو شعری پردے پر ابھارنے کا عمل انتہائی سچائی اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ یہاں شاعر کا ایمان داؤ پر لگا ہوتا ہے۔

نعتیہ شاعری کی موضوعاتی وسعتیں:

جدید عہد نے نعتیہ مضامین کو بڑی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان موضوعات میں کیا کیا شامل ہے؟ اس طرح کی کوئی فہرست بنانا تو ممکن نہیں ہے لیکن اس مسئلے کو چند احساساتی اور فکری ابعاد (dimensions) کے حوالے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر نعت کہی جا سکتی ہے:

☆ حضور اکرم ﷺ کی ذات کے جمالِ صوری، اسمائے مبارکہ کی معنوی تنویر، جمالِ معنوی یعنی اسوۂ مقدسہ

☆ حضور اکرم ﷺ کی الفت اور آپ کی اتباع کی آرزو

☆ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کا ذکر

☆ حضور اکرم ﷺ کا تعلق مع اللہ

☆ نبی ﷺ کا تعلق مع الخلق

☆ نبی ﷺ کی ذات کی عظمت کا ذکر

☆، نبی ﷺ کے معجزات کا ذکر، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نبی اکرم ﷺ کے تعلق کا اظہار

☆ نبی ﷺ کا اپنے اہل بیت یعنی آپ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعلق

☆ نبی ﷺ کا اپنی آل اور اہلِ قرابت کے ساتھ تعلق
☆ نبی ﷺ کے اقوال، نبی ﷺ کے اعمال
☆ نبی ﷺ کی "تقریر" حضور اکرم ﷺ کے غزوات کا ذکر، حضور اکرم کے خطبات کا منظوم اظہار
☆ حضور اکرم ﷺ کی بزم آرائی، شاعر کی طرف سے اپنے غم کا استغاثے کی شکل میں اظہار، امت کی طرف سے استغاثہ پیش کرنے کا عمل، شفاعت طلبی کی التماس
☆ خواب میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار کی آرزو کا شعری اظہار، حضور اکرم سے نسبت رکھنے والے اشخاص، اصحاب، ازواج اور اشیاء کا ذکر (شرط صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال یا تاریخی حوالوں سے بات بالکل سچی ہو اور بیان میں اعتدال رہے)، مدینہ منورہ کا ذکر، اس تک رسائی کی آرزو اور اس شہر کی فضیلتوں کا بیان، گنبد خضریٰ کا تذکرہ .... سب ہی کچھ نعتیہ ادب کا حصہ بن سکتا ہے۔ شاعر اپنے احساسات کی سچی عکاسی کرتے ہوئے حب رسول ﷺ کا اظہار کرے تو وہ بھی نعت ہی ہے شرط صرف یہ ہے کہ شاعر موضوع کے تقدس کا خیال رکھے اور زبان و بیان کے معاملے میں محتاط طریقہ اپنا سکے۔

شاعروں کے لیے یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اگر وہ براہ راست حضور اکرم ﷺ سے مخاطبہ کریں تو قرآن کریم کی ہدایات کو پیش نظر رکھیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے کے ساتھ، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ○ (القرآن ۲:۴۹)

ممنوعاتِ نعت:

نعت کے اشعار کی شعری بُنت میں شرعی حدود کا خیال رکھنے کے لیے کچھ احتیاطی زاویوں کا

لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً

○ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ٗاللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس تصور کے منافی کوئی خیال شعر میں نہیں باندھنا چاہیے۔

○ حضورِ اکرم ﷺ، اللہ رب العزت کے بندے ضرور ہیں لیکن اللہ کی تمام مخلوقات میں صرف آپ ﷺ کی ذات افضل ہے۔

ع...... بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی صورت میں کسی اور کو آپ ﷺ کا ہم مرتبہ یا ہم رتبہ ظاہر کرنا۔ کسی خاص صفت میں نبی ﷺ کا شریک قرار دینا۔ صریحاً شرک فی النبوت ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ذات ہی صرف وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔ صرف حضورِ اکرم ہی کی ذات ''معصوم عن الخطاء'' ہے۔ حضورِ اکرم کے قرابت دار، اصحاب اور ازواج سب ''محفوظ عن الخطاء'' ہیں۔ یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے۔

○ محض عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے خیال سے کسی فلمی گانے کی طرز پر نہ تو شعر کہے جائیں اور نہ ہی اس گانے کی دھن اپنائی جائے۔

○ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا مطالبہ نہ کیا جائے کہ '' آپ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لاکر ہماری حالتِ زار ملاحظہ فرمائیں''۔ کیوں کہ اسلام میں آپ ﷺ کی بعثتِ ثانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ استغاثہ، بحدِ اعتدال پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

○ انبیائے سابقین کی ذات سے حضورِ اکرم کی ذاتِ اقدس کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کا پہلو نہ نکلے۔ اس ضمن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

○ کسی صحابی یا آپ کے کسی رشتہ دار امتی کا ذکر اس طرح نہ کیا جائے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کی کوشش ظاہر ہو۔ یا یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ صحابی نہیں ہوتے تو دین پھیلتا ہی نہیں۔ تمام اصحاب النبی ﷺ، ازواج النبی ﷺ اور بنی ﷺ کے ہاشمی قرابت دار، امت کے لیے محترم ضرور ہیں لیکن حضور ﷺ کے صرف خادم اور امتی ہیں۔

○ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے فلک الافلاک کی سیر کرائی تھی۔ اسی بات کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ معراج کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں اور تفاسیر میں معراج کی روایت صحیح احادیث کی روشنی میں بھی ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ '' اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیدار کے لیے طلب فرمایا تھا'' بڑی بھاری غلطی اور

ظلم ہے کیوں کہ اللہ کی شان ''البصیر'' کا استخفاف ہوتا ہے۔

○ معجزات کے بیان میں بھی صرف حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت کا خیال پیش کیا جائے، کسی صحابی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے کسی معجزے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

○ نعتیہ اشعار میں اصحاب النبی ﷺ، ازواج النبی ﷺ اور نبی علیہ السلام کے قرابت داروں کا ذکر مناقب کے اشعار کی صورت میں آ تو سکتا ہے۔ لیکن صرف اس لیے کہ ان اشعار سے حضور ﷺ ہی کی عظمت ظاہر ہو۔ ان حضرات میں سے کسی کا بھی حسنِ سیرت و کردار، کرامت، اور حسنِ معنوی، صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کی تربیت اور فیضانِ نظر کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

۳۔ تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:

○ تاریخی واقعات کو بھی اپنے تعصب کی نذر نہیں کیا جانا چاہیے۔ حقائق کسی کے توڑنے مروڑنے سے چھپتے نہیں ہیں، البتہ ان کوششوں سے تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تاریخ میں کذب و دروغ کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

○ خیال کو واقعہ بنا کر پیش کرنے کی وجہ سے نعت میں بھی ''کذب و دروغ'' کو فروغ ملتا ہے جو نعتیہ شاعری کے مطلوبہ معیار اور مزاج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے بھی متصادم ہے۔ ایسے اشعار بہت بڑی تعداد میں مل سکتے ہیں جن میں یا تو شاعر قبر سے شعری زبان میں گفتگو کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے یا حشر کے ہنگام اپنی کامیابی کا اعلان کرتا ہوا لگتا ہے۔ عام شاعری کے اس رویئے پر ڈاکٹر عندلیب شادانی نے گرفت کی تھی۔ وہ ملاحظہ فرمالیجے اور نعت کے حوالے سے تصور فرمائیے کہ یہ روش اس صنفِ مقدس کے لیے کتنی مضرت رساں ہو سکتی ہے۔

> ''معاد کا عقیدہ تو اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن قیامت کب آئے گی اس کی تعیین کسی نے نہیں کی...... ہمارے شعراء خصوصاً چوٹی کے غزل گو جس درجہ حساس واقع ہوئے ہیں، وہ ظاہر ہے۔ بھلا ان سے اس غیر معین حالت کی برداشت کہاں ممکن تھی اور وہ کب تک انتظار کر سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی خیالی دنیا بنائی اور اس دنیا میں پہنچنے کے لیے فرضی طور پر یا تو جلاد محبوب کی چھری سے ہلاک ہوئے یا پھر اس کے جور و ستم کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دیدی۔ پھر قیامت قائم کی۔ حشر و نشر کے سامان ہوئے۔ خدائی دربار سجایا اور داورِ محشر کے

سامنے فریاد لے کر پہنچے۔ چوں کہ یہ حضرات شاعر ہونے کی حیثیت سے گویا ایک ہی ''امت'' کے افراد ہیں۔ اسی لیے حشر میں سب کو تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں''۔ (دورِ حاضر اور غزل گوئی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۵۱ء)

اس تحریر کی قرأت کے بعد یہ کہنے کی قطعی حاجت باقی نہیں رہتی کہ نعت میں قبر و حشر کے احوال اس طرح بیان کرنا جیسے وہ پیش آچکے ہیں یا پیش آرہے ہیں، نرا جھوٹ ہونے کے باعث لائقِ ترک ہے۔

○ اللہ کے ذاتی نام کے غلط تلفظ کی مثال:

قمر یزدانی اپنی کتاب ''ولائے رسول ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''[میں نے] لفظ اللہ کو فعلن کے وزن پر الّا نہیں لکھا بلکہ اس میں اللہ کی ہائے ہوز کو واضح طور پر مفعول کے وزن پر باندھا ہے یعنی

ع اللہ کو الّا نہیں اللہ کہا''

اللہ کا لفظ پانچ حرفی ہے (بروزن مفعول) اور اس کا ہر لفظ پورا پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے کسی طور چار حرفی (بروزن فعلن) بنا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

○ ''کبریا'' کا بے محل استعمال:

کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے ''اللہ'' کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شعراء نے کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا کہ ''کبریا'' کو پہلے پہل جس نے بھی اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہوگا اس نے عربی قاعدے سے ناواقفیت کی بنا پر یا اپنے غلط اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ حالانکہ یہ صرف صفت ہے اسمِ صفت نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ صرف دو بار آیا ہے۔ سورۂ یونس اور الجاثیہ میں:

۱۔ وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ ط

۲۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ص

۱۔ اور حاصل ہو جائے تم دونوں کو سرداری اس ملک میں۔ (القرآن ۱۰:۷۸)

۲۔ اور اسی کو سزاوار ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔ (القرآن ۴۵:۳۷)

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبریا بڑائی کو کہتے ہیں ''بڑے'' کو نہیں۔ اللہ کے لیے ''اکبر'' بھی اسمِ ذات (اللہ) کے ساتھ کہا جاتا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غلطی اتنی عام ہوگئی ہے کہ اردو لغت بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں بھی ''کبریا'' کے معنی خدا تعالیٰ کے صفاتی نام کے ہی دیے ہیں۔ حالانکہ اسی لغت میں اس لفظ کے معنی بزرگی، عظمت، شان و شوکت، جاہ و جلال، قدرت اور فضیلت بھی رقم ہیں اور میر کا یہ شعر بھی درج ہے جو اس لفظ کے بالکل درست استعمال کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

''میر ناچیز مشتِ خاک اللہ
ان نے یہ کبریا کہاں پائی''

ان حقائق کی روشنی میں ''کبریا'' کو اللہ کے صفاتی نام کے طور پر برتنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

○ مدینہ منورہ کے لیے یثرب کا استعمال:

حضور اکرم ﷺ کے ورودِ مسعود سے قبل جو شہر ''یثرب'' کہلاتا تھا وہ آپ ﷺ کی آمد کے بعد ''مدینۃ النبی ﷺ'' ہوگیا۔ اس لیے نعت گو شعراء کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں۔ پھر اس لفظ کے معانی بھی اچھے نہیں ہیں۔ بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کو ''یثرب'' کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

قرآن کریم میں سورۂ احزاب [۳۳] کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ یثرب، منافقین کے قول کے طور پر آیا ہے:

وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (اور جب کہ ان (منافقوں) کی ایک پارٹی (یعنی اوس بن قبطی اور اس کے ساتھیوں) نے کہا: ''اے یثرب والو! (یہاں) تمہارے قیام کا کوئی موقع نہیں''۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیری حاشیے میں لکھا:

بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا: یہ طابہ ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیوں کہ یثرب کا لفظ ثَرَبَۃ، یَثْرِبُہ اور تَثْرِبَہ اور ثَرَّبَ عَلَیْہِ اور اَثْرَبَہ سے مشتق ہے (یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن

استعمال فَعَلَ یَفْعَلُ اور تَفْعِیل اور افعال سے ہوتا ہے) اور ثوب ہو یا الراب یا تثریب سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور مُثرِبُ اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں دراز دست نہ ہو۔ قاموس۔ (تفسیرِ مظہری، جلد نہم، ص ۲۲۵)

میں نے اپنے مضمون میں اچھے، زبان و بیان کے لحاظ سے قدرے بے داغ، اسلوب میں دلکش اور اظہار میں کلاسیکی یا جدید معیارات کے دروبست کے حامل اشعار کے زیادہ سے زیادہ نمونے قرطاس پر بکھیر دیے ہیں۔ لیکن بہت ساری کتب ایسی بھی نظر سے گزریں جن میں نہ تو زبان ہی معیاری تھی اور نہ ہی بیان میں احتیاط کے شواہد پائے جاتے ہیں۔ تاہم میں نے کتب کے نقائص ظاہر کرنے کے بجائے اچھے دو دو چار چار اشعار منتخب کر لیے ہیں۔ مضمون کی محدودات کے پیشِ نظر اچھی شاعری کے نمونے بھی بعض صورتوں میں زیادہ بعض میں بہت کم دیئے ہیں۔ اس مضمون میں کسی شعری کاوش میں نقائص کی نشاندہی سے گریز کیا ہے۔ اسی لیے آخر میں معائبِ سخن کی چند صورتوں کی صرف نشاندہی کردی ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے میں عرب کا بچہ بچہ شعری ذوق سے مالا مال تھا۔ اس ماحول میں بھی معیار برقرار رکھنے کے لیے حضور ﷺ نے دوسرے شعراء پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اور ان کی اس قدر عزت بڑھائی کہ منبر بھی عطا فرمایا اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (اے اللہ! روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما!)............ کیا آج کا کوئی سنجیدہ شاعر نعتیہ شاعری کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کر سکتا ہے؟؟؟؟

اختتامیہ:

اس مقالے میں اردو نعتیہ شاعری کے ادبی سفر کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کی تخلیق کے بعد سے ۲۰۱۳ء تک ایسے نعت گو شعراء کا زیادہ ذکر ہوا ہے جن کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ صرف ایک انتخابِ نعت (نئی صدی نئی نعت، خورشید ربانی) ایسا ہے جس کی اشاعت 2014ء میں ہوئی ہے۔ اس لیے ۱۹۴۷ء سے قبل کی اردو شاعری کا ذکر نہیں چھیڑا گیا۔ تکمیلیت (perfection) کا

دعویٰ نہ میں نے پہلے کبھی کیا ہے اور نہ کبھی آئندہ کرسکوں گا۔ اس بات کے امکانات موجود ہیں کہ بہت سے قابلِ ذکر شعراء کا تذکرہ رہ گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جن شعراء کے اشعار گاہے گاہے نعت کہنے والے شعراء کی سرخی کے ذیل میں درج ہو گئے ہیں ان کے بھی مجموعے منصۂ شہود پر آگئے ہوں اور میرے علم میں نہ آسکے ہوں۔ اس لیے اس موقع پر میں صرف معذرت ہی پیش کرسکتا ہوں۔ اتنی التجا ضرور ہے کہ قارئین میری تحریر کو تنقیدی تبصرے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں' تذکرہ نگاری کے ذیل میں رکھ کر نہ پڑھیں۔

اختتام پر اقبالؒ کے فارسی اور اردو کے دو دو اشعار ضرور دینا چاہتا ہوں:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ ﷺ اور را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ﷺ اس

(اقبالؒ، جاوید نامہ)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں' وہی فرقاں' وہی یٰسیں' وہی طٰہٰ

(اقبال، بالِ جبریل، ۲۵، کلیات اردو ۳۱۷)

اس مختصر سے جائزے سے اتنا ضرور معلو ہو گیا کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بتدریج شعرا میں عشق نبوی ﷺ، تعلیم رسول ﷺ اور سیرت و کردارِ رسول ﷺ کے ذکر سے اپنے کلام کو معتبر بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے، جو "رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○" (اے نبیؐ! ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا...... القرآن ۴:۹۴) کے اعلانِ ربانی کی عملی تفسیر ہے۔

خواجہ میر درد نے معرفت کے مضامین کے حوالے سے پیش گوئی کی تھی:

پھولے گا اس زبان میں گلزارِ معرفت
یاں میں زمینِ شعر میں یہ تخم بو گیا

ہمارے عہد میں فروغِ نعت کی کوشش کرنے والا کوئی بھی شاعر کہہ سکتا ہے:

کھلتے رہیں گے مدحتِ آقا ﷺ کے اب گلاب
یاں میں شعورِ نعت کا وہ تخم بو گیا

نوٹ: متن میں ممکنہ حد تک کتابوں کے حوالے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے کتابیات کا تفصیلی ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا۔

عزیز احسن

مصنف: ایک تعارف:

نام: عبدالعزیز خان ولد عبدالحمید خان [یوسف زئی]

قلمی نام: عزیزؔ احسن

پیدائش: ۱۴رشوال المکرم ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۱راگست ۱۹۴۷ء (جے پور، بھارت)

پاکستان آمد: مئی ۱۹۴۸ء (تاریخ پیدائش بمطابق تعلیمی ریکارڈ ۴رجون ۱۹۴۹ء)

تعلیم: پی۔ایچ۔ڈی (اردو)، ایم۔فل (اقبالیات)، ایم۔اے (تاریخ اسلام)
ایل، ایل، بی، بی۔کام، فاضل (اردو) فاضل (فارسی)

تصانیف: ۱۔اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقیدی مضامین) ۱۹۹۸ء......

۲۔تیرے ہی خواب میں رہنا (شعری مجموعہ) ۲۰۰۰ء ......

۳۔نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقیدی مضامین) ۲۰۰۳ء

۴۔کرم ونجات کا سلسلہ (نعتیہ مجموعہ) ۲۰۰۵ء......

۵۔ہنر نازک ہے (تنقیدی مضامین) ۲۰۰۷ء

۶۔شہپرِ توفیق (نعتیہ مجموعہ) ۲۰۰۹ء......

۷۔نعت کے تنقیدی آفاق (تنقیدی مضامین) ۲۰۱۰ء......

۸۔ رموز بیخودی کا فنی و فکری جائزہ (مقالہ: ایم۔فل [اقبالیات]) ۲۰۱۱ء

۹۔ امیدِ طیبہ رسی (نعتیہ مجموعہ) ۲۰۱۲ء......

۱۰۔ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ (مقالہ: پی۔ایچ۔ڈی) ۲۰۱۳ء

تالیفات: ۱۔ جواہر النعت (نعتیہ انتخاب) ۱۹۸۱ء......

۲۔ م ص (نعتیہ مجموعہ) فدا خالدی دہلوی، ۱۹۸۳ء......

۳۔ آتش احساس (مجموعہ غزلیات) فدا خالدی دہلوی، ۱۹۸۴ء

۴۔ خوابوں میں سنہری جالی ہے (نعتیہ مجموعہ) صبیح رحمانی، ۱۹۹۷ء......

۵۔ قصر بلند، یعنی مطالعہ قرآن، ایچ، ایچ، امام اکبر آبادی، ۲۰۰۱ء

۶۔ سبد گل، ایچ، ایچ، امام اکبر آبادی، ۲۰۰۱ء

پتہ: A-12، بلاک 13، گلستانِ جوہر، کراچی، سیل: 0333-5567941

abdulazizkhan49@gmail.com

□□□

ڈاکٹر عزیز احسن تقریباً چار دہائیوں سے علم و ادب کی تحصیل و اشاعت میں مصروف ہیں، مذہب، تصوف، اقبالیات اور فلسفہ سے خصوصی دلچسپی نے ان کی تحریروں میں دانشورانہ ارتکاز کی روشنی کو بہت نمایاں کر دیا ہے۔ اقبال کی مثنوی ''رموزِ بیخودی کا فنی و فکری جائزہ'' ہو یا شمس الرحمن فاروقی کی کتاب شعرِ شور انگیز کا تجزیاتی مطالعہ یا پھر امیر خسروؔ، محبؔ عارفی، قمر جمیل اور ضمیر علی بدایونی پر ان کے تنقیدی مضامین۔ ان سب تحریروں نے معاصر ادبی منظر نامے پر ان کے افکار کو قابلِ توجہ اثاثہ ثابت کیا ہے۔

نعت سے عزیز احسن کا رشتہ بہت پرانا ہے ادب کی مجموعی فضا میں رہتے ہوئے اور اس کے عمومی موضوعات پر لکھتے پڑھتے اور سوچتے ہوئے بھی عزیز احسن نے اپنے تخلیقی اور تنقیدی اظہار کا وسیلہ زیادہ تر نعت ہی کو بنایا ہے۔ ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' (مقالہ برائے پی ایچ ڈی)، ''اردو نعت اور جدید اسالیب''، نعت کی تخلیقی سچائیاں''، ''ہنر نازک ہے'' اور ''نعت کے تنقیدی آفاق'' جیسی وقیع تنقیدی کتب نعتیہ ادب پر پیش کر کے انہوں نے اس صنف سے اپنی قلبی و ادبی وابستگی کا وہ دعویٰ سچا کر دکھا ہے جس کا اظہار نعت کے اس شعر میں سامنے آیا تھا ؎

اک صنفِ سخن جس کا تعلق ہے نبیؐ سے
صد شکر کہ نسبت ہے طبیعت کو اسی سے

''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' بھی دراصل ان کے اسی تعلق کی ایک اور تحریری گواہی ہے۔ کتابی شکل میں سامنے آنے والی یہ تحریر بظاہر ان کا ایک تفصیلی مضمون ہے جو مختلف رسائل میں گاہے بگاہے اضافوں کے ساتھ شائع ہوتا رہا ہے۔

ڈاکٹر عزیز احسن نعتیہ ادب کی تاریخ، عصری ادب اور عہدِ حاضر میں نعت گوئی کے جملہ افکار و نظریات، امکانات اور رویوں کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری کے شعری محاسن اور شرعی نزاکتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ تنقیدی تحریر کا وصف یہ ہوتا ہے کہ اس میں کلام پر توجہ مرکوز ہوتی ہے کلیم کے احوال پر نہیں۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنی تنقیدی بصیرت سے اپنے مضمون کو بھی ادبی تاریخ جیسی وسعت دے دی ہے جس میں پاکستانی نعت کے ارتقائی مراحل کو مختلف ادبی رجحانات کی روشنی میں پرکھا اور پیش کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں نعت پر کام کرنے والا کوئی محقق، پاکستانی ادب یا نعتیہ ادب کی ترویج کا جائزہ لیتے ہوئے اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔

سید صبیح الدین رحمانی

ISBN – 978-969-8918-24-8